وَظَائِفُ الشِّیعَہ

غیبتِ امامِ زمانہؑ میں منتظرین کی ذمّہ داریاں

ناشر: مکتب اہل البیتؑ سی-۱۲، رضویہ سوسائٹی

وَظَائِفُ الشِّیعَہ

غیبتِ امامِ زمانہؑ میں منتظرین کی ذمہ داریاں

تصنیف :

سید رضی سید نژاد

مقدمہ :

آیت اللہ محمد محمدی اشتہاردی

ناشر

مکتب اھل البیت علیہم السلام

سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

برائے ایصال ثواب

سید نثار حسین ابن رمضان علی

اختر النساء بنت علی جان

سید علی انصر ابن شبیر حسن

سیدہ حسنٰی بنت اخلاق حسین

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شناخت کتاب

- نام کتاب : وظائف الشیعہ (زمانہ غیبت میں منتظرین کی ذمہ داریاں)
- مصنف : سید رضی سید نژاد
- مقدمہ : اُستاد محمد محمدی اشتہاردی
- مترجم : اکبر علی صاحب
- نظر ثانی : مولانا سید محمد تقی مکتبی
- تصیح : مولانا سید محمد علی الحسینی
- کمپوزنگ : یاسین جواہری
- مطبع : سعید پروسیس ا سال طباعت ۲۰۰۹ء مطابق محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
- تعداد : ایک ہزار
- ہدیہ : 220 روپے

ناشر :
مکتب اھل البیت علیہم السلام سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

برائے ایصال ثواب
سید نثار حسین ابن رمضان علی
اختر النساء بنت علی جان
سید علی انصر ابن شبیر حسن
سیدہ حسنیٰ بنت اخلاق حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف!

مولانا سید محمد علی الحسینی (دام ظلہ) کی اقتداء میں سن ۷۹ء کی دہائی میں قائم کیا جانے والا ادارہ آج ایک مستحکم مدرسہ کی صورت میں بنامِ مکتب اہل البیت علیہم السلام رضویہ سوسائٹی میں گزشتہ دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے دینی تبلیغی ادارے کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اس ادارے کے تحت بچوں کی دینی تعلیم و تربیت نماز کی عملی مشق دینی امتحانات کا انعقاد نوجوں کو تعلیماتِ محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرانے کے لیے کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام اور جید علماء کرام کے ہفتہ وار درسِ اخلاق و مسائل فقہ جو ہر جمعہ کو بعد نمازِ مغربین پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے اور علاقے کے مومنین کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جس میں علماء کرام مختلف الٰہی و دینی عنوانات پر خطاب فرماتے ہیں، اور مسائلِ فقہ بھی بیان ہوتے ہیں جس کے ذریعے مومنین کی روحانی و دینی تسکین ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ایام ولادت و شہادت پر محافل و مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔
مدرسہ کے اخراجات پورا کرنے اور ادارہ کو خود کفیل بنانے کے لیے مختلف دینی و اخلاقی عنوان کی کتب فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کر رہا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کی کڑی ہے اس سے قبل ادارہ آیت اللہ دستغیب شہید کی معرکۃ الآراء کتاب گناہانِ کبیرہ (۲ جلدوں میں ایمان اوّل دوم، مجالس دستغیب، دُعا، قرآنی معارف) کے تراجم بھی شائع کیئے گئے ہیں۔ جس کو مومنین نے بے حد سراہا اور اس کے کئی مرتبہ ایڈیشن شائع ہوئے مگر ہمیشہ نایاب رہی ہے۔ اس کے علاوہ مومنین کرام کا تعاون رہا تو ادارہ پُر امید ہے کہ مزید دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

دعا گو ہیں کہ خداوند متعال کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو اور ائمہ طاہرین علیہم السلام خوشنود ہوں...... والسلام

مکتب اھل البیت علیہم السلام
سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

باسمہ تعالیٰ

عرض ناشر

قارئین کرام!

سلامٌ علیکم

ادارہ آپ کی خدمت میں ایک اور کتاب پیش کررہا ہے کتاب کا نام ''وظائف الشیعہ'' مومنین کی توجہ مبذول کرارہا ہے کہ مومنین کی ذمہ داریاں اور وظائف کیا ہیں دور غیبت امام زمانہ (ع) میں یعنی موجودہ پُرآشوب زمانہ میں مومنین کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں مصنف نے کماحقہ ان تمام کا احاطہ کیا ہے آخرِ زمان کے دنیا میں ہونے والے واقعات وحالات پر کس طرح نظر رکھتے ہوئے مومنین کو زندگی گزارنا ہے ان کا بیان کیا گیا ہے پُرفتن دور میں جب کہ ایمان کی حفاظت انتہائی کٹھن کام ہے منتظر امام زمانہ (ع) ومحب آل محمد کو احتیاط کے ساتھ دین اسلام پر عمل بھی کرنا ہے اور لشکرِ امام زمانہ (ع) کی تشکیل میں اپنا اپنا کردار بھی ادا کرنا ہوگا امامؑ کے ظہور پُرنور کی راہ ہموار کرنے مومنین ومنتظرین امام زمانہ (ع) کی اصلاح کرنے کی کماحقہ ذمہ داری بھی ادا کرنی ہے۔

کتاب کے ترجمہ کے بعد دُعا وزیارات کا حصہ ہے جو اصل کتاب میں نہیں اس حصہ کو ادارہ مومنین کی آسانی کیلئے کتاب کے ساتھ شامل کررہا ہے اُمید ہے گذشتہ کتب دینی کے تراجم کے ساتھ ساتھ آپ کو ہماری یہ کاوش بھی پسند آئے گی۔

کتاب کے ترجمہ میں انتہائی احتیاط رکھی گئی ہے لیکن اہل علم حضرات کی طرف سے کسی غلطی وخامی کی نشاندھی کو اصلاحی مشورہ مانتے ہوئے قبول کیا جائے گا تاکہ آئندہ اصلاح ہوسکے۔ ادارہ مترجم جناب اکبر علی صاحب کا ممنون ہے کہ آپ نے تعاون کرتے ہوئے قیمتی وقت صرف کیا آپ کی صحت ودارازی عمر کیلئے ادارہ دعا گو ہے۔

ادارہ قارئین سے ملتمس ہے کہ مولانا سید محمد علی الحسینی مدظلہ العالی کی صحت و درازی عمر کیلئے دعا فرمائیں کہ مولانا موصوف نہ صرف یہ کہ پیرانہ سالی کے باوجود مدرسہ ''مکتب اہل البیتؑ'' کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں بلکہ کتاب کے ترجمہ میں شامل آیات قرآن واحادیث (معصومین علیہم السلام) کی عربی واصل متن کے ترجمہ میں ہماری معاونت فرماتے ہیں۔

آخر میں ادارہ دعا گو ہے کہ اس کاوش کو امام زمانہ (ع) کی بارگاہ میں پذیرائی ملے اُنؑ کو ہم سے راضی وخوشنود فرمائے۔

بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں کہ امام زمانہ (ع) کا ظہور پُرنور جلد وقوع پزیر ہو اور ہم سب آپؑ کے پیروکاروں میں شمار ہوں۔

ادارہ

مکتب اہل البیت علیہم السلام

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
مقدمہ (عزت نفس سیرت امام زمانہؑ کی روشنی میں)	7
شیعیان حیدر کرارؑ اور منتظرین امام زمانہ (عج)	11
نائبین امام زمانہ (عج) کی پیروی	18
امام زمانہ (عج) کیلئے دعا	36
دعاؤں کے ظاہری وباطنی فائدے	48
امام زمانہ (عج) کے حق میں دُعا کرنے کے اوقات	54
انتظارِ امام کے سلسلے میں بعض دُعاؤں کا ذکر	63
حضرت امام رضا علیہ السلام کی دُعا	65
خدا سے اسلام ومومنین کے حق میں دُعا	70
حفاظتِ ایمان کی دُعا	72
دُعاءِ فرج	74
دُعاءِ فرج سے متعلق واقعہ	75
حضرت مہدیِ آخر الزمان (عج) کے انتظار میں	76
انتظار امام زمانہ (عج) اور اِس کا ثواب	85
انتظارِ فرج اکابرین کی نظر میں	94
انتظارِ فرج کی مختلف صورتیں	98

عنوانات	صفحہ نمبر
انتظارِ فرج کے اثرات	100
وقتِ ظہور امام کو معیّن کرنے کی ممانعت	101
امام زمانہ کی اطاعت	122
امام زمانہ (عج) سے منسوب مقامات کی تعظیم	133
علامات ظہور کی پہچان	163
امام زمانہ (عج) کا اسم مبارک یا القابات کا احترام	176
امام زمانہ (عج) کا اصل نام لینے سے اجتناب کرنا	180
حضرت امام زمانہ (عج) کے القابات	188
امام کو یا اباصالح کہہ کر پکارنا	197
ظہورِ قائمِ آل محمد (عج) کی تیاری اور ماحول سازگار بنانا	214
ظہورِ امام (عج) کے سلسلے میں ماحول سازی کی ترجیحات	219
دشمن سے تقیہ کرنا	220
امام زمانہ (عج) سے منسوب افراد کا احترام	228
زمانہ غیبت امام (عج) میں شخصیت سازی	238
تہذیب نفس میں تقویٰ کا کردار	239
خوش اخلاقی آئمہ طاہرین کی نظر میں	249
تولّیٰ وتبرّیٰ	255
معاشرے کے مسائل کے حل پر توجہ	267
آقا ومولا (عج) کی خدمت میں تحائف پیش کرنا	275
امام زمانہ (عج) کی طرف روضہِ رسولؐ وآئمہؑ کی زیارت	281
ضمیمہ (دُعاءِ عہد، دُعاءِ فرج، زیارات امام زمانہ (عج)	294

عزتِ نفس سیرت امام مہدی (ع) کی روشنی میں

خداوند کریم نے اپنے بندوں کو علمی صلاحیت، شعور و آگہی کے تمام مطلوبہ (وسائل) اسباب فراہم کر دیئے ہیں تا کہ وہ ان کی روشنی میں اپنے آپ کو عزت و بزرگی کے عالی ترین مرتبہ پر ایک انسان کامل کی شکل میں پیش کر سکے اور یہ ہی خلقت انسانی کا مقصد بھی ہے۔

انسانی ارتقاء و تکامل کا یہ سلسلہ خاتم الاوصیاء حُجتِ خدا حضرت امام مہدی (ع) آخر الزمان کے زمانہ ظہور سے متصل اور خاص طور پر پوری دنیا پر آپ کی حکمرانی تک اپنے بلند ترین مقام تک پہنچ جائیگا۔ لیکن اگر انتظارِ ظہور کے اصل مفہوم پر غور کریں تو مراحل تکریم انسانی کی تکمیل پر مزید پیش قدمی کی ضرورت ہے وہ اس طرح کہ صرف خلقت بشریت ظہور امامؑ کی ابتدائی مراحل طے کرتے ہوئے اپنے انجام تک پہنچ جائے۔

واضح رہے کہ تکریم و شرافتِ انسانی دو قسموں پر مشتمل ہے۔

(1) ذاتی تعلق جیسے :۔ عقل، مقام خلیفۂ الٰھی، فطرت، علمی فراست، کیونکہ

خداوندِ کریم نے اس زمین و آسمان کو انسانی تصرّف میں قرار دیا ہے۔

(2) تکریم کسبی جسے انسان اپنی کوششوں سے حاصل کرتا ہے۔ حصول علم، روحانی بلندیوں کا حصول، تقویٰ اور پرہیزگاری اور انسانی اقدار کی قدر و قیمت مسئلہ مہدویت میں بھی۔ اصل محور، حقیقی انسان کامل اور فلسفۂ انسانی وجود اور کمالات کا حصول ہی مرکزیت کی مختلف جہتیں ہیں اور ہم اس راستہ میں جتنی پیشرفت کریں گے امامِ زمانہؑ سے اتنے ہی قریب ہوتے چلے جائیں گے۔ اور یہ ہی ہمارے امام زمانہؑ کا مقصد بھی ہے کہ اس بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر گامزن کریں جس کے نتیجہ میں وہ عطیہ خداوندی!

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ......" (الاسراء آیت نمبر ۷۰)

"کہ ہم نے بنی نوع انسان کو کرامت بخشی۔" کا پُر افتخار تاج انسانی پیشانی پر جگمگاتا نظر آئے۔ جیسا کہ آپ نے اپنی اس مشہور و معروف دُعا میں خاص طور پر اس کرامت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جیسا کہ ہم بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔

"واکرِمْنا بالھدیٰ و ائدستقامه"

"بارِ اِلٰھا تُو ہمیں ہدایت اور اُس پر ثابت قدم رہنے کی کرامت عطا فرما۔"

ہم لوگ جب شروع سے آج تک سیرت امام زمانہؑ کا مطالعہ کرتے ہیں خاص طور پر آپ کے آئندہ دور حکومت کے دوران تک تو ہم یہ دیکھتے ہیں آپ نے اسی مسئلہ انسانی عظمت و تکریم اور اس سے متعلقہ عوامل پر خاص توجہ مرکوز فرمائی ہے مثال کے طور پر:۔

آپ کے دورِ حکومت میں تمام باطل حکومتیں نابود ہو جائیں گی۔ دین اسلامِ

حقیقی اپنی تمام آب وتاب کے ساتھ زندہ ہو جائے گا جو کہ ہر قسم کی بدعتوں اور خرافات سے پاک ہو جائے گا اور جب آپ قیام کریں گے تب خداوندِ کریم اپنا دستِ رحمت اپنے باایمان بندگان کے سروں پر پھیرے گا جس کے نتیجے میں ان کی عقل کامل اور سوچ کی طاقت کئی گنا بڑھ جائیگی۔ اور اسی سے مربوط آپ کے دور حکومت میں ترقی علوم کی رفتار اپنی آخری حدوں کو چھو لے گی جیسا کہ قول معصومؑ امام جعفر صادق علیہ السلام سے واضح ہے، آپ فرماتے ہیں۔

''اصول علم و دانش وا گہی (27) ستائیس حروف کڑیوں (مدارج) پر مشتمل ہیں اور تمام پیغمبران کے ذریعے اب تک جو بھی علم ودانائی ہم تک پہنچا ہے وہ صرف (2) دو حروف پر مشتمل ہے اور جب قائمِ علیہ السلام آل محمد (ع) قیام فرمائیں گے تو باقی ماندہ (25) حروف بھی علوم کی صورت میں آشکار ہو جائیں گے اور یہ (27) ستائیس حروف (مدارج) مکمل ہو جائیں گے۔'' اور اسی طرح زرعی اور اقتصادی ترقی سے متعلق پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ!

''میرے آخری فرزند کے دور میں زمیں اپنے تمام اندرونی خزانے ذرخیزی کی شکل میں اُگل دے گی ہر شخص دولت کی فراوانی سے مستفید ہوگا۔'' انسانی عظمت وکرامت کے سلسلے میں مجموعی طور پر بقول امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام!

''قیامِ قائمِ آل محمدؑ کے وقت تمام کرۂ ارض حجتِ خدا کے نور سے روشن ہو جائے گا۔ ہر طرف عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ :

ہر طرف کرامت انسانی کی صورت نظر آئے گی اور انسانیت اپنی بدبختی اور

پستی سے نجات پاکر کامیابی وکامرانی پر ناز کرے گی۔ اگر ہم اس پُر افتخارِ انسانی عظمت کے پرسکون استقبال کے متمنی ہیں تو ہمیں چاہیے کہ زمانہ غیبت امامؑ میں اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور راہ حق پر اپنے قدم بڑھائیں ہمیں اُمید ہے کہ اس کتاب کی گزارشات سے کماحقہ استفادہ کرتے ہوئے اس کے مقاصد پورے کیے جاسکیں گے۔

حوزہ علمیہ قم۔ محمد محمدی اشتہاردی
مارچ ۱۳۸۵ ہجری شمسی۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

''جو بھی ہر روز سونے سے پہلے تمام مسبحات (یعنی وہ سورتیں جو سبح یا یسبح سے شروع ہوتی ہیں) کو پڑھے گا وہ مرنے سے پہلے حضرت قائم (عج) کی زیارت سے مشرف ہوگا اور اگر مر بھی جائے تو رسول اکرمؐ کے جوار میں ہوگا۔''

(اصول کافی کتاب فضل القرآن باب فضل القرآن حدیث نمبر۲)

شیعیانِ حیدر کرار اور منتظرین امام زمانہ (ع) کی اپنی ذمہ داریوں سے آگہی

سب سے پہلے ہم شیعیانِ حیدر کرار اور منتظرین امام زمانہؑ کو رشکِ قمر یوسف دوران قائم آلِ محمد (عجل اللہ فرجہ شریف) کے زمانہ غیبت کے دوران ان کی ذمہ داریوں سے آگہی فراہم کریں گے۔ جیسا کہ مرحوم حاج میرزا محمد تقی موسیٰ اصفہانی (رح) کی کتاب (مکیال المکارم) میں موجود ہے اور ان مختلف احادیث سے مستفید ہوں گے جن کی جمع آوری اس کتاب میں کی گئی ہے۔

پھر اس کے بعد ان میں سے بعض پر آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کے مطابق تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

اس امید پر کہ خداوند کریم ہماری اُن بزرگوار کے حقیقی عاشقوں کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور ہم سب کو امام زمانہؑ کے حقیقی شیعہ اور منتظرین میں سے قرار دے۔

(1) امام زمانہ (ع) کی پہچان جو کہ مشتمل ہے۔ اُن بزرگوار کی صفات کی پہچان، آپ میں پائی جانے والی خصوصیات کی پہچان ہے، آپ کے ظہور سے متعلق حتمی علامات اور نشانیاں۔

(2) آپ کے وجود اقدس سے منسوب ناموں اور القابات سے یاد کرتے وقت ادب و شائستگی کا لحاظ رکھنا۔

(3) آنحضرتؑ سے محبتِ خاص کی جھلک پیش کرنا۔

(4) آئمۃ المسلمین میں آپ کو محبوب ترین شخصیت میں شمار کروانا۔

(5) کشائش خالص اور ظہور امام کا انتظار۔

(6) امامِ زمانہؑ کے دیدار کا شوق اور بے چینی۔

(7) امام زمانہؑ کے فضائل و مناقب کو بیان کرنا۔

(8) امام زمانہؑ کے فراق میں بے چینی و اضطراب کا اظہار کرنا۔

(9) امام زمانہؑ کے فضائل و مناقب کے اجتماعات میں شرکت کرنا۔

(10) آپؑ کے نام پر مجالس انعقاد کروانا۔

(11/12) امام زمانہؑ کی شان میں منعقدہ فضائل و مناقب کی محافل میں قصیدہ گوئی کرنا۔

(13) آپ کی کنیت یا نام گرامی سن کر فوراً کھڑے ہو جانا۔

(14/15/16) (شعبان کو) امام زمانہؑ کے فراق میں رونا یا رُلانا۔

(17) معرفت امام کیلئے خداوند کریم سے دُعا کی التجا کرنا۔

(18) دعائے توفیق جو کہ آپ کی پہچان ہے اس کو پابندی کے ساتھ پڑھنا۔

اس دعا کی عبارت کچھ یوں ہے۔

"اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِی نَفْسَک فَاِنَّک اِنْ لَم تُعَرِّفْنِی نَفْسَک لَم اَعْرِفْ نَبِیَّکَ، اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِی رَسُولَکَ فَاِنَّک اِنْ لَم تُعَرِّفْنِی رَسُولَکَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَکَ، اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِی حُجَّتَکَ فَاَنکَ اِن لم

تُعَرِّفْنِی حُجَّتَکَ ضَلَلْتُ عَنْ دِینِی۔"

ترجمہ : بار الٰہا تُو مجھے اپنی معرفت عطاء کر اور اگر تُو نے مجھے اپنی معرفت عطاء نہ کی تو میں تیرے پیغمبر کو کیسے پہچانوں گا، بار الٰہا تُو مجھے اپنے رسول کی معرفت عطاء کر، اگر تُو نے مجھے اپنے رسول کی نہیں معرفت عطاء کی تو میں تیری حجت کو کیسے پہچانوں گا، اگر تُو نے مجھے اپنی حجت کو نہیں پہنچوایا تو میں اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔

(19) دعائے غریق کو پابندی کے ساتھ پڑھنا۔

"یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبُ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِینِکَ۔"

ترجمہ : "اے اللہ اے رحمٰن اے رحیم اے دلوں کو پلٹانے والے مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔"

(20) زمانہ غیبت امامؑ میں خاص طور پر مرحوم ابن طاوؤس کی نقل کردہ دعا کو پابندی کے ساتھ پڑھنا جو کچھ اس طرح ہے۔

اللھم انت عرفتنی نفسک......

(21) علاماتِ ظہور امام زمانہؑ سے آگہی۔

(22) مسئلہ غیبت کے تعلق سے حکم الٰہی پر سر تسلیم خم کرنا اور ہر قسم کی جلد بازی سے اجتناب برتنا۔

(23) امام زمانہ کی طرف سے صدقہ دینا۔

(24) امام زمانہ کی سلامتی کیلئے صدقہ دینا۔

(25/26) امام زمانہ کی طرف سے حج بیت اللہ ادا کرنا یا اپنی طرف سے ان کے

لیے کسی نائب کو حج پر بھیجنا۔

(27/28) امام زمانہ کی طرف سے طواف خانہ کعبہ کرنا یا اپنی طرف سے کسی نائب کو امام زمانہؑ کی طرف سے طواف خانہ کعبہ کروانے کیلئے بھیجنا۔

(29) امام زمانہ کی طرف سے زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قبور آئمہ طاہرینؑ کی زیارت کرنا۔

(30) امام زمانہؑ کی طرف سے دیگر مؤمنین کرام کو زیارتِ روضہ ہائے آئمہ طاہرینؑ پر بھجوانا۔

(31) آنحضرتؑ کی خدمت کی خاطر ہمہ وقت تیار رہنا۔

(32) ہر ممکن طریقہ سے امام زمانہؑ کی مدد کرنے کی خاطر اہتمام کی کوشش کرنا۔

(33) دل کی گہرائیوں کے ساتھ نصرتِ امامؑ میں اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھنا چاہے وہ زمانہ غیبت ہو یا زمانہ ظہور۔

(34) ہر نماز جمعہ، فرض نمازوں کے بعد آنحضرتؑ سے تجدید بیعت کرنا ان کی مخصوص دعاؤں کی عبارات کے ذریعے............

(35) امام زمانہؑ کی خوشنودی کے خاطر میں اپنے مال کو صرف کرنا۔

(36) محبانِ امام اور مومنین کرام سے رابطہ میں رہنا اور ان کی مالی مدد کرنا۔

(37) محبان اور شیعیانِ امامؑ کو خوش کرنے میں پیش پیش رہنا۔

(38) خداوندِ کریم سے امام زمانہ علیہ السلام کے حق میں دعائے خیر کرنا۔

(39) ہر جگہ اور ہر موقع پر زیارت امام زمانہ کے ذریعے آپؑ پر درود وسلام بھیجنا۔

(40) امام زمانہؑ کے دیدار کی نیت سے مقربین صالحین ومخلصینِ امامؑ سے ملاقات

کرتے رہنا۔

(41) آپؑ کی خدمت میں درود وسلام بھیجنا۔

(42) آپؑ کی خدمت میں نماز کے ثواب کا ھدیہ بھیجنا۔

(43) ہرایک امامؑ کی خدمت میں نماز کے ثواب کا ھدیہ بھیجنا۔

(44) امام زمانہؑ کی خدمت میں نماز کا ھدیہ مخصوص طریقے سے اور ایک مخصوص وقت میں۔

(45) تلاوت کلام پاک کے ثواب کا ھدیہ امامؑ کی خدمت میں۔

(46) امام زمانہ کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے طلب شفاعت۔

(47) اپنی تمام حاجتوں کے لیے عرض داشتوں کے ذریعے آنخضرتؑ سے مدد طلب کرنا۔

(48) لوگوں کو امام زمانہؑ کی طرف راغب کرنا اور ان کی راہنمائی کرنا۔

(49) امام زمانہؑ کے حقوق کا خیال رکھنا اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مستعد رہنا۔

(50) ان بزرگوار کو یاد کرتے وقت خضوع وخشوع کی کیفیت طاری کرنا۔

(51) ہر قسم کی بدعتوں اور خرافات کو مسترد کرنے کیلئے اپنی علمی قابلیت کو کام میں لانا۔

(52) دشمنان امام سے تقیہ برتنا اور ان سے اسرار ورموز کو مخفی رکھنا۔

(53) اغیار کی طرف سے اپنے اوپر پڑھنے والی صعوبتوں اور اذیتوں کو صبر وتحمل سے برداشت کرنا۔

(54) غیبت امامؑ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ سے صبر کی درخواست کرنا۔

(55) آپ کے غیبت کے زمانہ میں اپنے ہمنشینوں اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا۔

(56) ایسی مجالس ومحافل میں شرکت نہ کرنا جس میں امام زمانہؑ کے نام کا مزاق اُڑایا جاتا ہو۔

(57) دشمنان امام اور اہل باطل کے خلاف احتجاج کرنا اور ان سے اظہار بے زاری وکنارا کشی اختیار کرنا۔

(58) اپنے آپ کو گمنام رکھنا اور شہرت سے دور رہنا۔

(59) اپنے نفس امارہ کی تہذیب اور خودسازی کرنا اور ہر قسم کی خرافات وبیہودگی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا۔

(60) امامؑ کی نصرت میں ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ کرنا۔

(61) توبۃ النصوح پر سختی سے قائم رہنا اور اپنے ذمہ حقوق العباد کی فوری طور پر ادائیگی کرنا۔

(62) ہر وقت یادامامؑ میں مشغول رہنا۔

(63) آنخضرت کی پسندیدہ روش پر ہمہ وقت عمل پیرا ہونا۔

(64) امام زمانہؑ کو ہر وقت یاد کرنے اور انہیں فراموش نہ کرنے کی توفیقات کے لیے خداوند کریم سے التجا کرنا۔

(65) یادامامؑ کے موقع پر خضوع وخشوع کا مظاہرہ کرنا۔

(66) اپنی خواہش پر امامؑ کی خواہش کو ترجیح دینا۔

(67) آپؑ کے مقربین ومخلصین کی عزت وتکریم کرنا۔

(68) امام زمانہؑ سے منسوب مقامات جیسے قم کی مسجد جمکران، مسجد کوفہ، مسجد سہلہ،

سامراء میں سردابِ مقدس اور جہاں جہاں آپ کے قدم مبارک رکھے گئے ہوں ایسے تمام مقامات کی عزت وتکریم کرنا۔

(69/70) وقت ظہور کے تعین سے اجتناب کرنا اور جو لوگ ایسا کرتے ہوں ان کی نفی کرنا۔

(71) ایسے لوگوں کی نفی کرنا جو زمانہ غیبت کبریٰ میں نائبِ خاص کا دعویٰ کرتے ہوں۔

(72) ان بزرگوار کے دیدار کی خواہش کرنا عافیت وایمان کے ساتھ۔

(73) آپ کے اخلاق وسیرت کی پیروی کرنا۔

(74) ذکرِ الٰہی کے علاوہ اپنی زبان کی حفاظت کرنا اور خاموشی کو ترجیح دینا۔

(75) نمازِ امام زمانہؑ کی ادائیگی کی کوشش کرنا۔

(76) اپنے آقا و مولا شہید مظلوم امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنا۔

(77) کربلا معلیٰ میں زیارتِ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا۔

(78) بنی امیہ و قاتلانِ امام حسینؑ پر علی الأعلان یا دل میں لعنت و ملامت کرنا، (اظہاری بیزاری)۔

(79) امام زمانہؑ کی نصرت کے واسطے سے برادرانؑ ایمانی کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کرنا۔

(80) نصرتِ امام زمانہؑ کی نیت سے زمانہ انتظار ظہور میں مختلف قسم کے مطلوبہ وسائل فراہم کرنا۔

نائبین امام زمانہ علیہ السلام کی پیروی

شیعیان ومنتظرین امام زمانہ علیہ السلام کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زمانہ غیبت امام زمانہؑ کے دوران احکام الٰہی سے مکمل طور پر واقف کار جامع الشرائط مجتہدینِ کرام کی پیروی کریں۔ یہ ہی عمل قیام حکومت الٰہی کی راہ ہمواری کی جانب پہلا قدم شمار ہوگا۔ اک وہ دور تھا جب حکومت الٰہی کے قیام کیلئے نامساعد حالات کا سامنا تھا۔ لوگوں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ نصرت امامؑ میں تن دہی اور پر جوش طریقہ سے حصہ لے سکیں جبکہ اُس زمانے کے فعال رہبرانِ انقلاب حکومتِ وقت کی جبر وتشدد سے بھرپور کارروائیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔

یہ ہی وجہ تھی کہ مشیت الٰہی کے حکم سے ہمارے بارہویں پیشوا عوام الناس کی نظروں سے اوجھل رہیں ہر چند کہ آج بھی ہمارا اسلامی معاشرہ آپ کے وجود اقدس سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ جس طرح بادلوں کی اوٹ سے پوری دنیا سورج کی تمازت سے مستفید ہوتی ہے۔

کیونکہ مؤمنینِ کرام دوران غیبت شوق دیدار رکھتے ہوئے امام زمانہؑ کے فرامین اور جوابات سننے سے محروم ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ان ہی فقہای عظام

ورہبران ملت کی خدمات سے استفادہ حاصل کریں۔ یہ ہی وہ رہبران ہیں جن کے کاندھوں پر آئمہ اطہارؑ کی طرف سے راہنمائی ملت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔

زمانہ غیبت صغریٰ میں امام مہدیؑ اپنے اور مسلمانوں خاص طور پر اپنے چاہنے والوں کے درمیان ان چار با اعتماد نائبین کے ذریعے رابطہ میں رہتے تھے۔ ان ہی کے ذریعے اپنے ارشادات ہم تک پہنچاتے تھے اور تمام ضرورت منداپنے اپنے مسائل ان ہی چار نائبین کے توسط سے امامؑ کی خدمت میں پہنچواتے تھے۔ یہ چاروں رابطہ کار کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتے تھے۔

امام زمانہ علیہ السلام کے چوتھے اور آخری نائب جناب علی بن محمد سمری سے ان کی زندگی کے آخری حصہ میں لوگوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے بعد اپنا جانشین یا نائب کا تعارف تو کروائیں جواب میں انہوں نے فرمایا۔ ”یہ سارے امور مشیّت الٰہی کے تحت انجام پاتے ہیں۔“ اس چوتھے اور آخری نائب کی رحلت کے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوگیا امام زمانہ علیہ السلام اپنے دستخط شدہ فرمان کے ذریعے شیخ علی بن محمد سمری (چوتھے اور آخری نائب) کی خدمت میں کچھ یوں فرماتے ہیں۔

”اے علی بن محمد سمری خداوندِ متعال آپ کے برادران ایمانی کو آپ کی جدائی کے صدمہ کو برداشت کرنے کے صلے میں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔“

آج کی تاریخ سے چھ دن بعد آپ اپنے خالق حقیقی سے جاملیں گے۔ اس لیے آپ اپنے امور کی تیاری کرلیں۔ کسی بھی شخص کو اس بات کی وصیت نہ کریں کہ وہ میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔ (توقیع شریف الغیبۃ شیخ طوسی)

اب یہاں سے ”دوسری غیبت“ غیبتِ کبریٰ کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ جس کی

طوالت امر الٰہی پر موقوف ہے۔ اور یہ مدت اتنی لمبی ہوگی کہ ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ ہوگا۔ دل سخت ہو چکے ہوں گے۔ لادینیت پھیل چکی ہوگی۔ اس دور میں ہمارے اپنے شیعوں میں ایسے لوگ ظہور پذیر ہوں گے جو یہ کہتے پھریں گے کہ ہم نے امام زمانہ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ آگاہ رہو کہ جو کوئی بھی خروجِ سفیانی اور خوفناک چیخ سے پہلے میرے دیدار کا دعویٰ کرلے وہ جھوٹا اور بہتان تراش ہے۔ ”لَا حَولَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔“

اس طرح ۳۲۹ھ سے زمانہ غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا اور یوں نامعلوم مدت تک کے لیے عوام النّاس کا رابطہ التوا پذیر ہوا۔ اور اسی طرح زمانہ غیبت کبریٰ میں چند غیر معمولی مسائل ایسے بھی نمودار ہوئے کہ جن کے حل کے لیے عوام کی نگاہیں امامؑ معصوم کی جانب متوجہ ہوئیں اور اس پریشان کن حالات میں متعدد سوالات سامنے آئے۔

1۔ جب سارے لوگوں کے لیے یہ عمل ناممکن ہو کہ وہ احکام دین بمطابق حکم الٰہی اور حکم رسولؐ کی اصل روح تک پہنچ کر اس پر عمل درآمد کرسکیں لہٰذا اب زمانہ غیبت امامؑ کے دوران جبکہ اب تو ان بزرگوار تک رسائی بھی ممکن نہیں رہی تو احکام دین سے متعلق کس سے رجوع کیا جائے؟

2۔ شیعہ حضرات اپنے اختلافات اور تنازعات کے حل کے سلسلے میں کس سے رجوع کریں؟ اور وہ کون سی ہستیاں ہیں جو اس کام کی صلاحیت رکھتی ہیں؟

3۔ گزشتہ زمانہ کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ کے مسائل کے حل کے سلسلے میں مسئلہ کی باریکی اور نزاکت کی حیثیت سے اس کے حل کے لیے اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

4۔ اگر ملتِ تشیُّع اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ نفاذ دین الٰہی کے لیے ایک ایسے مستحکم نظام کی بنیاد ڈالتی ہے تو ایسے نظام حکومت کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری کن لوگوں کے کاندھوں پر عائد ہوگی۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلے اور تیسرے پیراگراف سے متعلق مسائل آئمہ معصومین علیہ السلام کے زمانے میں بھی پیش آچکے ہیں بالخصوص زمانہ امام محمد باقر علیہ السلام اور ان کے بعد کا زمانہ جس وقت مذہب حقہ نے ترقی کی اور آگے بڑھنا شروع کیا شیعہ طاقت میں آئے اور فقہ جعفریہ کو وجود میں لانے کی راہ ہموار ہوئی۔ ملت تشیع نے عالمگیریت حاصل کی اس موقع پر اس پراگندہ قوم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے اپنے امامؑ سے رابطہ قائم کر سکے اپنے تنازعات اور ان کی خدمت میں پیش کر کے ان سے فیصلوں سے متعلق احکامات حاصل کرے جبکہ اس دور میں ذرائع آمدورفت بھی اتنی فراوانی سے نہیں تھے۔ جتنے کہ آج کل ہیں۔ اسی وقت سے ہمارے اماموں نے علماء وفقہائے دین کو اجتہاد کی جانب توجہ دینے کی تلقین فرمائی اور قرآن حکیم اور سیرت محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کی روشنی میں تجزیاتی عمل سے گزر کر کسی بھی مسئلہ کے اُصولی حل کے سلسلے میں اپنے اجتہادی اختیارات کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جہاں امام زمانہؑ نے شیعوں کو اپنے باہمی تنازعات واختلافات کے حل کے سلسلے میں مراجعین عظام سے رجوع کرنے کی ذمہ داری سونپی وہاں فقہائے اسلام اور مراجعین عظام کو بھی قضاوت کا اختیار مرحمت فرمایا دوسرا نکتہ بھی اسی فریضہ سے متعلق تھا۔

امامؑ کے زمانہ (ع) میں بھی شیعہ فقہا ومجتہدین امامؑ کے بتائے ہوئے راہ دین اصولوں اور پیمانوں کی مدد سے نئے مسائل کے حل کے سلسلے میں قرآن وسنت کی

روشنی میں ان ہی راہنما اصولوں سے مدد حاصل کرتے تھے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ مسئلہ کسی قیاس یا تخیلاتی صورت کا شاخصانہ نہ ہو ورنہ اس کا حکم بھی وہ امامؑ سے پوچھتے تھے۔

جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ "آپ اس بات پر نظر رکھیں کہ آپ میں سے نظام اسلامی چلانے والا اور ہماری احادیث کا راوی احکام الٰہی سے واقف کار اور حرام وحلال سے آگاہ فرد ہو (اس سے مراد فقیہ ومجتہد جامع الشرائط) عالم باعمل ہو۔"

آپ ایسی ہی حکومت کے قیام کی اجازت دے سکتے ہیں۔ میں اس کو آپ پر حاکم قرار دیتا ہوں۔ اگر آپ اس کے احکام کی پیروی نہ کریں گے تو گویا آپ نے حکم الٰہی کو ہلکا جانا ہے۔ آپ نے اس کے حکم کو رد کیا گویا ہمارے حکم کو رد کیا اور ہمارے حکم کو رد کرنے والا اللہ کے حکم کو رد کرنے والوں میں شمار ہوگا اور رد خدا شرک خدا کے مترادف ہے۔

اسی طرح حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اگر امام المسلمین فوت ہو جائے یا شہید کر دیا جائے تو قانون الٰہی کے مطابق اُمة مسلمة پر واجب ہے کہ ایک ایسے رہبر کا انتخاب کیا جائے جو کہ باعفت ہو، عالم ہو، پرہیزگار اور عقلمند ہو، تمام شرعی مسائل کو حل کرنے کے ساتھ درست فیصلہ صادر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، مظلوم کا حق ظالم سے چھیننا جانتا ہوں، نڈر ہو، مالی امور کی دیکھ بھال میں ماہر ہو، زکاۃ، صدقہ وخیرات کی جمع آوری اور اس کے مصارف سے آگاہ ہو، اس کا ہر اقدام شرع کے مطابق ہو۔

(بحار الانوار نمبر ۸ ص نمبر ۵۵۵)

آغازِ زمانہ غیبت کبریٰ ہی سے لوگوں کے مسائل کی جوابدہی اوران کی شرعی راہنمائی کا باران ہی فقہائے کرام کے کاندھوں پر ہوا۔ آئمہ معصومین علیہ السلام کی جانب سے سونپی گئی فکری اور اعتقادی راہنمائی کے ذمہ داران بھی یہ ہی فقہاء ٹھہرے۔ اس امر عظیم کے لیے بھی یہی حضرات نائبان امام مہدی علیہ السلام کے طور پر پہچانے گئے۔ اسحاق بن یعقوب کا کہنا ہے کہ "میں نے چاہا کہ اپنا ایک خط عثمان بن سعید (جو کہ پہلے نائبین میں سے تھے) کے توسط سے امامؑ کی خدمت میں پیش کروں جس میں میں نے سوال کیا تھا کہ اے آقا آپؑ کے زمانہ غیبت میں کن اشخاص سے رجوع کیا جائے؟ مولاؑ نے اپنے ہی دست مبارک سے یہ جواب تحریر فرمایا۔

"کسی بھی مسئلہ یا حادثہ کی صورت میں میرے راویان احادیث سے رجوع کریں کیونکہ وہ حضرات آپ پر میری حجت ہیں اور میں اُن حضرات پر اللہ کی حجت ہوں۔ (توقیع مبارک امام زمانہ عج)

جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام لوگوں کو ان فقہائے دین کی پیروی کرنے کی تلقین فرماتے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے نفس کو ہوا و ہوس وانحرافات سے محفوظ رکھتے ہیں، دین کے محافظ ہیں، اللہ کے مطیع وفرماں بردار ہیں۔

(سفینۃ البحار نمبر۲ ص نمبر ۳۸۱)

"واضح رہے کہ اس فرمان کا اطلاق صرف اور صرف اُن خاص فقہا پر ہے نہ کہ تمام علمائے کرام پر۔"

حضور اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راویان احادیث کو اپنے جانشینوں کے طور پر یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"خدایا میرے جانشینوں کو بخش دے۔ پوچھا گیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے جانشین کون ہیں؟"

حضور نے فرمایا۔ "وہ جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث کو بیان کریں گے اور میری سنت کا احیاء کریں گے۔"

ایک اسلامی مملکت میں لوگوں پر واجب ہے کہ وہ عالم دینؒ، راوی حدیث اور فقیہ جامع الشرائط سے رجوع کریں۔ کتاب خدا اور سنت محمدؐ و آل محمدؑ کے مطابق اخذ کی گئی تعلیماتِ کو اپناتے ہوئے اس فقیہٗ دوراں کے حکم کی تعمیل کریں اور اس کی قدر کریں۔ صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کی جانب سے ولایت (اہل عدل) واجب ہے۔ ارادہ خداوندی بھی یہ ہی ہے کہ وہی ہمارے والی ہوں لوگوں کو چاہیے کہ ان کی ولایت کو قبول کریں۔ ان کی اطاعت واجب ہے اور جو لوگ ان کی جانب سے کسی کام پر مامور کیے جاتے ہوں وہ ان کی حکم عدولی نہیں کر سکتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک اور جگہ پیروی فقہاء کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

"یہ آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ جس زمانے میں آپ لوگوں کی اپنے آئمہ معصومینؑ تک رسائی ممکن نہ رہے تو آپ حضرات اپنے مسائل کے سلسلے میں فقہان عصر سے رجوع کریں۔ ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے قول کو رد کردیں۔ کیونکہ ان کے قول کو رد کرنا گویا ہمارے قول کو رد کرنا ہمارے قول کو رد کرنا حکم الٰہی کو رد کرنا اور حکم الٰہی کو رد کرنا حدِ شرک کے برابر ہے۔

(احتجاج طبرسی جلد نمبر۲ صفحہ ۲۴۳)

ایک اور مقام پر ہمارے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو ایسے علماء اور

فقہا کو اپنا جانشین، منصف دوراں وارثان انبیاء کے طور پر پہنچواتے ہوئے فرمایا۔

''امور زندگانی کی روانی اور حق وانصاف کی فراہمی ان ہی فقہان ملت کے مرہون منّت ہے جو حلال، حرام خدا کے امین ہیں۔''

(تحف العقول صفحہ نمبر ۲۳۸)

مجموعی طور پر تمام ذکر شدہ روایات اور اس سے مربوط روایات جو اس بارے میں نقل کی گئی ہیں دو بنیادی نکتوں پر اتفاق کیا جا سکتا ہے۔

1۔ پہلا نکتہ جس میں امام معصومؑ اپنے چاہنے والوں (اسلامی معاشرہ) کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی شرعی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں کہ وہ کس طرح علماء وفقہائے دین کی رہبری کو قبول کریں اور اپنے تمام دینی ودنیوی مسائل کے حل کے سلسلے میں ان سے رجوع کریں، اپنی زندگی کی باگ ڈور ان ہی کے سپرد کریں اور ایک عدل وانصاف پر مبنی (اسلامی مملکت) کے قیام کے لیے کمر بستہ ہوں اور اگر رضائے الٰہی کے برخلاف کسی اور لادینی قوتوں کا ساتھ دیا تو وہ دنیا وآخرت میں قہر خداوندی کا سزاوار قرار پائے گا۔

2۔ دوسرا نکتہ جس میں امام معصوم علماء وفقہائے ملت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ کس طرح زمانہ غیبت امام میں امامت ورہبری کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لیں۔ اپنے علم واجتہاد کے ذریعے جدید مسائل کے حل کے سلسلے میں معاشرہ کی راہنمای کریں اور ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کے لیے تبلیغ وآگہی کے ذریعے قیام کریں۔

ایک اسلامی معاشرہ جو کہ منشاء الٰہی کے مطابق ہو اسلامی لشکر کی تشکیل وتربیت میں اپنا کردار ادا کریں یہ ہی وہ کسوٹی ہے کہ جس کے ذریعے موجودہ زمانہ

میں ایک صحیح عالم وفقیہ جامع الشرائط کی پہچان واضح ہو جاتی ہے کہ وہ دنیاوی چاہ وطلب اور ہوا وہوس سے کتنا دور ہے۔ آیا وہ نائب امام وپیروکار پیغمبران کہلوانے کا حقدار ہے بھی کہ نہیں۔

اس کے افکار وکردار کی جڑیں قوانین الٰہی، اسلام واسلامی قوانین کی صورت میں منعکس ہوتی ہیں یا کہ بے دین معاشرے، نسل پرستی پر منتج ہوتی ہیں۔

جیسا کہ از اقوال امام حسن عسکری علیہ السلام میں ذکر ہے کہ تقلید کے معنی مکمل پیروی زمانہ غیبت میں ایک اسلامی معاشرے کی رہنمائی مجتہدینِ عظام کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ ہی ان پر حاکم ومتصرف ہیں۔ البتہ ولی فقیہ کو چاہیے کہ اس سنگین ذمہ داری کو انجام دیتے وقت آئمہ طاہرینؑ کی سیرت کو نمونہ قرار دیں۔ اسی طرح ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں حق وانصاف کا بول بالا ہو، کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے، اقربا پروری کا شائبہ تک نہ ہو۔

البتہ یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت لازمی ہے کہ ہر کوئی مکمل سو فیصد آئمہ طاہرینؑ جیسی یا حکومت امام عصرؑ کی تشکیل نہیں کر سکتا کیونکہ آپؑ کی حکومت میں تو مسلمانوں کے تمام حقوق کی پاسداری ہوتی ہے اور تمام قوانینِ الٰہی پر مکمل عمل در آمد ہوتا ہے البتہ نائبین امامؑ کو حتیٰ المقدور کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

نائبیان عام کے ذریعے سے تشکیل پانے والی حکومت (یعنی ولایت فقیہ کی حکومت) کی مثال کما حقہ ایسی ہونا چاہیئے جیسے مولا علی علیہ السلام نے حکومت کی آپ نے ہر زاویہ سے عمل کر کے دکھلا دیا چاہے کیسی ہی مشکلات پیش آئیں ہوں، یہاں تک کہ آپ کے بھائی جناب عقیل جن کے بچوں کا بھوک کے مارے چہرہ کا رنگ اُڑ چکا تھا جب وہ نہایت مجبوری کی حالت میں اپنے بھائی مولا علی علیہ السلام کی خدمت

میں آئے اور بیت المالِ مسلمین سے امداد کی درخواست کی اس پر جناب امیر علیہ السلام نے وہ سرخ دھکتی ہوئی سلاخ اپنے ہاتھ میں لے کر یاد دلایا کہ ذرا سی بددیانتی کا انجام آتش جہنم وعذاب الٰہی کا سبب بنے گی۔

اس کی دوسری مثال وہ خط جو آپ علیہ السلام نے اپنے چچازاد بھائی کو لکھا جس میں یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ ان کو نوکری سے برطرف کرتے ہیں جبکہ میں یہ کوتاہی اپنے دونوں فرزند امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام سے سرزد ہو تو بھی برداشت نہیں کروں گا۔

کسی نے امامؑ کو خبر دی کہ شُریح بن حارث (مولاؑ کی جانب سے نامزد کردہ قاضی) نے ایک مکان 80 اسّی دینار میں خریدا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فوراً اسے طلب کیا اور کہا۔ ''مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے 80 دینار میں ایک مکان خریدا ہے۔ اس کی دستاویز بھی جاری کردی ہے دو گواہوں کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ شُریح نے اقرار میں کہا ہاں اے امیر المومنینؑ سر ہلایا۔ اس پر امامؑ نے اس سے انتہائی غیض و غضب کی حالت میں فرمایا۔

''اے شُریح جان لو کہ عنقریب کوئی تیرے تعاقب میں آئے گا نہ وہ تمہارے دستخط پر نگاہ کرے گا اور نہ گواہوں سے باز پرس کرے گا بلکہ وہ تمہیں اس گھر سے باہر نکال کر قبر کے سپرد کردے گا۔ اے شریح ذرا سوچو کہ کہیں تم نے وہ گھر کسی اور کے مال سے خریدا یا مال حرام سے تو نہیں خریدا۔ یہ وہ گھڑی ہوگی کہ تم اپنے دنیا و آخرت کے گھر سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ ہاں اگر تم گھر کی خریداری سے پہلے میرے پاس آجاتے تو میں تمہیں ایک ایسی دستاویز لکھ کردے دیتا کہ تم کو ایک درہم یا اُس سے زیادہ کی بھی خواہش نہیں ہوتی اور وہ سَنَد میں کچھ اس طرح

لکھتا۔

یہ گھر ایک ذلیل وخوار اور لالچی شخص نے ایک ایسے قریب المرگ شخص سے خریدا ہے جس کے کُوچ کی تیاری مکمل ہے۔ (آخری آرام گاہ) محلّہ کا نام خاموش بستی کوچہ برباد شدہ گان میں واقع ہے۔ اس گھر کی حدود اربعہ کچھ اس طرح ہیں۔ دائیں جانب آفات و بلیات کا راج ہے تو بائیں جانب ہوا وہوس کا قبضہ ہے۔ شمال کی جانب مصیبت کے پہاڑ کھڑے ہیں تو جنوب کی جانب شیطان فریبی کا مسکن ہے۔ گھر کے صدر دروازے سے داخل ہوتے ہی سب سے پہلے شیطان مردود کا سامنا ہوتا ہے۔ ذرِ ادائیگی عزت وقناعت کے بجائے ذلت آمیز رسوائی اور نفس پرستی میں کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ اس معاملہ میں کسی بھی قسم کے نقص کی ذمہ داری پروردگار عالم پر عائد ہوگی کہ جس نے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرکشوں کے جسموں کو گلا سڑا کر ملیامیٹ کردیا ہے۔

مولائے متقیان کی طرح بیت المالِ مسلمین اور حقوق النّاس سے متعلق انتہائی حساس وچوکس رہیں خاص طور پر ایسے افراد سے جو بیت المال کے خزانے سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتے ہوں یا بُری نیت رکھتے ہوں ان سے قطع تعلق رکھیں۔ اس ضمن میں مولا علیؑ بیت المال سے خیانت کے سلسلے میں ابن عباس کو تنبیہ کرتے ہوے فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر مجھے ذرا سا بھی پتہ چل گیا کہ تم نے کم یا زیادہ بیت المال میں سے خیانت برد کی ہے تو یاد رکھنا کہ میں تم کو ایسی سخت سزا دوں گا کہ تم در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ہر چند کہ حضرت امام علی علیہ السلام کی مختصر دورانیہ کی حکومت تھی پر سادہ طرزِ زندگی آپ ہی کا طرہ امتیاز تھا۔

آپ نے اپنے گورنروں کو ہمیشہ سادگی اپنانے کی تلقین کی اور اگر کسی سے

کوتاہی یا لغزش ہوتی پہلے تو اسے نصیحت اور تنبیہ کرتے باز نہ آنے پر اسے فوری طور پر برطرف کردیتے تھے۔ اس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔ ۳۷ھ میں آپ کی طرف سے مقرر کردہ گونر بصرۃ جناب عثمان بن حُنیف انصاری جنہوں نے بصرہ کے ایک سرمایہ دار کی دعوت قبول کی تھی اپنے ایک تنبیہی اور نصیحت آمیز خط کے ذریعے کچھ اس طرح لکھا۔

بعداز دعا و سلام اے عثمان بن حنیف مجھے خبر ملی ہے کہ بصرہ کے ایک سرمایہ دار نے تمہاری دعوت کی ہے اور تم انواع واقسام کے کھانوں کی چاہت میں وہاں پہنچ گئے۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ افراد جوان کھانوں کے حقدار تھے محروم رہیں اور اشراف شہر اس پُر تکلف دعوت میں حاضر ہوں۔ ذرا غور تو کرو کہ تم کس دسترخوان پر بیٹھے تھے جبکہ تم کو اس بات کا یقین تک نہ تھا کہ وہ غذا حلال کی ہے یا کہ حرام کی۔ یادرکھو صرف اسی غذا کو تصرف میں لاؤ جس کی پاکیزگی اور حلال ہونے کا یقین ہو آگاہ رہو کہ ہر پیروکار کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور اس کے علم و نور سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ آگاہ رہو کہ تمہارے امامؑ نے اس دنیا سے دو جوڑے پرانے کپڑوں کے اور دو روٹیوں پر قناعت کی ہے۔ یادرکھو کہ ایسی کارگزاریوں کی تمہارے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تم لوگ صرف پرہیزگاری، پاکدامنی اور سچائی کے ذریعے میری مدد کرو، خدا کی قسم کہ میں نے تمہاری اس دنیا سے نہ سونا نہ چاندی اکھٹا کیا ہے اور نہ مال غنیمت ذخیرہ کیا ہے۔ اپنے کپڑوں میں دو پُرانے جوڑوں سے زیادہ کوئی اضافہ نہیں کیا ہے یہاں تک کہ ایک بالشت زمین کا بھی میں مالک نہیں ہوں۔ میری نظروں میں تمہاری یہ دنیا درخت بلُوط کے اس کڑوے پھل سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ میں اگر چاہتا تو شہدِ

مصفیٰ، گندم کے آٹے سے بھی لذیذ اشیاء اور قیمتی ریشم کے لباس سے آراستہ زندگانی اپنا سکتا تھا۔ وائے ہو مجھ پر کہ ہوائے نفس مجھ پر غالب آجائے۔ حرص و لالچ کے اُکسانے پر میں لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہوں جبکہ حجاز و یمامہ میں ایسا فرد بھی موجود ہو کہ جس تک نان شبینہ کی رسائی نہ ہو یا اس کو پیٹ بھر کھانا نصیب نہ ہو میں تو شکم سیر سو رہا ہوں اور میرے اطراف ایسے بھوکے افراد سو رہے ہوں جن کے پیٹ کمر سے چپک چکے ہوں۔ کیا لوگ مجھے تو امیر المومنینؑ کہیں اور میں ان کے دُکھ درد میں شریک نہ ہوں اور ان کی تکالیف سے بے خبر ہوں۔ میں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ لذیذ و عمدہ غذاؤں سے لطف اندوز ہو کر جوش و توانائی حاصل کروں۔ یا میری مثال ان رہا شدہ جانوروں کی مانند ہو کہ جن کا مطمع نظر صرف گھانس پھوس کی چرائی یا جو بھی ملے اس سے پیٹ بھر لیں اور اپنے مستقبل سے بے خبر ہوں۔

کیا ہم کو ایسے ہی عبث پیدا کیا گیا ہے؟

کیا ہماری زندگانی بازیچۂ اطفال ہے اور بس؟

کیا میں گمراہی کی رسی تھام کر ایسے ہی سرگرداں رہوں؟

گویا میں کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنوں کہ جیسے وہ کہہ رہا ہو۔ اگر ابوطالب کے بیٹے کی یہ ہی غذا ہے تو سستی اور کاہلی نے اسے آلیا ہے۔ اپنے ہم عصر بہادر پہلوان سے ہار گیا ہے۔

اے دنیا تو مجھ سے دور ہو جا، میں نے مہار تیری پشت پر ڈال کر تیرے جال اور چنگل سے رہائی پائی ہے۔ تیری پُر فریب اداؤں سے دوری حاصل کر لی ہے۔ کہاں ہیں وہ قد آور ہستیاں جنہیں تُو نے اپنے کھلونوں سے فریب دیا تھا۔

کہاں ہیں وہ اقوام جنہیں تُو نے زروزیورات کے ذریعے فریفتہ کیا تھا؟ اب جبکہ وہ سب اپنی اپنی قبروں میں گرفتارعذاب ہیں خدا کی قسم اے دنیا اگر تُو ایک مجسم اور صاحب احساس شخص کی حالت میں ہوتی تو میں ضرور تجھ پر حدود خدا جاری کرتا۔ کیونکہ تُو نے بندگان خدا کو اپنے پُر فریب جال میں پھانس کر اُنہیں دھوکا دیا لوگوں کو گشت وخون پر اکسایا، بڑوں بڑوں کو تُو نے نیست ونابود کروادیا ان کو بلاؤں ومصائب میں گرفتار کر کے کسی قابل بھی نہ چھوڑا۔ جو بھی تیرے جال میں پھنسا اس کی تباہی یقینی ہوئی۔ جس نے بھی تیرا سہارا لیا وہ غرق ہوا۔ اور جو تیرا شکار ہونے سے بچ گیا اس نے کامیابی حاصل کی۔ وہ تو تمام فکروں سے آزاد اس دنیا کو ایک گزرے ہوئے دن کی مانند تصور کرتا ہے۔ اُس کے لیے قبر کی تنگی اس کے لیے دنیا کی سختیاں بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

اے دنیا میری نظروں سے دور ہو جا، خدا کی قسم میں تیرے دام میں نہیں آؤں گا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ذلیل وخوار ہو جاؤں گا، اپنی مہار تیرے ہاتھ میں نہیں دوں گا کہ مجھے جہاں تُو چاہے لے جائے خدا کی قسم اس میں صرف میرے خدا کی مرضی ہے ایک قرص نان مل جانے پر بھی شادخوش ہو جاتا ہوں، سالن کی جگہ نمک پر ہی قناعت کرتا ہوں۔ آنکھوں سے اتنے آنسو بہاتا ہوں کہ چشمے بھی خشک ہو جائیں اور آنسو ختم نہ ہوں، کیا یہ مناسب ہوگا کہ پرندے پیٹ بھر کر کھائیں اور آرام سے سو جائیں، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ چرائی کے بعد اپنے گلّوں کا رخ کریں اور علی بھی انہیں کی طرح خوب کھائے پیئے اور آرام سے سو جائے اور ایک طویل مدت کے بعد ان دونوں کی مثال ایک ہی قرار دی جائے، نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں یہ تھی علی علیہ السلام کی حکومت جو کہ بہترین نمونہ اور بہترین مثل کے طور پر دوران غیبت امام (ع) نائبان وپیروکاران حضرت ولیعصر علیہ السلام کے لیے یہ ہی طرز حکومت کافی ہے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ بعض حاسدین وقت عادلانہ طرز حکومت کو برداشت نہ کر سکے اور جب وہ اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام ہو گئے تو آپ کو شہید کروادیا مرحوم علامہ سید رضی (رح) کی تالیف شدہ کتاب نہج البلاغۃ جس میں مولا علی علیہ السلام کے فرامین اور وہ خطوط جو آپ نے اپنے مقرر کردہ گورنروں، حکمرانوں کو تحریر کیے ان میں ایک مثالی حکومت کرنے کے زرین اصول درج ہیں جن پر عمل درآمد کے بعد ہر قسم کی ناانصافیوں سے چھٹکارہ پایا جاسکتا ہے۔

لہٰذا جہاں ہمارے فقہان ملت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امام زمانہ کی خواہش کے مطابق حتی المقدور مولا علی علیہ السلام کے زرین اصولوں کو اپنی لیے مشعل راہ بناتے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کریں اسی نقطہ نظر سے شیعیان ومنتظرین امام زمانہ علیہ السلام پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بھی ان فقہانِ ملت سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ان کے فرامین کی اطاعت کریں اور ہر قسم کی نافرمانی اور مخالفت سے اجتناب کریں۔

وہ لوگ جو ولایت فقیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مفادات اسلامی حکومت کے قیام کی وجہ سے خطرے میں پڑتے ہوئے دیکھ رہے ہیں یا پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے شروع ہی سے ولایت فقیہ پر تنقید کرنے اور اس پر اعتراض کرنے کی عادت سی اپنالی ہے۔ یہ ہی وہ اشخاص ہیں جو ہر وقت اسلام اور علمائے اسلام سے ناخوش رہتے ہیں۔ بے بنیاد اعتراضات اور غلط پروپگنڈے کے ذریعے اس کو نقصان پہنچانے کی فکر میں لگے

رہتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ دین اور سیاست الگ الگ ہیں۔

ایسے ہی لوگوں سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اور اسلامی اقدار کی حفاظت کرتے ہوئے ان فقہا اور نائبین امام کا درجہ خداوند کریم کے ہاں باقی تمام طبقات کے مقابلہ میں بہت بلند ہے۔ جیسا کہ دسویں امام حضرت علی بن ھادی النقی علیہ السلام کے قول سے واضح ہے مولا فرماتے ہیں۔

''امام زمانہ حضرت حجۃ ابن الحسن علیہ السلام کے زمانہ غیبت میں اگر یہ علمائے کرام وفقہای عظام اور دانشوران ملت نہ ہوتے، لوگوں کو قائم آل محمد کی طرف راغب نہ کرتے، ان کے فضائل و مراتب سے روشناس نہ کراتے، اپنے مُبیّن بَراھِین ودلائل کی بدولت آئین اسلام کا دفاع نہیں کرتے، کمزوروں کی مدد اور ان کو شیطان کے بچھائے ہوئے جال سے نجات نہیں دلاتے تو تمام مؤمنین دین اسلام سے مرتد و منحرف ہو چکے ہوتے اور ہر طرف لادینیت کا راج ہوتا۔ دین اسلام اور دین کی سرحدوں کے محافظ یہ ہی علمائے حقہ ہیں جن کی مثال اس بحری جہاز یا ہوائی جہاز کے چلانے والے کی سی ہے کیونکہ سارے مسافروں کی قسمت کا فیصلہ اس ہی کے ہاتھ میں ہے۔ (علمائے دین کا) یہ وہی دستہ ہے جس کی قدر و منزلت خداوند کریم کے نزدیک نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔

نیابت امام زمانہ علیہ السلام کے درجے پر فائز ہونے والے عالم وفقیہ میں پائی جانے والی خصوصیات کا جانچنا اور اس کو اس بلند مرتبہ پر فائز کرنا بھی ایک بڑا ہی دقت طلب مرحلہ ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا بھی ایک وسیع موضوع ہے جس پر اس وقت بحث کرنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

''کوئی شخص ایک پورے معاشرے کی رہبری کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لے لیتا ہے اور اگر اس معاشرے میں اس سے بھی اعلیٰ وارفع عالم، فقیہ موجود ہوا تو وہ معاشرہ قیامت تک رو بہ زوال رہے گا۔''

اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ ہر دور کے معاشرے میں ایک اعلیٰ درجہ کے عالم و عاقل فقیہ کو ترجیحی بنیاد پر فوقیت دی جاتی ہے اور اگر اسی فقیہ کامل کے علم میں یہ بات آ جائے کہ کوئی شخص مجھ سے بھی زیادہ عالم و فاضل ہے تو اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے منصب سے دستبردار ہو کر مسندِ مرجعیت اپنے سے اعلیٰ کے حوالے کر دے۔ کیونکہ اسلامی معاشرے کی ترقی کا دارومدار اسی کی رہبری میں مضمر ہے۔ ماضی کے حالات میں بھی یہی ملتا ہے کہ جس قوم کا رہبر لائق ہوگا وہی قوم بام عروج پر پہنچے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مسئلہ ولایت اور رہبری ملت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ ایک ہوشیار رہبر ہی بکھری ہوئی قوم کو یکجا کر سکتا ہے بصورت دیگر اس قوم کا زوال یقینی ہے۔

ولایت فقیہ کا مقصد ہی یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے دینی و دنیاوی اُمور کی سرپرستی کرنا اور اُمۃ مسلمۃ کی درپیش چیلنجوں سے احسن طریقہ سے عہدہ براء ہونا ہے اور یہ کام انتہائی مشکل اور بڑی ذمہ داری کا ہے۔ اس کام کے لیے صرف شائستہ ولائق افراد ہی اہل ہیں۔ بلکہ اور بھی واضح انداز میں اگر کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ایک ایسا شخص جو نائب و مددگارِ امام زمانہ علیہ السلام کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری انجام دیتا ہے گویا اس نے عملی طور پر سچ کر دکھایا اور امام کی نظروں میں سرخرو ہو گیا۔ آج کل کے دور میں ایسی ہی کوشش کو حکومت ولایت فقیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عمل تسلسل سے اِس پوری دنیا پر محیط ہے بالآخر پرچم لا إلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے سائے میں

زیرِ قیادت امام زمانہ ایک حکومت الٰہی کی صورت میں انجام پذیر ہوگا۔

انتہائی تابناک مستقبل کا حامل یہ دور انعام ہوگا انتظار کی سختیوں کا۔

تاریخ گواہ ہے کہ شیعہ قوم کو ابتدائے اسلام سے آج تک کیسی کیسی سختیوں و نشیب وفراز سے گزرنا پڑا ہے۔ اسلام کی اصل شکل بگاڑ کر کبھی اس دین میں بے سروپا رسومات وخرافات کی بہتات ہو جاتی ہے تو کبھی اصل شکل بھی دھندلی نظر آتی ہے۔ لیکن آفرین ہو اُس جرأتمند مرجعیت اعلیٰ کی قیادت کو کہ جس نے ہر دور میں اس طوفان کا پامردی سے مقابلہ کیا اور محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اس کی اصل شکل میں زندہ رکھا اور اس پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دی۔ لہٰذا موجودہ اور آئندہ آنے والے دور میں بھی تمام شیعیان حیدر کرار بالخصوص منتظرین امام زمانہ علیہ السلام تعلیمات ائمہ معصومین علیہم السلام سے متصادم ان گمراہ کن بے سروپا رسومات وخرافات کو سختی سے مسترد کردیں چاہے دشمن اور سازشی عناصر کی طرف سے ان گمرائن خُرافات ورسومات کو ولایت فقیہ کے نام اور ائمہ طاہرینؑ سے کتنا ہی منسوب کیا جائے۔ جو بعد میں امام زمانہ کی ناراضگی کا سبب بنے۔

امام زمانہ (ع) کے لیے دعا

معرفت کے ساتھ دعا کرنا کوئی آسان کام نہیں، یہ کوئی معمولی چیز کی طلب نہیں، بلکہ یہ تو ایک موقع ہے قادر مطلق سے رابطے کا یقیناً یہ حکم بھی ایک بے بس وعاجز بندے کی حاجت روائی کیلئے اپنے معبود تک پہنچنے کا بہانہ ہے۔ دعا ضرورتوں کے پورا ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ رحمت پروردگار کی جانب بڑھنے والا پہلا قدم ہے، قبولیت کی کُنجی ہے جس کے بغیر معبود کی قربت وراز ونیاز کی لذّت کا حصول ناممکن ہے۔ دعا کے بغیر اُوج بندگی اور عنایت خداوندی محال ہے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے :

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔"

"یعنی اگر دعا نہ ہوتی تو خداوندِ کریم تم پر توجہ نہیں فرماتا۔"

دعا بندگی کی معراج ہے۔ یہ ایک ایسی ڈھال ہے کہ جس کے سائے میں سکون سے سو سکتے ہیں۔ دعا تربیت نفس کا بہترین ذریعہ ہے۔ قدروں کی بلندی کا ذریعہ ہے۔ جس طرح ہر چیز کی ایک بنیاد و مرکزیت ہوتی ہے اسی طرح اللہ اور بندے کے درمیان رابطہ کی زنجیر بھی یہ دعا ہی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ عبادت کا مغز یا جوھر کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا:

"اَلدُّعاءُ مَخَّ الْعِبادَہ" یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا عبادت الٰہی کی زینت و استحکام کا باعث ہے۔ دعا عبادت کی پہچان ہے۔ دعا افضل ترین عبادت ہے۔ دعا کے ذریعے انسان عجز و انکساری کے ساتھ قربِ الٰہی کا حقدار بن سکتا ہے۔ دُعا ہی اصلی عشقِ الٰہی کا تشخص ہے اور پارسائی کی پہچان ہے۔

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام ایسے ہی افراد کے وصف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"وَالْقُرْآنُ شِعاراً وَّالدُّعاءُ دَثاراً۔"

"یہ ہی لوگ قرآن پاک کو اپنا لباس باطنی (روحانی) اور دعا کو لباس ظاہری (فولادی) قرار دیتے ہیں۔"

دوسرے لفظوں میں ہر قسم کی آفات و بلیات سے تحفظ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں گرچہ ہمارے اور آپ کے چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام سید الساجدین علیہ السلام نے اپنی ظاہری حیات کا ایک طویل عرصہ بنی امیہ کی طاغوتی طاقتوں کے اس سخت ترین اور پُر آشوب ترین دور میں گزارا، تبھی یہ فیصلہ کیا کہ قیامت تک کے لیے موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسا بیش بہا تحفہ رحمت فرمایا جائے جو عبد و معبود کے درمیان ایک لازوال رشتہ قائم کرنے کا بہترین وسیلہ ہو یہ آپ کی طرف سے تحفۂ الٰہی ہے۔ "صحیفۂ سجادیہ کاملہ" کے نام سے مشہور ہے۔

دعا کے ذریعہ ہی ہم اپنے پروردگار کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی

لیے اسلامی روایات کے مطابق دعا حقیقتاً روحِ عبادت ہے۔ خالق کے سامنے اپنے آپ کو نادار و حقیر اور بہت ہی چھوٹا ظاہر کرنے کا ذریعہ دعا ہے۔ غنی بالذات اور بے نیاز صرف وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ دعا سے روگردانی یا بے اعتنائی تکبّر و غرور کی علامت ہے اور بزبان وحی الٰہی گناہ عظیم و موجبِ عذاب الٰہی ہے۔ جیسا کہ سورۃ مبارکہ غافر آیت نمبر ۶۰۔ "اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِینَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبادَتِی سَیَدْ خُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْن۔"

"مجھ سے مانگو تاکہ میں تمہاری دعاؤں کو مستجاب کروں اور جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کریں گے وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل جہنم ہوں گے۔"

ایک اور مقام پر امام محمد باقر علیہ السلام مذکورہ آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ!

اس آیت میں عبادت سے مراد یہ ہی دعا ہے۔

"دعا اعلیٰ ترین عبادت ہے۔"

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ترک الدُّعاء مَعْصِیَۃ۔"

"دعا نہ کرنا گناہ میں شمار ہوتا ہے۔" (دُعا ترک کرنا گناہ ہے)

مولائے متقیان امیر المؤمنین علیہ السلام خداوند کریم کے نزدیک محبوب ترین اعمال کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اَحَبُّ الْاَعْمالِ اِلَی اللّٰہِ فی الْاَرْضِ الدُّعاءِ۔"

"روئے زمین پر خدا کے نزدیک بہترین عمل دعا مانگنا ہے۔" ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

"اَعْلَمُ النّاسِ بِاللّٰہِ سُبْحانَہُ اَکْثَرُھُمْ لَہٗ مَسْئَلَہ۔"

"خداوند کریم کے نزدیک دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں عالم ترین شخص وہ

ہے جو اپنے پروردگار سے کثرت کے ساتھ دعا مانگتا ہو۔"

ہاں...... پروردگارِ عالم کے سامنے اپنی ضرورتوں کو پیش کرنے کا نام دعا ہے۔ پروردگار کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس کے بندے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرے، دعا ہر حاجت کی کنجی ہے۔ دعا انسان کو تمام برائیوں سے دور کرنے اور اچھائیوں کو پانے کا ذریعہ ہے۔ دعا ذریعہ ہے اپنی شناخت اور افزائش بصیرت کا تا کہ ثابت قدمی سے کامیابی کی منزلوں کو پایا جا سکے۔

ہمیں چاہیئے کہ طلب دعا کا سلسلہ جاری رکھیں اور اپنی حاجتوں کو اس ذات سے مانگیں جو بے نیاز ہے۔ اپنی بے قراری اور کم مایگی کا اظہار صرف اور صرف اپنے پروردگار سے کر کے اپنی بندگی کا ثبوت دیں۔

جہاں ہم اپنے روزمرہ کے کاموں کو انجام دیتے ہیں وہیں ہمیں چاہیئے کہ اگر ہم اپنے آپ کو شیعیان علی علیہ السلام اور پیروکار و منتظرین امام زمانہ علیہ السلام ہونے کے دعویدار شمار کرتے ہیں تو دل کی گہرائیوں سے تمام خواہشات سے بے نیاز بارگاہ الٰہی میں اپنے امام کے جلد ظہور کی دعا کریں اور خداوند کریم کی آخری حجت علیہ السلام کی کی حکمرانی کے حسین دور کی حقیقی سعادت حاصل کریں۔

اسی لیے ہمیں اپنے محبوب امامؑ کی صحت و سلامتی، عزت و نصرت اور آپ کے مقاصد پورے ہونے کی دعا کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ امام زمانہ علیہ السلام اپنے شیعوں سے اس اَمر کے طلب گار ہیں کہ :

"اَکْثِرُوا الدُّعَاءِ بِتَعْجِيلِ اَلْفَرَجُ فَاِنَّ ذٰلِکَ فَرَجُکُمْ۔"

یعنی اے میرے چاہنے والوں تم لوگ میرے ظہور میں تعجیل کی بہت کثرت سے دعا کیا کرو کیونکہ اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔ جس کے نتیجے میں تم لوگ دنیا

کے سارے مصائب و آلام سے چھٹکارا پا جاؤ گے۔ نصرت امامؑ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے ہر قسم کی ریاکاری سے پاک ظاہری اور باطنی طہارت کے ساتھ خواہشات نفسانی سے بے نیاز انتہائی مضطرب و بیقراری، تضرع وگریہ وزاری سے دنیا و آخرت کی سلامتی کیلئے صرف ذات الٰہی سے درخواست کریں، کسی اور کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ذات ہمیں کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ صحیفہ سجادیہ میں اٹھائیسویں نمبر کی دعا میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ :

"پروردگارا میرا واسطہ صرف تجھ ہی سے ہے اور اگر کوئی تیرے علاوہ ایک محتاج کسی دوسرے محتاج کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو اُس کو سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور یہ تو سراسر عقل کا فتور اور حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک اور مقام پر صحیفہ سجادیہ کی تیرہویں دعا میں ہم یہ پڑھتے ہیں۔

"ہر وہ شخص جو اپنی ضروریات کی جھولی بھرنے کے لیے صرف خداوند کریم سے رجوع کرتا ہے تو گویا اس نے صحیح راہ کا انتخاب کر لیا، لیکن اگر اُس شخص نے اپنی تنگدستی دور کرنے کیلئے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو وہ ناکام و نامُراد ہی رہے گا۔ ایسا شخص آخر کار تیری ہی بارگاہ سے تیری ہی عطاء و تیرے احسان کا طلب گار ہوگا۔ یہ ہی سبب ہے کہ ظہور امام زمانہ علیہ السلام کے طفیل معاشرے کی اجتماعی، علمی، اخلاقی اور سیاسی مشکلات کی بند گراہیں کھلتی چلی جائیں گی اور معاشرہ اس گھٹن زدہ ماحول سے نکل آئے گا۔ بشرطیکہ اس عظیم مقصد کی جانب بڑھنے والے قدم معرفت امامؑ کے جذبے سے سرشار ہوں، گویا اس نے ثابت قدمی کے ساتھ آپکی عدل و انصاف پر مبنی عالمگیری سطح پر اسلامی حکومت کی جانب قدم بڑھا۔

ہوں۔ اگر وہ اپنی پُر خلوص نیت مثبت سوچ و عمل سے تعجیل ظہور امام علیہ السلام کے تقاضے بھی پورے کر رہا ہو تو گویا اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔ اس کے برعکس صرف لقلقہٗ زبانی الفرج کرتا رہے تو مطلوبہ نتائج نہیں پا سکے گا اور اس کی ساری کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ دعائے کامل ہی دراصل دل سے پھوٹنے والی چاہت زبان پر آ کر ختم ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی شعاعوں کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہے اسی طرح ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے اردگرد پھیلے ہوئے اندھیروں کو دعاؤں کی روشنی سے منور کریں جس کے نتیجے میں اپنے اندر ایک گہری تبدیلی محسوس کریں گے اور دعا کی سیڑھی کو عالمِ ملکوت تک رسائی اور ایک انسانِ کامل کے درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیں۔

دعائے کامل کی شرائطِ کاملہ میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والا بڑی تضرع وگڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنے معبود سے ہمکلام ہو۔ جیسا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُلِحِّینَ فِی الدُّعاءِ۔"

یعنی خداوند کریم اندازِ دعا میں تضرع وگڑگڑاہٹ کو پسند کرتا ہے۔ مولائے متقیانؑ ایسی صفات کے حامل افراد کو پرہیزگار کے طور تعبیر کرتے ہیں جو لوگ پوری توجہ اور مکمل تنہائی میں اپنے رب کو یاد کرتے ہیں بقول معصوم :

"عَظُمَ الخالِقُ فِی أنفُسِہِم فَصَغُرَ مَا دُونَہُ فِی أَعْیُنِہِم۔"

یعنی جب خالق دو جہان کی عظمت و کبریائی اُن کے دلوں میں اتنی بڑی ہے تو خداوند کریم کے علاوہ ہر چیز یا ہر شئی اُن کی آنکھوں میں بے معنی ہے۔

اب ان ساری شرایط کا یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ اگر ہم اپنے مولا کے

لیے خلوص دل سے دعا کریں گے تو امام زمانہ علیہ السلام بھی ہمارے لیے اسی جذبے کے ساتھ ہمارے حق میں دعا کریں گے دعا الٰہی کے ذریعے ہم تمام مصائب و آلام سے چھٹکارہ حاصل کرتے ہوئے امام زمانہ (ع) کی شفاعت حاصل کر سکتے ہیں اور جس کے ذریعے آپؑ کے شیعہ و منتظرین امامؑ خداوند متعال کے لطف و کرم کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی سلسلے میں آپؑ کے پدر بزگوار حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میرے فرزندؑ کے زمانہ غیبت میں دعائے فرج کے ذریعے ہر قسم کی فتنہ انگیزی، گمراہیوں، کجرویوں، لغزشوں سے امان میں رہا جا سکتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں :

بحکم خدایا (خدا کی قسم) میرا فرزند جب غیبت کرے گا اس کے زمانہ غیبت میں ہلاکت و گمراہی سے نہیں بچ سکے گا مگر وہ شخص جسے خداوند کریم اپنے امامؑ کی معرفت اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے اور انؑ کے جلد ظہور کی دعا کرنے کی توفیق نہ عطا فرمائے۔

موجودہ پرآشوب دور میں شیعیان و منتظران امامؑ کو (دعا برائے تعجیل ظہور) کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ و بزرگ ترین نعمتوں میں سے آپؑ کے وجود اقدس جیسی نعمت سے ہم محروم ہیں۔ جبکہ امت مسلمہ کے چاروں اطراف خطرات منڈلا رہے ہیں ہر طرف سے دھمکیاں مل رہی ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ سے نبرد آزما ہونے کا بہترین ہتھیار یہی دعا کرنا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"کیاتم لوگ یہ چاہو گے کہ میںؐ تمہیں ایک ایسے ہتھیار کی نشان دہی کروں کہ جوتم کو دشمن سے بھی محفوظ رکھے اور تمہاری روزی میں بھی اضافہ کرے۔"

اصحاب نے جواب دیا۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

"تَدْعُونَ رَبَّكُمْ بِاللَّيلِ وَالنَّهارِ ، فَانَّ سِلاحُ الْمُؤمِنِ اَلدُّعاء۔"

"اللہ تعالیٰ سے شب وروز دعا کرتے رہا کرو جیسا کہ دعا کرنے کا حق ہو کیونکہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔"

ہمارے گیارہ اماموںؑ اور ھادیان حق نے خود بھی امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور پُرنور کی دعا فرمائی اور دوسروں کو بھی دعائے ظہور کی تلقین کی۔

صاحبُ الزمان علیہ السلام کیلئے دعا کی تاکید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے صحابی یونس بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں۔

(اِنَّ الرِّضا علیہ السلام كانَ يَأمُرُ بِالدُّعاءِ بصاحِبِ الْأَمرِ)

مرحوم علامہ امینی " اپنی کتاب الغدیر میں لکھتے ہیں۔

جس وقت دعبل خزاعی نے امام زمانہؑ کو یاد کرتے ہوئے آپ کی شان میں اپنا ایک مشہور قصیدہ کہا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھ کر اُس کی تواضع وستائش کی اور اپنے پوتے کے لیے یہ دعا کی۔ "اَللّٰهُم عَجِّلْ فَرَجَهُ وَسَهِّلْ مَخرَجَهُ۔"

"یا اللہ اپنی آخری حجت کے ظہور میں تعجیل فرما اور اس کے ظہور میں آسانی فرما۔" اس کے بعد سامعین کے لیے حکومت الٰہی کے دور کی خصوصیات بیان کیں۔

اسی طرح دسویں امام حضرت علیؑ بن محمدؑ النقیؑ نے بھی کسی سائل کے جواب کہ جس میں اُس نے پوچھا تھا کہ مولاؑ زمانہ غیبت امامؑ میں ہم شیعوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا۔ مومنین کو چاہیئے کہ وہ عجز وانکساری اور رقت آمیز طریقہ سے پرآشوب حالات میں کشائش کی دعا کریں اور ہمہ وقت حالت انتظار میں رہیں۔

ساتویں امام موسیٰ علیہ السلام بن جعفر علیہ السلام الکاظم، امام زمانہ (ع) کے حق میں اس طرح یہ دعا فرماتے تھے۔

"یا اللہ تُو اپنی آخری حجت (ع) کے حکمِ ظہور میں تعجیل فرما اور اُن کی مدد فرما۔ اُن کے ذریعے سے اپنے دین کی حفاظت فرما جو کہ دشمنوں اور منافقوں کے ہاتھوں یرغمال (لوٹا) جارہا ہے۔ اس میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں کی جارہی ہیں۔ حلال محمدؐ حرام کیا جارہا ہے اور حرام محمدؐ حلال کیا جارہا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ہر وہ شخص جو مصیبت میں صبر کرے دعاؤں کے وسیلہ سے ظہور امامؑ کی اپنے ربّ سے تمنا کرے اس کا شمار خاص لوگوں میں ہو۔" دوسرے مقام پر دعائے عہد پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو شخص چالیس دن تک دعائے عہد پڑھتا رہے اس کا شمار ناصرینِ امام زمانہ علیہ السلام میں ہوگا اور اگر وہ ظہور امامؑ سے پہلے انتقال کر گیا تو خداوند کریم اس کو قبر سے نکلوائے گا اور دعائے عہد کے ہر لفظ کے بدلے ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور اسی طرح ہزار گناہ محو کردیئے جائیں گے۔

امام جعفر علیہ السلام بن محمد علیہ السلام الصادق کے صحابی عبّاد بن محمد مدائینی فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ بعد نماز ظہر امامؑ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور دعا میں مشغول ہو گئے میں نے پوچھا مولاؑ میری جان آپؑ پر قربان کیا آپ اپنے لیے دعا فرما رہے تھے؟ امامؑ نے جواب دیا۔

"دَعَوْتُ لِنُورِ آلَ مُحَمَّدٍ وَّسائِقِرَهُمْ وَالْمُنْتَقِمِ بِاَمْرِ اللّٰهِ مِنْ اَعْدَائِهِمْ۔"

میں دعا کر رہا تھا نور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو پردہ غیبت میں ہوگا اور بحکم خدا دشمنان محمد و آل محمد سے انتقام لے گا۔ اسی طرح یحییٰ بن فضل نوفلی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے مولا حضرت امام موسیٰ علیہ السلام ابن جعفر علیہ السلام نے بعد نماز عصر اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور کچھ پڑھنے لگے۔ میں نے آقاؑ سے پوچھا کہ آپؑ کس کے لیے دعا فرما رہے تھے۔ مولاؑ نے جواب دیا مہدی علیہ السلام آل محمدؑ کے لئے۔ پھر فرمایا :

میرا بابا اس کے وجود پر قربان ہوں پھر ان کی (ع) جسمانی خصوصیات بیان کیں۔ زندہ دل، گھنی بھنویں، پتلی رانیں، چوڑے شانے، مضبوط جسم، گندمی رنگت جو کہ تہجد و شب بیداری کی وجہ سے زردی مائل ہے۔ میرے بابا فدا ہوں جس پر کہ جو شب و روز عبادت الٰہی میں گزارتے ہوئے گردش دوراں پر نظر رکھے ہوئے ہوگا۔ میرے بابا قربان اُسؑ پر کہ جو کسی بھی تنقید و ملامت کی پرواہ نہیں کرتا، جو گھٹاٹوپ اندھیرے میں چراغ ہدایت ہے۔ میرے باباؑ قربان ہوں اس پر کہ جو حکم الٰہی سے قیام کرے گا۔

غیبتِ صغریٰ کے زمانے میں امام زمانہ علیہ السلام کے دوسرے نائب محمد بن عثمان سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آخری بار حضرت حُجّة علیہ السلام ابن

الحسن علیہ السلام العسکری کو خانہ کعبہ میں اپنے ظہور میں تعجیل کی دعا فرماتے ہوئے دیکھا آپؑ کچھ اس طرح دعا فرما رہے تھے۔

"اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَاوَعَدْتَّنِیْ۔"

"خدایا تُو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اُسے جلدی پورا کر۔"

امام حسن علیہ السلام عسکری فرماتے ہیں۔

یا اَحْمَدَ بْنَ اِسْحٰقٍ لَوْلا کَرَامَتُکَ عَلَی اللّٰهِ وَعَلٰی حُجَّجِہٖ ما عَرَضْتُ عَلَیْکَ اِبْنِی هٰذا وَاَنَّه سَمِیُّ رُسولُ اللّٰهِ وکُنِیَّتَهُ الَّذِی یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وعَدْلاً کَمامُلِئَتْ جَوْراً وَظُلْماً......

وللّٰهِ لَیُغَیِّبَنَّ غَیْبَهُ لا یَنْجُو فِیْهَا مِنَ التَهْلُکَهُ اِلَّا مَنْ ثَبَتَهُ اللّٰهِ عَلٰی القولِ بِاِمامَتِهٖ ووَفَّقَهُ الدُّعاءِ بِتَعْجِیْلِ فَرَجِهٖ۔

"اے احمد بن اسحاق اگر تم خداوند کریم اور اس کی حجتوں (ائمہ کرامؑ) کے نزدیک معزز و مکرم نہ ہوتے تو میںؑ کبھی بھی اپنے فرزند (اللہ کی آخری حجت) کو تمہارے سامنے نہ لاتا۔ یہ وہی ہے جو ہم نام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، یہ وہی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ ظلم و ستم سے پُر ہو چکی ہوگی۔ خدا کی قسم اس کے زمانہ غیبت میں کوئی شخص بھی ہلاکت و گمراہی سے نہ بچ پائے گا مگر یہ کہ خداوند کریم اس کو اپنے امام وقت کی امامت پر ثابت (قدمی سے برقرار) نہ رکھے جس کو دعا برائے تعجیل ظہور کی توفیق نہ بخشی ہو۔"

حضرت امام جعفر علیہ السلام صادق دعا برائے تعجیل ظہور امام زمانہ کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مَنْ قَالَ بَعْدَ صَلاۃِ الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَهُمْ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يُدْرِكَ الْقَائِمَ۔"

"جو شخص بعد نماز صبح وظہر محمد و آلِ محمد پر صلواۃ بھیجے اور تعجیل ظہور کی دعا کرے وہ نہیں مرے گا جب تک اپنے امامؑ سے ملاقات نہ کرے۔"

کیا ہی اچھا ہوتا کہ شیعیان حیدر کرارؑ اپنے امام زمانہؑ کی عزت وسلامتی، نصرت وکامرانی اور تعجیل ظہور کے لیے خداوند کریم کے حضور ایک آواز ہو کر پُرخلوص اور انتہائی تضرع وگریہ وزاری کے ساتھ آسانی ظہور کی درخواست پیش کریں۔ ہوسکتا ہے کہ خداوند مہربان اپنی نگاہ کرم سے ہماری اس حقیقی محبت وبیقراری کو دیکھتے ہوئے بادلوں کی اوٹ سے اس خورشید تاباں کے ظہور کا حکم فرما دے۔ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جس میں موجودہ ظلمت وتاریکی نور درخشان میں تبدیل ہوجائے گی۔ یقیناً اس نیر تاباں نور مجسم کی آمد سے ہمارے مردہ دل وروح دوبارہ زندہ ہوجائیں گے اور یہ ہی تلخ زندگی ناقابل بیاں لذت بخش احساس سے لبریز ہوجائے گی۔ ایک ایسی مٹھاس جس کی کوئی نظیر نہیں۔

دعاؤں کے ذریعے انسانی زندگی میں ملنے والی ظاہری وباطنی فائدے

انسانی زندگی پر دعا ومناجاتِ الٰہی اور معبود حقیقی سے راز ونیاز کی باتوں کے اثرات وفوائد کے بارے میں تو بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور جگہ جگہ اس کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

اب ظاہری طور پر تو ہمیں جو نظر آتا ہے وہ یہ کہ قبولیتِ دعا کے نتیجے میں ہم اپنے دل کی مرادیں پالیتے ہیں اور خوش بھی ہوجاتے ہیں۔ لیکن باطنی طور پر اس کے اثرات دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں جن میں قابل ذکر فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو اسی دنیا میں یہ پیکر انسانی ہر قسم کی کثافتوں سے پاک ہوکر پیکر نورانی میں ڈھل جاتا ہے (یاد رہے اس سے مراد درجات کی بلندی ہے نا کہ نورانی ہستیوں سے یا برابری تقابل) پھر مرنے کے بعد باقیاتُ الصالحات کی شکل میں فوائد جاریہ سے بھی مستفید ہوتا رہتا ہے۔

دوسرے نقطہ نظر سے دعا میں انفرادی واجتماعی طور پر بہت سی حکمتیں بھی پوشیدہ ہیں ان نقائص کی نشاندہی پر ان روحانی بیماریوں کے علاج کی راہ بھی نکالی

جاسکتی ہے۔

دعا توجہ واستغفار کا دروازہ ہے، دعا انسان کو بارگاہ ایزدی میں سُرخرو کرنے کے لیے ہر قسم کی لغزشوں، کوتاہیوں شرمندگیوں سے روکتی ہے۔ ارشادات معصومین علیہم السلام کے مطابق دعا کی بہترین صورت وہ ہے کہ جس میں سوز وگداز، تشنگی ہوشرمندگی ہو اور بیقراری ہو نہ کہ بیزاری، سرکشی اور بے توجہی ہو۔

دعا انسان کو خدا کے نزدیک کردیتی ہے۔ بندۂ عاجز کے دل کو علم وآگہی کی روشنی سے منّور کردیتی ہے اور ایمان کو مضبوط کردیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں دعاؤں کے قبولیت آسان ہوجاتی ہے۔ دعا الٰہی خزانوں کی کنجی ہے۔ بلاؤں کی دوری کا ذریعہ ہے۔ نعمتوں اور رحمتوں کے حصول کا راستہ ہے۔ دعا عبادت کی جان ہے۔ جو کوئی بھی دعا کے ہتھیار سے ناواقف ہے وہ ہمیشہ اپنی زندگی میں اپنے آپ کو غیر محفوظ بھٹکا ہوا اور بے یارومددگار محسوس کرے گا۔ حضرت امام علی علیہ السلام ابن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

"اَلدُّعاءِ یَبْتَعُ الْبَلاءَ نازِلٌ وَمالَمْ یَنْزِلُ۔"

یعنی دعا تمہاری جانب بڑھنے والی بلاؤں کو روکتی ہے اور وہ بلائیں ومصیبتیں اگر تم دعا نہ کرتے ہو تم ان کا شکار ہوجاتے۔

قول مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام :

"ثُمَّ جَعَلَ فِیْ یَدِکَ مِفاتِیْحَ خَزائِنِہ، بِما اَذِنَ فِیْہِ مِنْ مَسْئَلَۃِ۔"

"خداوند کریم نے اپنے تمام خزانوں کی چابیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی ہیں اور تم کو اس بات کی اجازت بھی دے دی ہے کہ جو چاہو مانگو یہ اس انسان کی اپنی صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ وہ ان کنجیوں کو درست طریقہ سے کام میں لاتا ہے یا

نہیں انسان کو قدم قدم پر اپنے پروردگار سے رابطہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

دعا رزق وروزی میں زیادتی کا سبب ہے۔ دعا کرنے والا شفاعتِ پیغمبرؐ کا حقدار ہے۔ ہر قسم کے فتنوں سے نجات کا ذریعہ ہے یا گناہوں کی بخشش کا موجِب ہے۔ قُربِ الٰہی وتکمیل ایمان کا سبب ہے۔ دعا باطل سے مقابلہ کرنے میں روحانی برتری کے سبب نصرت وکامرانی کا ذریعہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ یہ سچ ہے کہ خداوند کریم اپنے بندگان مومنین میں سے جو زیادہ دعا کرتے ہیں پسند کرتا ہے۔ اسی واسطے طلوع سحر سے طلوع آفتاب تک دعا کرنا چاہیئے کیونکہ اس موقع پر آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ رحمت کی ہوائیں چلتی رہتی ہیں، رزق کی تقسیم ہوتی رہتی ہے بڑی سے بڑی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

امام زمانہ علیہ السلام کے حق میں دعا کرنے کے فوائد

امام زمانہ علیہ السلام کے حق دعا کرنے کے بے شمار فائدے ہیں ان میں سے چند ایک کو بیان کیا جارہا ہے۔

۱۔ نعمتوں کی فراوانی۔
۲۔ شیطان مرُدود کی بے چینی۔
۳۔ آخری زمانہ کے فتنوں سے امان میں رہنا اور ان سے نجات پانا۔
۴۔ آنخضرت کے حق کو ادا کرنا۔ جبکہ حق کی ادائیگی واجب ہے۔
۵۔ امام زمانہ علیہ السلام کی دعا حاصل کرنے کا ذریعہ جو کہ ہر خیر وشر کی کنجی ہے۔
۶۔ قیامت کے روز آنخضرت کی شفاعت سے بہرہ مند ہونا جو کہ یقیناً کبھی رد

نہیں ہوسکتی۔ آپ اپنے چاہنے والوں کو کبھی بھی جہنم میں نہیں جانے دیں گے۔

جیسا کہ مولائے متقیانؑ نے قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا ہے کہ :

"وَالْمَهْدِیُّ شَفِیعُهُمْ۔"

یعنی قیامت کے روز حضرت مہدی علیہ السلام ہی اپنے شیعوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس دن مرضی خدا کے بغیر کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

۷۔ ہمارے مولا حضرت حجتؑ کا ظہور جلد ہوگا، جیسا کہ آپؑ خود فرماتے ہیں۔

"اَکْثِرُوا الدُّعاءِ تبعجیل الْفَرَجُ فأنَّ ذٰلِکَ فَرَجُکُمْ۔"

(توقیع امام زمانہ ع)

"یعنی تم لوگ میرے ظہور کی دعا کثرت سے کیا کرو کیونکہ اسی کے ذریعے تمہاری ساری مصیبتیں اختتام کو پہنچیں گی۔"

۸۔ دعا کرنے والا قیامت کے روز سختی حساب کتاب سے امان میں رہے گا۔

۹۔ ہر وہ محفل جس میں امام زمانہ (ع) کے لیے دعا کی جارہی ہوگی باعث نزول ملائکہ ہوگی۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اسلام کی خوشنودی کا سبب ہوتی ہے۔

۱۱۔ انسانوں سے ہر قسم کی پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔

۱۲۔ درازی عمر کا سبب بنتی ہے۔

۱۳۔ آخرت کی سزاؤں کی پیش بندی کا سبب بنتی ہے۔

۱۴۔ پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی شفاعت کا موجب ہوتی ہے۔

۱۵۔ فوت ہونے کے بعد زمانہ ظہور امام مہدی عجل اللہ فرجہ میں دوبارہ اس دنیا میں واپسی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

۱۶۔ بارگاہِ خداوندی میں قبولیتِ عبادات کا موجب بنتی ہے۔

۱۷۔ دعا کرنے والا قیامت کے روز ائمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ محشور ہوگا۔

۱۸۔ ملائکہ اور فرشتے بارگاہِ خداوندی میں دعا کنندہ کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں۔

۱۹۔ زمین اور اس کے مکینوں پر نزولِ رحمت خداوندی کا ذریعہ بنتی ہے۔

۲۰۔ دعا کرنے والے کے لیے امام زمانہ علیہ السلام سے شرف ملاقات کا سبب بنتی ہے چاہے خواب میں ہو یا بیداری میں۔

۲۱۔ دعا کنندہ اپنے دل میں نور امامت کو محسوس کرتا ہے۔

۲۲۔ انتقامِ خونِ امام حسین علیہ السلام کے اجر کا حقدار بنتا ہے۔

۲۳۔ امام زمانہ (ع) کے لیے دعا کرنے والا آپ (ع) کے زیر پرچم شہید ہونے کے ثواب کا حقدار ٹھہرایا جاتا ہے۔

۲۴۔ جنت الفردوس میں بلندی درجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

۲۵۔ دعا کنندہ اس ثواب کا حقدار بن جاتا ہے گویا اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہو۔

۲۶۔ دعائے حضرت سجاد علیہ السلام جس کے ان گنت فائدے ہیں ان سے بہرہ مندہ ہو جاتا ہے۔

۲۷۔ دعا کنندہ کی دعاؤں کے سبب شیطان مردود کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔

۲۸۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمۃ طاہرین علیہم السلام کی نظر میں معزز ترین فرد بن جاتا ہے۔

۲۹۔ آنحضرت (ع) کے حق میں دعا کرنا اطاعت اُولی الامر کے زمرے میں آتا

ہے جو کہ واجب ہے۔

۳۰۔ قیامت کے دن شفاعتِ سیدۂ کونین علیہا السلام نصیب ہوگی۔

۳۱۔ آنحضرت (ع) کے لیے دعا کرنا ہر قسم کی خیر و برکتوں کا سبب ہوتی ہے۔

۳۲۔ آنحضرت کے لیے دعا کرنے سے روحانی بلندی حاصل ہوتی ہے اور دعا کرنے والے شخص سے ہر قسم کی مایوسی، ہم و غم اور نا اُمیدی دور ہو جاتی ہے۔

۳۳۔ عذاب الٰہی سے بچا رہتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ آیت کریمہ ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْ وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰری وَ الصّٰبِیِٔیْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یُحْزَنُوْن۔" (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶)

یعنی۔ وہ لوگ جو ایمان (رسول اللہ پر) لائے اور وہ لوگ جو یہودی (اپنے پیغمبر کے دور میں)، نصرانی (اپنے پیغمبر کے دور میں) اور صابیب بے دین ہوئے، اللہ پر ایمان لائے، روز قیامت پر ایمان لائے اور اعمال صالح انجام دیئے، پروردگار کے ہاں آن کی جزاء محفوظ ہے۔ نہ ہی انہیں کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی پریشانی۔

۳۴۔ امام زمانہ (ع) کے حق میں دعا کرنے والا مومن قرآنِ پاک سے نورِ ہدایت پانے کی صلاحیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

امام زمانہؑ کے حق میں دعا کرنے کے اوقات

اوقاتِ دعا برائے تعجیل ظہور امام مہدی علیہ السلام روایات و شواہد کی روشنی میں۔

1۔ ہر واجب نماز کے بعد۔

2۔ بعد نماز ظہر (جیسا کہ قول امام جعفر صادق علیہ السلام، آپؑ فرماتے ہیں جو شخص بعد نماز صبح و ظہر کہے۔ "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَھُمْ"

پروردگارا محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام بھیج اور اپنی آخری حجت کے کام کو آسان فرما۔ وہ نہیں مرے گا مگر یہ کہ وہ اپنے امام زمانہ (ع) کے دیدار سے شرف یاب ہوگا۔

۳۔ بعد نماز عصر۔

۴۔ بعد نماز صبح۔

۵۔ نماز شب کے دوران ہر دو رکعت کے بعد۔

۶۔ ہر صبح و شام۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ جس کا ذکر شیخ کلینی (رح) کی کتاب اُصول کافی میں تفصیل سے درج ہے جس میں ہر روز صبح و شام اس ذکر کے ورد کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اسی امر پر دوسری دلیل بمطابق قول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جو شخص چالیس صبح دعائے عہد کو پڑھے اس کا شمار ناصرانِ و یارانِ امام زمانہ (عج اللہ فرجہ) میں ہوگا۔

۷۔ ہر دن کے آخری لمحات میں۔

اس امر کی تشریح کچھ یوں ہے ہر دن کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر گھنٹہ کسی ایک امام سے منسوب ہے معتبر کتب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس حصے میں اسی امام کی زیارت پڑھنی چاہیے اور کیونکہ آخری گھڑی ہمارے بارھویں امام (ع) سے منسوب ہے لہٰذا اس موقع پر یہ ہی دعا پڑھنی چاہیئے۔

۸۔ جمعرات کے دن میں۔

روایات میں ملتا ہے کہ ہمارے سارے اعمال ہر جمعرات کو پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ کرامؑ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں اسی طرح روایت میں ملتا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہر جمعرات کو اپنے دوستوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ پر ہمیں بھی چاہیے کہ اس احسان کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے امام زمانہ علیہ السلام کے لیے دعا کریں جیسا کہ وہؑ ہمارے لیے دعا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری اُمت کے اعمال ہفتہ میں دو مرتبہ ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں ایک مرتبہ پیر کے روز دوسری مرتبہ جمعرات کے روز۔

۹۔ شب جمعہ۔

کیوں کہ روز جمعہ امام زمانہ علیہ السلام سے منسوب ہے لہٰذا اس مقدس رات کو جمعہ کے دن سے متصل کرتے ہوئے عقیدتاً اس رات بھی ہم اپنے امام کے حق میں دعا کریں دوسرے یہ وہ رات ہے کہ جس میں ہر انسان کے اعمال امام کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔

۱۰۔ روزہ جمعہ۔

جمعہ المبارک منسوب ہے امام زمانہ علیہ السلام سے لہٰذا خاص طور پر نماز صبح، ظہر وعصر اور نماز جمعہ کے بعد تعجیل ظہور اور آنحضرتؑ کی صحت وسلامتی کے لیے خصوصی دعا کرنا چاہیے کیونکہ اسی روز آپ کا ظہور ہوگا، (۲) اسی روز آپؑ کی ولادتِ باسعادت واقع ہوئی۔ (۳) اسی روز آپؑ کو مقام امامت عطا ہوا۔ (۴) اسی روز آپؑ اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے اور فتح ونصرت کے پرچم لہرا رہے ہوں گے۔ (۵) اسی روز اللہ تعالیٰ کا آپؑ سے اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے عہد وپیمان ہوا۔ (۶) اسی روز روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جانب سے لفظِ اَلْقائم (ع) آپؑ کو عطا ہوا۔ (7) اسی روز مذکورہ لفظ کو آپؑ کے دوسرے القاب میں شمار کیا گیا۔ (۸) اسی روز قیامت وروز حساب وکتاب منعقد ہوگا۔

اسی لیے اس دن کا تقدس سارے ایّام سے برتر ہے۔ چار عیدوں میں سے ایک عید یہ ہی جمعہ کا دن ہے۔ ہمارے آقا ومولا حضرت امام علی علیہ السلام النقی رسول خداؐ کی ایک حدیث مبارک کی تشریح میں کچھ یوں فرماتے ہیں۔

''ہفتہ کے سات دنوں سے دشمنی نہ کرو بصورت دیگر پھر یہ بھی تم سے ویسا ہی سلوک کریں گے۔ پھر آپؑ نے فرمایا وہ سارے ایام ہم لوگ ہیں۔ یہاں تک کے آپ نے فرمایا جمعہ میرا پوتا ہے اہل حق اس کے گرد جمع ہوں گے۔''

جیسا کہ ہمؑ جمعہ کے روز جو کہ آپؑ سے منسوب ہے آپؑ کی زیارت میں یہ عبارتیں پڑھتے ہیں۔ ''اے میرے آقا ومولا آپ پر اور اہلِ بیتؑ پر خدا کا درود وسلام ہو آج ہی کے دن آپؑ ظہور فرمائیں گے۔ آپؑ ہی کے ہاتھوں مومنین دکھوں اور پریشانیوں سے نجات پائیں گے، مولاؑ میں آج آپؑ کا مہمان ہوں آپؑ بھی کریم ابن کریم ہیں، آپؑ ہی پناہ دھندہ ہیں میری مہمانداری کیجئے اور مجھے

اپنی پناہ میں رکھیں۔(الٰہی آمین)

۱۱۔ روزِنوروز (۲۰مارچ یا۲۱مارچ)

نوروز کا دن بوقت تحویل آپ کے حق میں اور تعجیل ظہور کے لیے بہترین وقتِ دُعا ہے۔

۱۲۔ روزعرفہ۔

عرفہ کا روز گرچہ اس کا شمار عید میں نہیں ہوتا پر یہ وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کو حج وعبادت کی سعادت نصیب فرمائی اور اپنی سخاوت واحسان کا دستر خوان ان کے لیے پھیلا دیا شیطان مردود جتنا اس دن ذلیل وخوار وغضبناک ہوتا ہے شاید کسی دن نہیں ہوتا ہوگا۔

اسی دن سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک سائل کو جو مانگتا پھر رہا تھا کہا کہ!

وائے ہو تم پر کہ آج کے روز تم خدا کے بجائے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے ہو۔روز عرفہ یہ وہی دن ہے کہ جس دن نہ صرف وہ لوگ جو اس دنیا میں آ چکے ہیں بلکہ وہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں لطف وکرم الٰہی کے حقدار ہوں گے۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق یہ دن شیطان کے لیے بڑا سخت ہے۔ عرفہ کے روز غروب آفتاب کے قریب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کرو میں ایک خاص بات کہنے جا رہا ہوں، جیسے ہی لوگ خاموش ہوئے آپؐ نے فرمایا۔

"اِنَّ رَبَّكُمْ تَطَوَّلَ عَلَيْكُمْ فَغَفَرَ لِمُحْسِنِكُمْ وَشَفَعَ مُحْسِنَكُمْ فِي

مُسِيْئِكُمْ فَأَفِيْضُوا مَغْفُوْرًا لَكُمْ۔"

اے لوگوں یہ خداوند کریم کا تم پر کرم واحسان ہے کہ اُس نے تمہارے نیک وصالح بندوں کے صدقے میں تمہارے بُروں کی کوتاہیوں اور گناہوں سے چشم پوشی کی۔جان لو کہ تم سب اس کی رحمت سے معاف کر دیئے گئے ہو واضح رہے کہ اس موقع پر یہ فقرہ "اَلَا اَهْلِ التَّبِعَاتِ" یعنی اس عفو ودرگزر میں وہ لوگ شامل نہیں جنہوں نے کسی کا حق غضب کیا ہو۔

جیسا کہ روز عرفہ امام سجاد علیہ السلام اپنی دعاؤں اور مناجات میں یہ فرماتے ہیں خدایا جیسے تُو نے آج کے دن اپنے بندوں پر عفو ودرگزر کے ذریعے رحمتوں کی بارش برسادی اپنے لطف وکرم سے ان کی جھولیوں کو بھر دیا کوئی خالی ہاتھ نہ رہا ویسے ہی آج کے مبارک دن اپنے آخری ولی امام حجت علیہ السلام کی مدد فرما ان کو نصرت وکامرانی عطا فرما۔ان کے ظہور میں آسانیاں پیدا کر۔ان کی کمر کو مضبوط کر دے، طاقت ور ترین ہونے میں ان کے بازوؤں میں طاقت بھر دے، ان کو اپنے حفظ وامان میں رکھ، ان کو اپنی فاتح ترین افواج کے ذریعے مدد فرما۔اپنے پیارے نبیؐ کے ذریعے نازل ہونے والی کتاب وشریعت کے نفاذ میں امام زمانہ (ع) کی مدد فرما۔اپنے دین کی نشانیوں کو جنہیں یہ بدکردار وستمگر افراد تباہ وبرباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں حفاظت فرما اور ان کا پھر سے اَحیاء فرما، ہر قسم کی ناانصافیوں ظلم وستم کو آنخضرت کے ذریعے برطرف فرما، حق کے سیدھے راستے پر چلنے والوں سے گمراہ کرنے والے ٹولے کو نیست ونابود فرما۔

کیا ہی بہتر ہو کہ ہم یہاں اپنے چوتھے امامؑ کی فرمودات کی روشنی میں اس اہم دن یعنی روز عرفہ اس آخر گوہرِ نایاب آخری حجت خدا کے ظہور میں تعجیل اور

آسانی کے لیے انؑ کے حق میں اللہ سے دعا کریں کہ خداوند کریم آنحضرتؑ کو اپنے لطف وکرم کے سائے میں رکھ۔

۱۳۔ عید الفطر اور عید قربان۔

یہ دونوں مبارک دن دعا کے لیے انتہائی موزوں ہیں ان میں دعا کرنے کی بہت ہی تاکید کی گئی ہے۔ ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام بھی اس دن دعا کیا کرتے تھے۔ عید قربان ایثار وقربانی کی یاد دلاتا ہے۔ دین حق کے لیے چاہے اپنا کوئی عزیز ترین فرد ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے، چاہے اللہ رب العزت کی خوشنودی کی خاطر اپنی خوشیوں کو ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے یہاں تک کے چاہے اپنی خواہشات نفسانی کے گلے پر خوشنودی الٰہی کی خاطر عزم وحوصلہ سے خنجر ہی کیوں نہ چلانا پڑے۔ ان مبارک ایام میں رحمت الٰہی کے تمام در کھلے رہتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم بھی اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے مولاؑ کے ظہور کے لیے دعائیں مانگیں۔

۱۴۔ روز عاشورہ۔ (دس محرم الحرام)

(10 محرم) روز عاشور ہی کے دن آپ کا ظہور ہوگا۔ جیسا کہ شیخ مفید (ؒ) اپنی کتاب ارشاد میں ابوبصیر سے روایت کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت نقل فرماتے ہیں۔

ماہ رمضان کی ۲۳ تاریخ کو منادی آسمان سے ندا دے گا آنحضرتؑ کے ظہور کی (یعنی اعلان ظہور) یہاں تک کے روز عاشور آپ ظہور کریں گے (یہ وہی دن ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔

شیخ طوسی (ؒ) اپنی کتاب در الغیبۃ اور عقد الدُّرر میں ملتا ہے کہ کافرین لاکھ

چاہیں کہ نور الٰہی کی شمع کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں پر جو شمع خدائے ذوالجلال کی طرف سے جلائی گئی ہو اسے کون بجھا سکتا ہے۔ امام زمانہ کا ظہور روز عاشور کو ہوگا جس کی تفسیر یہ ہے کہ :

وہ شجرِ طیبۃ کا درخت جس کی آبیاری شہداء اسلام کے خون سے کی گئی ہو اس کا ثمر آور اختتام بھی حجت خدا کے ہاتھوں ہوگا۔ اس کا اشارہ اس آیۃ کریمہ میں ملتا ہے۔ "وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً۔" یعنی راہ حق میں جو مظلوم مارا جائے اس کے آخری جانشین کو عالمی سلطنت عطا کی جائے گی۔

(سورہ اسراء آیت نمبر ۳۳)

روز عاشورا دن ہے سربلندی امام زمانہ کا، اللہ کی جانب سے لقب القائم عطا ہونے کا، چنانچہ شیخ جعفر قولویہ اپنی کتاب "کامل الزیارات" میں محمد بن عمران سے روایت کرتے ہیں کہ :

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں عرش برین پر فرشتوں کی طرف سے نالہ وفریاد بارگاہ ایزدی میں بلند ہوئی، خدایا زمین پر ترے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا جا رہا ہے؟ پروردگار کی طرف سے ندا آئی۔ اس خون ناحق کے انتقام کے لیے میں نے قائمؑ کا انتخاب کیا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے اس پر ظلم کیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو ہم سب مل کر اس روز مصیبت، روز آزمائش اور منتقم خون شہدائے کربلا حضرت قائم آل محمدؑ کے تعجیل ظہور کی دعا کریں۔

۱۵۔ شب نیمہ شعبان۔

شب نیمہ شعبان وہ مبارک رات ہے کہ جس میں ہمارے اور آپ کے آقا ومولا امام زمانہ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ یہ رات دعاؤں کے قبول ہونے کی

رات ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل فرماتے ہیں۔

شب قدر کے بعد افضل ترین راتوں میں شب نیمہ شعبان شمار ہوتی ہے۔ اس رات میں خداوند کریم اپنے لطف وکرم سے گناہوں سے مغفرت کے طالب بندوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا اس رات قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اس رات خداوند کریم اپنی ذات مقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاؤں گا۔

۱۶۔ نیمہ شعبان کا دن۔

یہ وہ مبارک دن ہے کہ جس گھڑی آپؑ کی ولادت ہوئی۔ آپؑ نے اپنا سر سجدہ میں رکھتے ہوئے اپنے لیے یہ دعا فرمائی۔

"اَللّٰھُمَّ اَنجِزلِیُ وَعدِیُ وَاَتمِمْ لِیُ اُمرِیُ وَثَبِّتْ وَطائِیُ وَاَملاءِ الْاَرْضَ بِیُ عدلاً وّقِسطاً۔"

خداوندا تُو اپنے وعدے کو پورا فرما میرے قیام میں آسانی فرما میرے اُٹھنے والے قدموں کو اثبات عطا فرما اور میرے ظہور کے ذریعے اس زمین کو عدل و انصاف سے پُر فرما۔

شیعیان ومنتظرین امامؑ کو چاہیے کہ وہ بھی اس مبارک موقع پر اپنے محبوب امام کے لیے دستِ دُعا کو پھیلا دیں۔

۱۷۔ ماہ مبارک رمضان۔

یہ مبارک مہینہ روئے زمین پر رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا مہینہ ہے، نزولِ قرآن کا مہینہ ہے مغفرت الٰہی کا مہینہ ہے در توبہ کھلا رہنے کا مہینہ ہے۔

مولائے متقیان حضرت امیر المؤمنینؑ اس ماہ کی فضیلت کے بارے میں پیغمبرؐ اسلام کی زبانی یہ فرماتے ہیں۔ اس ماہ کی راتیں اس ماہ کے دن اپنی مثال آپ ہیں۔ قبولیت دعا کا مہینہ ہے۔ ائمہ طاہرینؑ کی طرف سے اس ماہ میں تلاوت قرآن مجید اور طلب دعا و مغفرت کی بہت ہی سفارش کی گئی۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام اس مبارک مہینہ میں امام زمانہ (ع) کے لیے کچھ یوں دعا فرماتے تھے۔ خدایا میں تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تُو جانشین پیغمبر اور اپنی آخری حجت (ع) کو جو سارے جہان میں عدل الٰہی کو پھیلائے گا اُس کی مدد و نصرت کو ان پر محیط فرما۔ جس طرح دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ماہ رمضان کی فضیلت زیادہ ہے اسی طرح ماہ رمضان میں شبِ تیئس کو دوسری شبوں کے مقابلہ میں بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اسی رات میں پیغمبر اسلام پر قرآن نازل ہوا اسی رات کو شب قدر کہا گیا ہے جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

پس اِن پُر فضیلت راتوں میں مؤمنین کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے عزیزِ جان آقا و مولا امام زمانہ علیہ السلام کے تعجیل ظہور اور ان کی صحت و سلامتی کے لیے خلوصِ دل سے دعا کریں یہ بات قابل ذکر ہے کہ شب قدر کی رات ملائکہ آنحضرت (ع) پر نازل ہوتے ہیں اور وہ ان کے اور تمام خلق خدا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات و حادثات سے متعلق معلومات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پس ہم مؤمنین کو بھی چاہیے کہ ان مبارک راتوں میں اپنے اماموںؑ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بارھویں امام علیہ السلام کے لیے دعا کرنے کے عمل کو اپنے سارے کاموں پر مقدم جانیں اور خلوصِ دل سے آپ کی روحانی مدد کے لیے ہر وقت تیار رہیں اور تعجیل ظہور کے لیے دعا کریں۔

انتظار امام علیہ السلام کے سلسلے میں بعض دعاؤں کا ذکر

زیارت آل یاسین :

امام زمانہ علیہ السلام کی جانب سے ملنے والی یہ زیارت جسے شیعیان ومنتظرین امامؑ آپ کے فرمودات کے مطابق اہل ایمان پر پڑنے والے انتہائی کڑے نامساعد حالات کے موقع پر اس کو پڑھتے ہیں۔ سخت ترین حالات سے چھٹکارہ پانے کے لیے یہ بے مثال ہے بسا اوقات یہ ناممکن حد تک حل نہ ہونے والے مسائل کے حل کے لیے آزمودہ ہے۔ اس زیارت کے بعض اقتباسات کچھ یوں ہیں۔

سلام ہو تم (ع) پر اے پرچم اسلام کو اونچا رکھنے والے۔ اے علم وآگہی سے سرشار اے مرکز رحمت پروردگار۔ سلام ہو تمہارے اُٹھنے بیٹھنے پر، سلام ہو تمہارے قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کی تفسیر بیان کرنے پر۔ سلام ہو تمہارے ہر اُس عمل پر جو تم ارکان نماز کے دوران ہر نفل انجام دیتے ہو (یعنی قیام رکوع سجود تشہّد وغیرہ) سلام ہو تمہارے ادائے تعقیبات پر، سلام ہو تمہاری صبح وشام پر، سلام ہو اُس پر جو امن وسلامتی کا علمبردار ہے۔ سلام ہو اُس پر جو پیشرو خلق ہے۔ اے میرے مولا کتنا بد بخت ہے وہ جس نے آپ کی مخالفت کی اور کتنا سعادتمند ہے وہ کہ جس نے آپ کی اطاعت کی۔ اے میرے مولا میں آپ کو اپنا دوست گردانتا ہوں اور آپؑ کے دشمنوں سے بیزار ہوں، یہ میری خوش نصیبی ہوگی کہ جسے آپؑ پسند فرمائیں وہ میری بد نصیبی ہوگی جسے آپؑ ناپسند کریں۔ وہ فعل باعث سعادت

ہے جس کا آپؑ حکم دیں اور وہ فعلِ قبیح ہے جس کو آپؑ منع فرمائیں۔

سلام ہو قیام کنندۂ عدل پر :

پروردگارا! سلام ہو محمدؑ بن حسنؑ (امام زمانہ (ع)) پر کہ جو روئے زمین پر تیری حجت اور تیرا جانشین ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں دعوت حق کو عام کرنے والا ہے۔ تیرے حکم کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنے والا ہے اس پر اپنا درود وسلام بھیج۔ جو مومنوں کا سرپرست اور والی ووارث ہے، کافروں اور دشمنان اسلام کو نابود کر دینے والا، تاریکیوں کو اُجالا بخشنے والا اور حق کو آشکار کرنے والا ہے، کشتی نجات، راہنمائے ہدایت، لوگوں کی آنکھوں کا تارا، نابیناؤں کی چشم بینا یہ وہ مہذب ہستی ہے جو اس دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کر دیگی جبکہ وہ ظلم واستبداد سے پُر ہو چکی ہوگی۔

دین ودنیاداری کی مدد کا طالب :

بارالہا تُو اپنی آخری حجت امام مہدی علیہ السلام کی مدد فرما، اُن کے ذریعے اپنے دین کی حفاظت فرما، اپنے دوستوں اور ماننے والوں کی اُن کے توسط سے طرفداری فرما اور ہمیں بھی اُن کے ناصرین میں شمار فرما۔ بارالہا آنحضرت کے وجود کی ہر ظالم وستمگر کی چیرہ دستوں سے محفوظ فرما، تمام مخلوقات خبیثہ کے شر سے محفوظ فرما۔ خاندان پیغمبر اسلامؐ کے آخری چراغ کی حفاظت فرما، آپؑ کو عدل وانصاف پر مبنی حکومت الٰہی کی حاکمیت عطا فرما۔

اُن کے دوستوں کی مدد اور اُن کے دشمنوں اور روگردانی کرنے والے کو پسپائی نصیب ہو۔ بارالہا جابروں، ستمگروں، منافقوں اور ملحدوں کو نیست ونابود فرما اور ہمیں اُن کے حقیقی جانثاروں میں قرار دے۔

حضرت امام علی علیہ السلام ابن موسیٰ علیہ السلام رضا کی دعا امام زمانہ علیہ السلام کیلئے

بارالہا جیسا کہ تُو نے اس سے پہلے اپنے بھیجے ہوئے گرانقدر پیغمبروں کو تمام لوازمات کے ساتھ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بھیجا اسی طرح اپنی آخری حجت امام زمانہ علیہ السلام کو بھی شایان شان طریقہ سے تمام لوازمات کے ساتھ ان کے ظہور کی اجازت فرما لشکرِ فرشتگان کے ذریعہ جو دائیں بائیں آگے پیچھے سے اُن کی حفاظت کریں۔

ان کی ہر قسم کی پریشانی کو امن وسکون میں بدل دے۔ بارالہا ان کو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کی اجازت فرما اور ہمیں بھی بے فکری اور بے جگری سے ان کے ہم رکاب ہو کر لڑنے کی سعادت مرحمت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اپنے شیعوں کے گناہوں کی بخشش کے طالب

سید ابن طاؤوس نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی (عجل اللہ فرجہ) اپنے شیعوں کے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں پروردگارا میرے شیعوں کو

داخل بہشت فرما اور انکو آتش جہنم سے دور رکھ ان کو اپنے قہر وغضب کا نشانہ قرار نہ دے جو حشر تو اپنے دشمنوں کا کرے گا۔

تحفظ دین کے لیے دعا :

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک مشہور دعا جس کا عنوان ہے ''محمد وآل محمد پر صلواۃ'' اس میں آپ یہ فرماتے ہی۔ پروردگارا تُو اپنے ولی پر درود وسلام بھیج۔ جو تیرے دین زندہ کرنے، تیری سنت و تیرے فرمان کو جاری کرنے تیرے دین کا احیاء کرنے والا ہے۔ تیرے بندوں پر تیری حجت تیرا گواہ ہے۔ اِسے نصرت وکامرانی عطا فرما اس کی زندگی کو دوام بخش جس کا وجود ہی اس دنیا کے لیے باعث زینت ہے۔ بارالہا تُو اپنی حجت کو سرکشوں فریبی دھوکہ باز اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھ، اسے اپنی پناہ میں رکھ، اس کے دشمنوں کی سازشوں کو ناکام فرما۔

پروردگارا اس کے ظہور کے ذریعے بُھلائے جانے والے دین کو نئی زندگی عطا فرما، دین کی مسخ شدہ قدروں کی اصلاح فرما تاکہ تیرے دین میں دوبارہ ایسی بدعتیں اور من گھڑت رسومات سرائیت نہ کریں اور اسلام کا تر وتازہ اور نکھرا ہوا چہرہ آشکار ہو۔

باطل کی نابودی کی دعا

امام زمانہ علیہ السلام اپنی دعاؤں کے مجوعہ میں سے جو آپ سے منسوب ہیں جسے ہم لوگ کچھ اس طرح پڑھتے ہیں۔ بارالہا تجھے واسطہ (اپنی آخری حجت کا) ہر تاریکی کو روشن فرما، ہر بدعت کو مسمار کر دے اپنی حجت کے ذریعے ہر گمراہی کو منہدم

فرما، ہر سرکش کو نابود کردے، اسلام کے خلاف ہر بھڑکنے والی آگ کو خاموش کردے، ہر ظلم کو آنحضرت (ع) کی عدالت کے ذریعے اس کی منطقی انجام کو پہنچا۔ اس کے ہر حکم کو باقی دوسرے احکام پر برتری عطا فرما، جو گروہ بھی اس کے مقابلہ میں جنگ کی آگ بھڑکائے اسے ذلیل وخوار فرما۔ اس کے خلاف ہونے والے ہر مکروفریب کو ناکام فرما، جو بھی آپؑ کے حق کا انکار کرے یا آپ سے متعلقہ اُمور کو ہلکا جانے یا نورالٰہی کو خاموش کرنے کی کوشش کرے اُسے مٹادے۔

غیبت امام زمانہ (ع) کے دوران کی دعا :

امام زمانہ علیہ السلام اپنے حق میں یہ دعا فرماتے ہیں۔

بارالٰہا مجھے اپنے دشمنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ اور میرے دوستوں کو مجھ سے ملادے۔ جس طرح تیرے دین کو بُھلایا جارہا ہے میرے ہاتھوں اسے نئی زندگی عطا فرما۔ میرے ظہور میں تعجیل فرما اور اس پردہ غیب سے رہائی میں آسانی فرما۔ جس وقت تُو مجھے ظہور کی اجازت عطا کرے اُس دم میرے جانثاروں کو مجھ سے ملادے اور اپنی امداد غیبی سے سرفراز فرما۔ مجھے اپنے احکامات کی تعجیل میں کامیابی سے ہمکنار فرما۔ اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔ بارالٰہا حق کو کامیاب اور باطل کو نابود فرما بیشک باطل کو تو نابود ہونا ہی ہے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میرے شیعوں اور چاہنے والوں کو اپنی پناہ میں قرار دے۔

خداوند کریم سے تعجیل ظہور کی عرضداشت

دعائے ندبہ جو کہ منسوب ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے جس میں امام زمانہ (ع) کو کچھ اس طرح یاد کیا گیا ہے۔

کہاں ہے وہ بقیۃ اللہ (ذخیرہ الٰہی) اور خاندان کی آخری نشانی کہ جس سے زمین کبھی خالی نہیں رہتی۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو ظالموں اور متکبرین کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکنے کے لیے تیاری کی حالت میں ہے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو دین اسلام کی کھوئی ہوئی شان وشوکت کو دوبارہ پلٹائے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو دین کی نشانیوں، کتاب الٰہی اور سنت رسول کو دوبارہ زندہ کردے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو ظالموں اور جابروں کی شان وشوکت کو ملیامیٹ کرے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو دین میں پیدا کی جانے والی کجیوں بدعتوں اور خُرافات کو مٹائے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو شرک ونفاق کی بنیادوں کو ڈھائے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو فاسقوں، باغیوں اور گناہگاروں کی جڑوں کو اُکھاڑے۔

کہاں ہے وہ عظیم ہستی جو دوستوں کو عزت دے اور دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرے۔

حق کی نصرت وکامیابی کیلئے دعا :

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرماتے ہیں۔

بارالٰہا آنحضرت کے وجود بابرکت کے طفیل حق کو پائیداری عطا فرما، باطل

کومٹادے اپنے دوستوں کوان کی مدد کے لیے بھیجے اور دشمنوں کوان کے ہاتھوں ذلیل وخوار کردے۔

بارالہا ہمارے اوران کے درمیان ایسا رشتہ برقرار رکھ کہ جس کے ذریعے ہم جنت میں محمد وآلِ محمد علیہم السلام کے ہمنشین ہوں۔ پروردگارا ان کے حقوق ادا کرنے میں ہماری مدد فرما اوران کی نافرمانی کرنے سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔

بارالہا ان کے وسیلے سے ہماری نمازوں کو قبول فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور ہماری روزی میں وسعت ہو۔ ہمارے غم دور ہوں ہماری حاجتوں کو برلا، اپنے جُود وکرم کی ہم پر نظر ڈال۔ آنحضرت (ع) کے وسیلے سے ہم کو اپنے مقرب بندوں میں شمار فرما۔ (الٰہی آمین)

خداوندِ کریم سے اسلام اور مومنین کیلئے مدد کی عرضداشت

امام زمانہ علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے لیے ایک دعا تعلیم کی ہے اور ماہ رمضان کی راتوں میں پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے جو کہ دعائے افتتاح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے کچھ اقتباسات یوں ہیں۔

پروردگارا اپنے آخری ولی پر درود وسلام بھیج۔ اپنی اس حُجّت (ع) پر کہ جس کے یہ شیدائی بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں اور اس کی رُوح القدس کے ذریعے حمایت فرما۔

بارالہا تُو اس بھٹکی ہوئی انسانیت کو دعوت قرآن دینے والے اور تیرے دین کا اَحیاء کرنے والے کو اس کُرہ ارض پر اپنا خلیفہ قرار دے جیسا کہ تُو نے اس سے پہلے بھی ائمہ معصومین علیہم السلام کو اپنی حجت بنا کر بھیجا تھا اور اس کے تمام خدشات کو سکون واطمینان میں تبدیل فرما۔

بارالہا تُو اسے عزت وشرف عطا فرما، اس کے وسیلہ سے مومنوں کو عزت بخش، اس کی مدد فرما اس کے وسیلہ سے تمام مؤمنین کی مدد فرما اور اسے فتح ونصرت سے ہمکنار کر۔ اس عظیم ہستی کے توسط سے دین اسلام وسنت پیغمبری کو غلبہ عطا فرما

تا کہ پھر کوئی بھی حق کو پامال نہ کر سکے۔

تشکیل حکومت الٰہی کی آرزو :

حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنی دعاؤں میں فرماتے ہیں۔ جسے تمام مؤمنین کچھ اس طرح پڑھتے ہیں۔

بارالہا ہم تجھ سے حکومت الٰہی کی تشکیل میں مدد کی اُمید رکھتے ہیں جس کے سائے میں اسلام و مسلمانوں کو عزت و عظمت نصیب ہو اور نفاق و منافقین کو ذلت و رسوائی ملے اور ہمیں اس حکومت الٰہی میں خدمت امامؑ کرتے ہوئے دعوت حق دینے والوں میں قرار دے، تا کہ ہم دنیا و آخرت میں تیری خوشنودی و رضا حاصل کر سکیں۔ بارالہا امام مہدی علیہ السلام کے وجود با برکت کے ذریعے سے ہماری پریشانیاں دور ہوں، ہمارے منتشر شدہ اُمور کی اصلاح میں مدد فرما، قوم کی بکھری ہوئی حالت کو اتحاد و یکجہتی میں بدل دے، ہماری قلیل تعداد کو کثرت میں بدل دے، ہماری ذلت کو عزت میں اور ہماری مفلسی کو تونگری میں بدل دے۔

عید فطر کی دعا

ابوحمزہ ثمالی کی زبانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مولا نے فرمایا اپنے چاہنے والوں سے کہ تم لوگ عید فطر، عید اضحیٰ، روز جمعہ اور نماز کے لیے مسجد جاتے وقت یہ دعا پڑھا کرو۔

بارالہا میں اپنا رُخ تیری طرف کرتے ہوئے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تُو اپنے ولی پر جو تیرے حکم کے انتظار میں زندگی بسر کر رہا ہے درود و سلام بھیج۔ جبکہ تیرے مخلص اور دوست بندے بھی اسی ہستی کے انتظار میں آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں۔

بارالہا ہمارے انتشار و افتراق اور بے سروسامانی کو اتحاد و یکجہتی میں تبدیل فرما تا کہ ہم تیری آخری حجت کی کما حقہ جانثاری کر سکیں، امام زمانہ کو طول عمر عطا فرما۔ خدایا محمدؐ و آل محمدؑ کے محبین کو نصرت و غلبہ عطا فرما اور ان کے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما۔

حفاظت ایمان و اعتقاد کی دعا

من جملہ اُقوال امام زمانہ علیہ السلام بروایت نائب امام عثمان بن سعید عمری (رح) دورانِ غیبت امام علیہ السلام سے چند اقتباسات حاضر خدمت ہیں۔

پروردگار اپنے ولی کے دیدار کو پردے غیب سے آشکار فرما اور ہماری آنکھوں کو ان (ع) کے بابرکت نور سے روشن فرما دے۔ ہمیں ان کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب فرما۔ تمام مخلوقات کے شر سے آنخضرت کو حفظ و امان میں رکھ۔ (آمین)

خدایا امام زمانہ کے دوران غیبت کے طولانی ہونے سے ہمارے ایمان و یقین کو متزلزل نہ فرمانا۔ تا کہ ہم ان کی یاد سے غافل نہ ہونے پائیں اور یہ سلسلۂ انتظار و اشتیاق آہستہ آہستہ مایوسی و بے اعتنائی میں تبدیل نہ ہونے پائے۔ ہمارا یقین پختہ ہے۔ (آمین)

دعائے عہد

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص اس دعا کو چالیس دن صبح کی نماز کے بعد پڑھے اس کا شمار ناصرینِ امام زمانہ سے ہوگا۔ اگر وہ ظہور امام سے

پہلے فوت ہو جائے تو پروردگار عالم آنخضرت کی مدد کے لئے بوقت ظہور دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اس دعا کے ہر لفظ کے عوض ہزار نیکیاں اس کے اعمال میں لکھی جائیں گی اور اسی طرح ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اس دعا کا کچھ حصہ یہ ہے۔

بارالہا آج کی صبح میں تجدید عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا امام زمانہ علیہ السلام سے کیے جانے والے عہد و پیمان اور ان کی بیعت سے روگردانی نہیں کروں گا نہ ہی دست بردار ہوں گا۔

خدایا مجھے ان کے ناصرینِ ومددگاروں میں شمار فرما اور ان کی طرف لبیک کہنے والوں میں شمار فرما۔ ان کے احکام کی تعمیل کرنے والوں میں شمار فرما اور ان کی معیت میں شہادت کا درجہ عطا فرما اور اگر میری اور ان کی ملاقات کے درمیان موت حائل ہوگئی جو کہ ایک حتمی اُمر ہے تو میں اپنی قبر سے باکفن، ہاتھ میں شمشیر لئے نیزہ لیے ہوئے ان کی آواز پر لبیک کہتا ہوا باہر آؤں۔ خدایا مجھے آنخضرت (ع) کے جمال کی زیارت کرادے۔

ان کے ظہور میں تعجیل فرما۔ ان کے حکم کو نافذ فرما ان کی کمر کو مضبوط فرما۔ خدایا ان کے ہاتھوں کرۂ ارض اور اس کے مکینوں کو نئی زندگی عطا فرما۔ پروردگار تیرا قول حق ہے۔

"ظَهَرَ الْفَسادُ فِي الْبِرِّ وَالْبَحْرِ۔"

اس کرۂ ارض کے چپہ چپہ کو آنخضرت کے ذریعے فسادیوں سے پاک فرما۔ پروردگارا محمد وآلِ محمد کے پیروکاروں کو آنخضرت کے دیدار سے خوشی ومسرت عطا فرما۔ ہماری بے بسی پر رحم فرما۔ بارالہا ظہور امام زمانہ علیہ السلام کے ذریعے سے امت مسلمہ کی پریشانیوں کو دور فرما۔ وہ تو اسے بہت دور سمجھ رہے ہیں پر ہماری نظر دں

میں وہ وقت بہت ہی قریب آچکا ہے۔ اے مہربانوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

دعائے فرج

ابو محمد حسن بن وخباء نامی ایک مرد مومن بیان فرماتا ہے کہ ایک دن میں خانہ خدا میں سنہری پرنالہ کے نیچے کھڑا تھا کہ میں حضرت امام مہدی صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس دعا کے وسیلہ سے میرے ظہور میں تعجیل کی دعائیں مانگا کرو اور مجھ پر درود وسلام بھیجو۔ جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

دعائے فرج (اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ) پروردگارا تیرا درود وسلام ہو حجتؑ ابن الحسنؑ اور ان کے اجداد پر اس گھڑی اور ہر آنے والی گھڑی میں، تو ان کا علیہ السلام دوست، نگہبان اور پیشوا بن جا یہاں تک کہ تو انہیں علیہ السلام اس کُرۂ ارض کو ان کی جائے سکونت اور پوری دنیا کی حکمرانی عطا کردے تا کہ وہ علیہ السلام تیرے بھیجے ہوئے احکام کی پیروی کروا سکے اور تُو ان کو ایک طویل عرصہ تک عمر طولانی عطا فرما۔ بہتر ہے کہ مؤمنین اس دعا کو دونوں نمازوں کے درمیان یا نماز کے بعد پڑھیں۔

دعائے فرج سے متعلق ایک قابل ذکر واقعہ

ابوالحسن ابی نعل کہتا ہے۔

ایک شب جمعہ میں نے قصد زیارت امام موسیٰؑ کاظم اور امام محمد تقیؑ الجواد کے روضہ پر حاضری دی آدھی رات سے زیادہ گزر چکی تھی ڈر بھی لگ رہا تھا۔ میں نے خادم حرم سے درخواست کی کہ وہ داخلی دروازوں میں تالے لگالے۔ اسنے ایسا ہی کیا کافی دیر گزر چکی تھی میں اپنی نماز، زیارت اور دعاؤں میں مشغول تھا یکا یک میں نے قبر امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس قدموں کی آہٹ سنی، دیکھا کہ ایک شخص زیارت پڑھ رہا ہے۔ اسنے آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء وائمہ معصومین علیہم السلام پر درود وسلام بھیجا لیکن جس وقت وہ بارھویں امام کے نام پر پہنچا تو وہ خاموش ہوگیا۔ میں حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر اس نے نماز پڑھی اس کے بعد وہ امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کی زیارت پڑھنے لگا پھر میری جانب منہ کر کے فرمایا کہ "تم دعائے فرج کیوں نہیں پڑھتے؟" پھر آپ علیہ السلام نے مجھے یہ دعا یاد کرائی اور باہر نکل گئے۔

ابوالحسن کہتا ہے کہ میں نے دروازوں کو اچھی طرح جانچ کیا لیکن سب بند تھے پھر میں نے خادم حرم سے پوچھا تو اس نے جواباً کہا ہاں یہ ہمارے آقا ومولا حضرت صاحب الزمان علیہ السلام ہیں جنہیں میں نے اکثر یہاں دیکھا ہے۔ البتہ ایسے موقع پر جب تنہائی ہوتی ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام آخرالزمان کے انتظار میں

اگر کوئی مؤمن اس دنیا میں ناانصافی اور مصائب وآلام میں گرفتار ہو، ظلم وزیادتی کا شکار ہو تو اس کی سب سے پہلی تمنا یہ ہی ہوگی کہ کسی طرح امام زمانہ علیہ السلام کا جلد ظہور ہو تا کہ وہ دن تمام مصائب وآلام سے نجات پاسکے۔

کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ تمام مسائل کا حل آپ علیہ السلام کے ظہور پُرنور ہی میں ہے۔ شیعیان ومنتظرین امام زمانہ علیہ السلام کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے آقا ومولا قائم آل محمدؑ کے پرشکوہ استقبال کی تیاری قولاً وفعلاً اور بہترین طریقہ سے منصوبہ بندی کے ساتھ کریں۔ اسی انتظار کی چھتری تلے وہ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ ہی ان کی پہچان ہے۔ یہ ہی انتظار ان کی زندگی کو جلاء بخشتا ہے۔

انتظار فرج نام ہے مکمل سپردگی کا، مکمل پیوستگی کا، آخری حجت الٰہی کی سرکردگی میں قائم ہونے والی حکومت الٰہی میں اپنے آپ کو ضم کرنے کا۔ وقت پڑنے پر آواز امام علیہ السلام پر لبیک یا امام کہنے کا۔ دنیا کی ہر رُکاوٹ کو نظرانداز کر کے غیر متزلزل رہنے کا۔

اسی طرح زندگی کی اس طویل دوڑ میں بھی ہماری انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے کہ حتی المقدور اپنے دینی احکام کو بحُسنِ خوبی انجام دیں۔ کبھی کبھی انتظار کی گھڑیاں اُس نہج کو پہنچ جاتی ہیں کہ آنکھوں سے نیند اُڑ جاتی ہے۔ اسی تناسب سے

انتظار کے کٹھن لمحات کی درجہ بندی قرار پاتی ہے۔ جتنی آتش عشق کی تپش تیز ہوگی اتنی ہی ملاقاتِ محبوب کے لیے تڑپ بڑھے گی اور اگر کہیں محبوب کی آمد میں تاخیر ہو جائے تو وہی شخص حالت بے خودی سے دچار ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر سختی، ہر مشکل، ہر تکلیف اس کے لیے بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ (لفظ انتظار اپنے اندر بہت گہرائی رکھتا ہے۔ (عمیق مطالب رکھتا ہے)

انتظار نام ہے / اُمید کی خوشخبری کا / خوشخبری کی اُمید کا
انتظار نام ہے / آفاقی تحریک کا / تحریک کے آفاقی آغاز کا
انتظار نام ہے / عظیم فلسفہ کا / لافانی عقیدت کا
انتظار نام ہے / مزاحمت پر ایمان کا / ایمان پر آنچ آجائے تو مزاحمت کا
انتظار نام ہے / حق کے ساتھ انکساری کا / باطل کے ساتھ تکبر و غرور کا
انتظار نام ہے / ظلم و استبداد کے سامنے سرکشی کا / حکومت الٰہی کیلئے آنکھیں بچھانے کا
انتظار نام ہے / کفر و نفاق ظلم و استبداد کی نشانوں کو مٹانے کا
انتظار نام ہے / رگِ زندگی میں خون کا / تاریخ کے سینے میں دل کا
انتظار نام ہے / حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عصا، داؤد علیہ السلام کی تلوار، محمدؐ کی فریاد کا
انتظار نام ہے / علیؑ کی خاموشی کا، خون عاشورہ کے انتقام کا، تسلسل امامت کا
انتظار نام ہے / ظلم و ستم کی طغیانی، تباہی و بربادی کی نشانی، استکبار جہانی کے آگے نہ جھکنے کا۔
انتظار نام ہے / آفتاب حیات کے طلوع ہونے کی اُمید کا (ظہور امامؑ کا)
انتظار نام ہے / عبادت الٰہی کے ایک دوسرے رُخ کا۔

انتظار نام ہے / اسلام کی طاقت و سربلندی کا۔
انتظار نام ہے / ظہورِ مہدیؑ موعود کا، ساری انسانیت کو عدل و انصاف مہیا کرنے کا
انتظار نام ہے / عہد کو پورا کرنے کا، خدائے بزرگ برتر کے حق بندگی ادا کرنے کا
انتظار نام ہے / ہر طرح کے ظلم و فساد اور زیادتیوں کے ازالہ کا۔
انتظار نام ہے / زندگی کے ہر شعبہ میں ناکردہ گناہوں کی سزا سے بچنے کا۔
انتظار نام ہے / معنوی اور مادی لحاظ سے ارفع و اعلیٰ طرز زندگانی کا۔
انتظار نام ہے / بہتر مستقبل کی اُمید کا، جذبوں میں حرارت واقعی پیدا ہونے کا۔

انتظار کے معنی ہیں اپنی روح و جسم کو ایک ایسے دن کے لیے تیار کرنا کہ جس دن ہمارے پیشوا آقا و مولا امام زمانہ علیہ السلام پردۂ غیبت سے ظہور پذیر ہوں گے جس کے نتیجے میں دین مبین اسلام کو ایک نئی زندگی ملے گی۔ آپ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں دین الٰہی اپنے حقیقی خدوخال کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔ پھر اس کے بعد کوئی فرد بھی مال و متاع دنیاوی جاہ و مقام اور ناپسندیدہ اعمال کی طرف راغب نہیں ہوگا۔

انتظار نام ہے آلام و مصائب کے مقابلہ میں صبر کا، غفلت و جہالت کے مقابلہ میں ذکر الٰہی کا، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

ہمارے آخری فرزند کی حکومت ہی آخری حکومت ہوگی۔ اس سے پہلے تمام بنی نوع انسان کو حکومت کرنیکا موقع فراہم کیا جائے گا، تاکہ اتمام حجت ہو جائے پھر یہ کوئی نہ کہہ پائے کہ اگر ہمیں حکومت ملتی تو ہم بھی ایسی ہی حکومت کرتے!

انتظار ایک ایسی عجیب و غریب حقیقت ہے جس کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ بہت ہی دقیق پُر معنی لفظ ہے۔

لفظ انتظار خوبصورت ترین ہونے کے ساتھ ساتھ اظہار بندگی کا کامل ترین

ذریعہ ہے۔

جس طرح شہادت و جہاد فی سبیل اللہ شیعوں کا طرّہ امتیاز ہے جس کو علامتاً سرخ رنگ دیا جاتا ہے۔ محبت اہلبیتؑ کے جرم میں صدیوں سے قتل کیا جاتا رہا ہے خونِ ناحق بہایا جاتا رہا ہے اسی طرح شیعہ اور انتظار لازم و ملزوم ہیں۔ جس کو علامتاً خوبصورت و شاداب رنگ دیا جاتا ہے۔ البتہ شیعہ کا اصلی رنگ سفید ہے وہ اس لیے کہ شیعہ نور کی علامت ہے۔ وہ شیعہ ہی نہیں جو ظلم و ستم، ناکامی و کامیابی، مشکلات مصائب میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ مغموم رہے یا شکوہ شکایت کرے بلکہ شیعہ کا دل ہمیشہ شاد رہتا ہے۔ ظہور امام کے بعد تو یہ اور بھی کھل جائے گا۔

حالات انتظار میں شیعہ کوئی ایسا کام ہی نہیں کرے گا جو باعث ذلّت و رسوائی ہو خود اس کے لیے اور اس کے مذہب کے لیے۔ کیونکہ اس کے شہید امام حضرت امام حسین علیہ السلام یہی سبق دے گئے ہیں کہ ذلّت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آپ علیہ السلام کا یہ قول تا وقت ظہور جاری و ساری رہے گا۔

ہاں! یہ درست ہے کہ انتظار ہر مومن و حقیقی منتظر امام کے لیے بہت ہی دشوار ترین شرعی ذمہ داری ہے۔ اس کٹھن مہم کو مطلوبہ منزل تک سر کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے۔

"هَيْهَاتْ ! هَيْهَاتِ! لَايَكُونُ فَرَجُنا حَتىٰ تُغَرْبَلُوْ، ثم تغربلو، ثم تغربلو حتىٰ هنهب الكدرُ ويبقىٰ الصفو۔"

قائم آل محمدؑ کا قیام نہیں ہوگا جب تک کہ ۲/۳ لوگ چھٹ نہ جائیں۔ (یعنی دنیا کی ۲/۳ آبادی ختم نہ ہوجائے)

خداوند کریم اپنی آخری حجت کو اس وقتِ اذن ظہور عطا فرمائے گا جب

منتظرین امام زمانہ علیہ السلام کے دل بڑی شدّت سے آپ علیہ السلام کے حقیقی طلب گار ہوں گے۔ چنانچہ خود امام زمانہ (ع) اس سلسلے میں اشارہ فرماتے ہیں۔

اگر ہمارے شیعہ کہ جن کو خداوند کریم نے اطاعت و بندگی کی توفیق دی ہوئی ہے اپنے عہد کی وفا کرتے تو اور آپس میں مخلص و متحد ہوتے۔ تو میرے دیدار میں اُن کو اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ میرے دیدار کی سعادت خود بخود ان کی طرف لپکتی اس خصوصی انتظار کی قیمت خدا کے نزدیک بہت بلند ہے منتظرین امام زمانہ علیہ السلام اپنے ایمانی درجہ بندی کے مطابق ثواب کے حقدار قرار پائیں گے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

"اِنَّ عَظِيْمَ الْأَجْرِ مَعَ عَظِيمِ الْبَلَاءِ۔"

یعنی جتنی بڑی آزمائش ہوگی اتنا ہی بڑا اس کا اجر و ثواب ہوگا۔ اسی پیمانہ پر منتظرین امام زمانہ علیہ السلام کو بھی پرکھا جائے گا۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں منتظرین امام زمانہ علیہ السلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مایوسی اور نا اُمیدی کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیتے، کیونکہ یہ ہی دو عوامل انسانی عزم و حوصلہ کی شکست کا سبب بنتے ہیں۔ اسی لیے منتظر حقیقی کو چاہیے کہ وہ خود بھی بچے اور دوسرے مومنین کو بھی اُمید دلائے اور نا اُمیدی سے بچائے اور اس اُمر سے غافل نہ رہے کہ حقیقی ایمان پرکھنے کی کسوٹی یہ ہی عملِ انتظار ہے۔ اسی مرحلہ سے گزر کر وہ منتظر حقیقی کی سند حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ملتا ہے۔

"لابدللناس من أن يمحصوا ويميزوا ويغربلو۔"

یعنی یقیناً لوگوں کو اس (چھلنی سے صاف ہوکر) گزرنا پڑے گا۔ انتظار کے معنی ہیں پیش بینی، موجودہ حالات سے ناخوش رہنا اور (بعد ظہور) مستقبل کے

حالات کی تمنا کرنا اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ منتظر حقیقی موجودہ فسادکاریوں کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے اپنے آپ کو بچائے، اپنے آپ کو گناہوں میں ملوث ہونے سے بچائے قرآن کریم سے ہدایت لے اور سیرت محمدؐ و آل محمد کو اپنائے۔ اسی میں اس کی کامیابی ہے اور یہ ہی عقل مندی کا تقاضہ بھی ہے۔

چنانچہ ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ابو خالد کابلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اے ابو خالد زمانہ غیبت امام مہدی علیہ السلام کے آخری زمانے میں ایسے مومنین زندگی بسر کر رہے ہوں گے جو امام قائم علیہ السلام آل محمدؑ کی امامت پر یقین رکھتے ہوئے آپ علیہ السلام کے ظہور کی انتظار میں ہوں گے۔ یہ ہر زمانے کے لوگوں سے افضل و برتر ہوں گے کیونکہ خداوند کریم نے ان کو فہم و شناخت کی دولت سے نوازا ہوگا۔ امام غائب کو وہ لوگ امام حاضر ہی تصور کریں گے۔ جیسے کہ وہ ان کے سامنے بیٹھے ہوں۔ خداوند کریم ایسے لوگوں کا شمار زمانہ رسولؐ کے مجاہدین میں کرے گا۔ جو پیغمبر اسلام کے ساتھ ساری جنگوں میں شریک ہوئے اور حقِ رسالت ادا کیا۔ ویسے یہ ہی وہ حقیقی شیعیانِ امام زمانہ ہوں گے جو ظاہراً و باطنً لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں گے۔ قرآن حکیم میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر کچھ یوں ہے۔

"وَكُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ۔" (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰)

"تم لوگ میری امت کے بہترین لوگوں میں سے ہو جو اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں رب کی خوشنودی کے لیے لوگوں کو اچھی اور نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ بیہودہ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور اپنے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہارے بعد آخری زمانہ میں ایسے لوگ ظہور پذیر ہوں گے جن کے ایک فرد کو نیکی کا بدلہ تمہارے پچاس افراد کی نیکیوں کے برابر ملے گا۔

لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں نے آپ کے ساتھ جنگ اُحد، بدر، حنین میں شرکت کی قرآن میں بھی ہمارا ذکر ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا اگر ایسے حالات و ماحول کا جس میں وہ لوگ زندگی بسر کریں گے تم لوگوں سے واسطہ پڑ جائے تو جتنا صبر و تحمل وہ لوگ کریں گے وہ تم لوگ نہیں کر سکو گے۔

فلسفۂ انتظار :

۱)۔ **خودسازی انفرادی۔** یا انفرادی سوچ کی تخلیقی صلاحیت انقلاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کو خوش آمدید کہنے کے لیے سب سے پہلے جس جذبہ کی ضرورت ہوگی وہ ہے پُرخلوص آمادگی اور انسانی صلاحیت کی پیشکش جن کے ذریعے وسیع و عریض معاشرتی برائیوں کو دور کرنا ہوگا۔ اس سے پہلے مرحلے میں اپنی فکری ارتقا اور علمی سطح کو بلند کرنا ہوگا تاکہ اس عظیم مقصد کے فرض سے سبکدوش ہوا جا سکے اور اس مصلح جہانی کے مشن کو پورا کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ منتظر واقعی کو محض ایک تماشہ بین کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے آپ کو انقلابیوں کی صف میں لا کھڑا کرنا ہے۔ ایمان اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ نام کے تو مومن ہیں پر پیسے کی لالچ میں خدمت دشمن کی کر رہے ہیں۔ ہاں کم از کم اگر آپ روحانی طور پر پاک و پاکیزہ اعتدال و کردار بُردباری و آگہی کے

ساتھ انقلابی صف میں شامل ہو جائیں تو یہ بھی کافی ہے۔

فرد واحد کی حیثیت سے اگر میرے اندر تمام معاشرتی برائیاں موجود ہوں تو میں ایسے نظام کا کیسے انتظار کروں جس میں مسترد شدہ باقی افراد بھی انہیں برائیوں میں ملوث ہوں اس کا فیصلہ تو ہم خود کر سکتے ہیں وہ ایسے کہ خود احتسابی کے ذریعے کہ آیا ہمارا یہ انتظارِ امام زمانہ علیہ السلام تزکیۂ روح و پاکیزگی جسم و جان اور ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رہتے ہوئے کافی ہوگا؟

ایک ایسا لشکر جو جہاد اسلامی کے انتظار میں زندگی گزار رہا ہو یقیناً وہ آمادہ حالت میں ہوگا۔ میدان کارِزار کے لیے مناسب اسلحہ کا بھی بندوبست کرے گا۔ اپنے لیے بنکروں کی تعمیر اور خندقوں کی کھدائی بھی کریگا۔ لشکر کا حوصلہ بھی بلند کیا جارہا ہوگا، شوق شہادت پر معمور نوحے، مرثیوں کے ذریعے دلوں کو بھی گرمایا جارہا ہوگا۔ یقیناً ایک ایسا لشکر جس میں مذکورہ جذبات اُجاگر نہیں وہ ہرگز حالت انتظار میں نہیں۔ اگر وہ ایسا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

۲)۔ رضا کارانہ طور پر قائم اجتماعی تنظیم :

حقیقی منتظرین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنی ہی ذات سے محدود ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ وہ اجتماعی طور پر ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح پر بھی توجہ دیں۔ کیونکہ جس عظیم مقصد کی خاطر وہ انتظار کی سختیاں جھیل رہے ہیں وہ ایک انفرادی مقصد ہرگز نہیں بلکہ وہ ایک آفاقی مقصد ہے۔ اس انقلابی پروگرام میں ہر سطح کے لوگوں کی شرکت ناگزیر ہے ہر قسم کی کوشش و جستجو مربوط رہنا چاہیے۔ جتنا عظیم یہ انقلاب

جہانی ہے اتنی ہی گہرائیوں اور دل جمی کے ساتھ اس کی کوشش بھی ہونا چاہیے۔

۳)۔ منتظرین امام کو مفسدین زمانہ سے کنارہ کش ہونا چاہیے :

انتظار امام مہدی (ع) کے اثرات اس بات کے متقاضی ہیں کہ مؤمنین اپنے آپ کو اردگرد کے فساد زدہ ماحول سے دور رکھیں نہ کہ اسی ماحول میں ڈھل جائیں۔ جیسا کہ اس آیت میں اشارۃً ملتا ہے۔

"وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُو الصّٰالِحٰاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْأَرْضِ۔"

پروردگار عالم کا یہ وعدہ ہے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے اس زمین پر تصرف صرف ان ہی کا ہوگا۔ دین اسلام کی پیشواؤں اور مفسرین کا ارشاد ہے کہ اس آیت سے مراد امام زمانہ علیہ السلام اور ان کے جانثاران ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہم یہ پڑھتے ہیں۔

"نزلت فی المهدی علیہ السلام۔"

یعنی مذکورۃ آیت امام مہدی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔ اسی لیے اس آفاقی انقلاب کے ثمر بار ہونے کے لیے استحکام ایمان بے حد ضروری ہے جو کہ ہر قسم کی کمزوریوں پر قابو پانے اور روحانی بلندیوں پہ پہنچے میں مددگار ہوتا ہے اور ہمیں معاشرے کی برائیوں میں ضم ہونے سے روکتا بھی ہے۔

یہ ہی وہ کسوٹی ہے مصلحین اور فاسدین کے درمیان پائے جانے والے فرق کی۔ اس لحاظ سے ایمان مستحکم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے جتنا زمانہ کی تباہ کاریاں ہم پر یلغار کریں گی اتنا ہی ہمارا ایمان مستحکم تر ہوگا یا یوں کہہ لیجئے کہ منزل جتنی قریب تر ہوگی، آتش عشق بھی بڑھتی چلی جائیگی۔

انتظارِ امام زمانہ علیہ السلام اور اس کا ثواب

لامحدود عبادات کے زمرہ میں انتظار امام ہی وہ فریضہ ہے جس کا بے حساب اجر و ثواب خداوند متعال کی طرف سے منتظرین کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ سب انعام ہے اس صبر کا جو منتظرین نامساعد حالات کے باوجود ثابت قدم رہے۔ یہاں پر ہم ائمہ طاہرینؑ کی زبانی انتظار فرج کے بارے میں مختصر سا اشارہ کرتے چلیں جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اجداد حضرت امام علی علیہ السلام کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔

"اَلْمُنْتَظِرُ لِأَمْرِ نَا کا ...... بِدَمِهِ فِی سَبِیْلِ اللّٰه۔"

یعنی منتظر امام علیہ السلام کی تشبیہ ایسی ہے جیسے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنے ہی خون میں غلطاں ہوا ہو۔

ایک اور مقام پر مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اَلْمُنْتَظِرُ لِلْعَانِیْ عَشَرَ کَالشَّاهِرِ سَیْفَهُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُولُ اللّٰهِ یُذَبُ عنهُ۔"

یعنی جو شخص بارھویں امامؑ کے انتظار میں رہے اس کی مثال اس شخص کے

برابر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں کفار سے جنگ کر رہا ہو۔

کسی شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا۔ خدا کے نزدیک بہترین عمل کون سا ہے؟ امام نے جواب دیا۔ "اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ" یعنی انتظار ظہور۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بھی یہ ہی بہترین عمل ہے۔ "اَفْضَلُ الْعِبَادَه اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔" افضل عبادت انتظار ظہور ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ انتظار شفاف آئینہ ہے ولایت علی علیہ السلام کا۔ سارے عمل کا دار و مدار اسی ولایت علی علیہ السلام پر ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں اس اَمر کی دلیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا وہ قول ہے جس میں آپنے فرمایا کہ روئے زمین پر اعلیٰ ترین مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے خانہ کعبۃ کے پاس (رکن و مقام) کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔

اگر کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر زندگی پائے، دن کو روزے رکھے رات نماز پڑھے، اگر اس کے دل میں ہماریؑ ولایت نہ ہو تو اس کی ساری محنت و مشقت رائیگاں جائے گی۔

عبدالحمید واسقی نامی ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا ہم نے تو انتظار امام زمانہؑ کی خاطر اپنے آپ کو ہر قسم کی اذیت برداشت کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے عبدالحمید کیا کبھی تم نے یہ دیکھا ہے کہ کسی نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے آپ کو پابند احکامِ الٰہی کر لیا ہو اور خداوند کریم نے اس کی پریشانیوں اور مشکلات میں آسانی پیدا نہ کی ہو۔

ہاں! خدا کی قسم خدا اس کی ہر پریشانی کو دور کریگا۔

اللہ اپنی رحمت نازل کرے ہر اس شخص پر جس نے اپنے آپ کو ہمارے

لیے وقف کردیا ہو۔ خدا رحمت کرے اس شخص پر جو ہمارے اُمر کو زندہ رکھے۔
واسطی کہتا ہے مولا اگر میں قائم آل محمدؑ کے دیدار سے پہلے مرجاؤں تو پھر کیا ہوگا؟

مولا نے جواب دیا : اگر کوئی صدق دل سے یہ کہہ دے کہ میں دیدارِ امام زمانہ علیہ السلام کا دیوانا ہوں، ان کے لیے ہر قسم کی نصرت کے لیے تیار ہوں تو اس کے لیے بھی وہی ثواب ہے جو امام زمانہؑ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے میں ہے۔ پیغمبر اسلام کی طرف سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ "اَفْضَلُ اَعْمَالِ اُمَّتِی اِنْتِظَارُ الْفَرَجُ من اللّٰہ عَزَّ وَجَلَ۔" یعنی میری اُمت کا افضل ترین عمل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طلب کشائش کا طالب ہو، مرحوم شیخ صدوقؒ اپنی کتاب اکمال الدّین میں کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ برنطی نامی ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں "صبر و انتظار فرج کتنا اچھا ہے۔ کیا کبھی تم لوگوں نے کلام الٰہی میں یہ نہیں پڑھا کہ وَارْتَقِبُوا اِنِّی مَعَکُم" رَقِیبَ۔ یعنی تم لوگ حالت انتظار میں رہو کہ میں بھی اس اُمر کا منتظر ہوں۔

یوں آپ لوگوں کو بھی چاہیے کہ صبر کریں۔ مایوسی اور نا اُمیدی کے بعد ہی اُمید کی کرن روشن ہوتی ہے۔ آپ سے پہلے کی اُمت کے لوگ اس سے بھی زیادہ صابر ہوتے تھے۔ مولا امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو چاہیے کہ وہ پُر آشوب حالات سے نجات کے لیے انتظارِ فرج میں رہیں اور رحمت الٰہی سے ہرگز مایوس نہ ہوں، کیونکہ خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل انتظار فرج ہے۔

ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا مولا قربان جاؤں آپ پر میں عمر رسیدہ، ضعیف و ناتوان

ہو چکا ہوں موت میرے نزدیک ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں ظہور امام مہدی (ع) سے پہلے نہ مرجاؤں۔ مولا نے جواب دیا اے ابوحمزہ جو کوئی ہم پر ایمان لائے ہمارے اقوال کی تصدیق کرے اور ظہور امام کا انتظار کرتے ہوئے مرجائے تو گویا وہ لشکر امام زمانہ (ع) میں شامل ہو کر آپ علیہ السلام کی نصرت کرتے ہوئے شہید ہوا، بالکل اسی طرہ البرھان نامی کتاب میں مسعدہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی درسی نشست میں حاضر تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمر خمیدہ نہایت ہی بوڑھا شخص وارد ہوا جبکہ وہ اپنے عصا کے سہارے حرکت کر رہا تھا۔ اس بوڑھے نے سلام کے بعد عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزشتہ سو سال سے آپ کے فرزند حضرت قائم علیہ السلام آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں ہوں، ہر مہینہ اس انتظار میں رہتا ہوں کہ شاید اس ماہ میرے امام مہدیؑ ظہور فرمائیں گے۔ اسی طرح شاید اس سال ظہور فرمائیں۔ میری موت قریب ہے لیکن دلی مراد ابھی پوری نہیں ہوئی نہ ہی اُس سعادت مند گھڑی کا دیدار ہو سکا۔ امام علیہ السلام آبدیدہ ہو گئے اور اس سے فرمایا۔ اے شیخ اگر آپ ظہور امام تک زندہ رہے تو آپ کا نہایت بلند و بالا مقام ہوگا اور اگر آپ ظہور سے پہلے رحلت فرما گئے تو قیامت کے روز آپ آلِ محمدؑ کے ساتھ محشور ہونگے۔ ہم ہی وہ ہستیاں ہیں جن سے متمسک ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح مُفَضَّل بن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے بھی امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مولا اگر کوئی انتظار امام میں فوت ہو جائے تو؟ امام نے جواب دیا جب اللہ کی آخری حجت قیام فرمائیں گے تو فوت شدہ منتظر کی قبر کے نزدیک جا کر صاحب قبر سے پوچھا جائے گا اے فلاں بن فلاں تمہارے امامؑ کا اظہور ہو چکا

ہے۔ اگر تم چاہو تو ان کے لشکر میں شامل ہو سکتے ہو اگر نہیں تو کرامت پروردگار کے سائے میں قیام پذیر رہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام انتظار فرج / خداوند کریم کے نزدیک محبوب ترین اعمال کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔ "اِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ وَ امادام عَلَیْہِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِن۔ "یعنی پروردگار کے نزدیک بہترین عمل انتظار فرج ہے بشرطِ کے بندۂ مومن اس پر ثابت قدم رہے استقامت کے ساتھ اس طرح نہیں کہ ایک ماہ انتظار فرج دوسرے ماہ دنیا کی رنگینیاں اور پھر انتظار پھر گمراہی۔" اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا۔ "اِنْتَظِرُ الْفَرَجَ صَبَاحاً وَمُسَاءً۔" ہر صبح وشام منتظرِ فرج رہو۔

جیسا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر تمہارے درمیان سے علم ونور کا پیکر اُٹھا دیا جائے تو تم پر لازم ہے کہ انتظار ظہور کرتے رہا کرو، اسی طرح حضرت امام محمد تقی علیہ السلام انتظار فرج کو واجب اور اہم اگر دانتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔ زمانہ غیبت حجۃ بن الحسن القائمؑ میں انتظار فرج اور امامؑ کی اطاعت وپیروی کرنا امر واجب ہے۔

اس لیے کہ وہ میرا بیٹا ہے میرے پوتے کی اولاد میں سے ہے عمار ساباطی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا کہ اے عمار خدا کی قسم جس حال میں تم لوگ زندگی بسر کر رہے ہو نہیں مرے گا مگر یہ کہ وہ امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ ایسے شخص کا مقام ومرتبہ جنگ بدر و اُحد میں مرنے والوں سے برتر ہوگا۔ یہ ہی تمہارے لیے خوشخبری ہے اسی طرح چوتھے امام سید الساجدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بارھویں جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ ابن الحسن (ع) کا دورِ

غیبت بہت طولانی ہوگا، اُس عہد کے لوگ جوانؑ کی امامت پر اعتقاد رکھتے ہوں گے اور ان کے ظہور کا انتظار کر رہے ہوں گے ان کا شمار زمانے کے بہترین بُرترین لوگوں میں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہر بندۂ مؤمن کے اعمال کے قبول ہونے کی شرائط کے بارے میں فرماتے ہیں جو کہ اپنے آپ کو منتظر امامؑ گردانتا ہو اور وہ آپ کی حکومت الٰہی کا انتظار بھی کر رہا ہو سب سے پہلے اللہ کی واحدانیت پر یقین رکھتا ہو، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، اطاعت احکام الٰہی کا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا، اقرارِ ولایت علی علیہ السلام اور آل علی علیہ السلام کا، دشمنان آل محمدؐ سے نفرت کا اور فرامین آئمۃِ طاہرینؑ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا تقویٰ و پرہیز گاری کو اپنا شعار بنانے کا، رزق حلال کی روزی کمانے کھانے کا اور قائم علیہ السلام آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں رہنے کا۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا۔ ہمارے لیے ایک ایسی حکومت الٰہی ہے۔ خدائے بزرگ وبرتر جب چاہے گا وظاہر ہو جائے گی جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ قائمؑ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شامل ہو اسے چاہیے کہ ہر آن ظہور امام کا منتظر رہے، زمانہ انتظار میں تقویٰ و پرہیز گاری، اخلاق حمیدہ وشائستگی و اپنی زندگی کا جزءِ لاینفک بنالے اور اگر اس دوران وہ فوت بھی ہو جائے تو گویا اس نے آنحضرتؑ کو پالیا۔ بس اے اُمت مرحوم جو کچھ میں نے کہا اس پر عمل کرو گے اور منتظر امامؑ رہو گے تو کامیاب وکامران رہو گے۔

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت

حاضر ہوااور عرض کی مولا آپ پر قربان جاؤں فرج امامؑ کب ہوگا؟

امامؑ نے جواب دیا اے ابو بصیر لگتا ہے کہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جو حصول زر، جاہ و حشم کے متمنی ہیں ورنہ تم یہ سوال نہ کرتے۔ جان لو کہ جو مومن اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ قائم علیہ السلام آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور وہ پردۂ غیبت میں ہیں، ایک وقت معیّن پر ظاہر ہوں گے اور وہ ان کے ظہور کا منتظر بھی ہو یہ ہی عمل انتظار کی کیفیت اس کے لیے فرج کا درجہ رکھتا ہے اور اگر اس کی برخلاف ہو تو وہ فرج دنیوی ہوگا، اس بھاگ دوڑ میں خود غرضی اور دکھاوا، تعریف و توصیف، دنیاوی فوائد شامل ہوں گے نہ کہ دین کی سربلندی کے لیے شیخ طوسیؒ جناب جابر سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہم لوگ مناسک حج کی تکمیل کے بعد ایک گروہ کی شکل میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اختتام ملاقات پر امامؑ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ تم میں سے جو طاقتور ہو وہ کمزوروں کی مدد کرے، جو دولت مند ہے وہ غریبوں پر مہربانی کرے، انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی ہر محاذ پر مدد کرے، جو توقع اپنے لیے رکھتا ہو وہی توقع اپنے دینی بھائی کے لیے کرے، دوسرے کے رازوں کو پوشیدہ رکھے، لوگوں کو اپنی گردن پر مسلط نہ ہونے دیں، کسی چیز کے حرام یا حلال یا قرآن وسنت کے خلاف کوئی شبہ ہو تو ذرا توقف کرے ہم سے رجوع کر کے ہم سے اس کی تصدیق کرے پھر ہماری توجیہات کے بعد کسی اور سے رجوع نہ کرے، اگر ان ساری باتوں پر عمل کرتے ہوئے وہ اس دنیا سے رخصت ہوا گویا وہ شہید مرا۔

جس نے امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ علیہ السلام کے مقام و

مرتبہ کو پہچانا، آپ کے لشکر میں شامل ہو کر دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوا اس کا صلہ دوگنا ہے اور جس نے آپ کی محبت میں لڑتے لڑتے دشمنوں کو مارا تو اس کا صلہ بیس شہیدوں کے برابر ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ ناصرین امام زمانہ علیہ السلام میں شامل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے کردار و گفتار سے منتظرین امامؑ کی شکل میں پہچانا جائے، راستہ چلتے لوگ کہیں کہ دیکھو وہ منتظر امامؑ آرہا ہے۔ جس کے لیے اسے تقویٰ پرہیزگاری اور پسندیدہ اطوار اپنانا ہوں گے۔ اب اگر وہ شخص فوت بھی ہو جائے اس کے مرنے کے بعد امام کا ظہور ہو تو اس کی جزاء بھی اس شخص کے برابر ہوگی جس نے قائم آل محمدؑ کی سربراہی میں قائم ہونے والی حکومت الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف حاصل کیا ہو۔

انتظار فرج کے عملی اثرات

انتظار ظہور امام زمانہ (ع) کے عملی اثرات تو بہت سے ہیں ان میں سے کچھ کا اشارہ درج ذیل فقروں میں ملتا ہے۔

1۔ نا اُمیدی کی بیخ کنی۔
2۔ نا اُمیدی کی جگہ اُمید کی حکمرانی۔
3۔ اپنے نفس پر اعتماد میں اضافہ۔
4۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر صبر و استقامت میں اضافہ۔
5۔ جوش و ولولہ میں اضافہ۔

6۔ پروگراموں کی منصوبہ بندی کرنے پر توجہ میں اضافہ۔
7۔ اجتماعی تعاون میں اضافہ۔
8۔ اتحاد ویگانگت میں اضافہ۔
9۔ ہر قسم کی چیرہ دستیوں اور ظلم وستم کے آگے ڈٹ جانے کی ہمت میں اضافہ۔
10۔ طاغوتی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کران سے ٹکرانے کی ہمت میں اضافہ۔
11۔ انفرادی اور اجتماعی خودسازی۔
12۔ دینی اقدار پر ثابت قدمی میں اضافہ۔

انتظار فرج اکابرین کی نظر میں

لفظ انتظار کی تشریح امام خمینیؒ کی زبانی بعض لوگوں کی نظر میں انتظار کا تصور یہ ہے کہ مسجدوں میں امام بارگاہوں میں اور گھروں میں بیٹھ کر نمازیں پڑھنے دعائیں پڑھنے اور تعجیل ظہور کی دعائیں مانگ لینے سے انتظار امام کا فریضہ ادا ہو گیا۔
ایک طبقہ کا یہ نظریہ ہے کہ دنیا میں کیا کیا خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں، بین الأقوامی برادری کیسے کیسے مسائل سے دُچار ہے اس کا ہم سے کیا واسطہ، ہم کو تو اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ دنیا کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے تو انشاء اللہ خود امام زمانہ (ع) ہی تشریف لا کر اس کی اصلاح کریں گے۔

ایک اور طبقہ کا خیال ہے کہ چلو اچھا ہے یہ دنیا بے راہ روی اور ظلم وزیادتی سے پُر ہو جائے نہ ہم معاشرے میں نیک کاموں کا حکم دیں گے اور نہ ہی بُرے کاموں سے روکیں گے، دنیا خود بخود گناہوں سے بھر جائے گی تب امامؑ ظہور فرمائیں گے۔

ایک طبقہ یہ کہتا ہوا ملے گا کہ اگر ایسی حکومت میں دوران غیبت امامؑ خود ہی اپنے طور پر مسائل کو سمجھنے کے لیے تحقیق و چھان بین میں مصروف رہے ایسی حکومت باطل اور خلاف اسلام ہے۔ ہم سب انتظار امام زمانہ علیہ السلام کے مرحلے سے

گزر رہے ہیں۔

لوگوں کی اکثریت جس طریقہ سے انتظار کر رہی ہے اسے ہم انتظار نہیں کہیں گے۔ بلکہ ہم میں سے ہر شخص کو فرداً فرداً اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے بے خوف ہو کر اپنی شرعی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے انجام دینا چاہیے تا کہ اگر ہم اپنے امام کی زیارت سے مشرف ہوں (انشاءاللہ) تو ان کے سامنے سرخ رو ہو کر جائیں اور اس سلسلے میں جو بھی وسائل درکار ہوں ان پر بھرپور توجہ دیں۔ ہم آنخضرت کی تشریف آوری کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ کب آپ اپنے قدم مبارک بڑھاتے ہوئے جلوہ افروز ہوں اور ہم اپنی بھرپور کوششوں سے اس دنیا میں حکومت عدل الٰہی کے قیام میں اپنا کردار ادا کریں۔

دنیا کے دوسرے ادیان کے مطابق بشمول عالم اسلام کے مہدی (ع) موعود کا ظہور پرنور کعبہ کی دیوار سے متصل ہوگا اس موقع پر ایک ندا بلند ہوگی جو تمام بشریت کو توحید الٰہی کی دعوت دے گی ہمیں اس آواز پر لبّیک کہنا ہوگا۔

ہم سب حالت انتظار ظہور میں ہیں۔ انتظار فرج پوری دنیا پر اسلامی طاقت واسلامی غلبے کا دوسرا نام ہے۔

ظلم وزیادتی کے مقابلہ میں ڈٹ جانا ہمارا بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ ہمارا شرعی فریضہ ہے کہ اس کو بڑھنے سے روکیں۔ اس کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم ایک طرف تو اپنے آپ منتظر امام سمجھتے ہیں دوسری طرف ہم اپنے گھروں ومسجدوں میں بیٹھ کر تسبیح ہاتھ میں لیے رو رو کر فریاد کرتے ہوئے نظر آئیں۔ ''اللھم عجل فرجہ۔''

بارالٰہا ظہور امام میں تعجیل فرما استقبال امامؑ کے اس مقدس فریضہ کو انجام دینے کے لیے مخلصانہ طور پر راہ ہموار کرنا ہوگی۔

انتظار فرج رہبر انقلاب کی زبانی

انتظار ہے کیا؟

انتظار ظہور امام زمانہؑ کا مطلب ہے تمام انسانیت کے لیے ایک ایسا نظام جس میں عدل وانصاف پر مبنی ایک حکومت الٰہی کا قیام ہو۔ انتظار ظہور امامؑ جس کا مقصد ہے انسانی زندگی پر ڈھائے جانے والے مظالم کی بیخ کنی کرنا اور بشریت کے لیے دنیاوی اور روحانی اقدار سے مُصَّع ایک اعلیٰ وارفع نظام وضع کرنا ہے جس کی بدولت یہ بلکتی وسکتی ہوئی انسانیت سکھ کا سانس لے سکے۔ یہ ہی وہ جذبہ ہے جس کے لیے ہر مؤمن کوشاں ہے۔ انتظار بھی ایک عجیب وغریب چیز ہے، اپنے اندر ایک وسیع معنی سموئے ہوئے ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ مستقبل سے وابستہ نااُمیدی اور مایوسی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

یہ ہی روح انتظار انسان کو اس بات کا بھی درس دیتی ہے کہ ہمیشہ راہ خیر میں آنے والی ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ اگر ان دونوں خواہشوں کے پورا ہونے کی اُمید واطمینان میسر نہ ہو تو انتظار بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایک حقیقی منتظر کے لیے اطمینان واعتماد لازمی ہے۔ آپ ہمیشہ اُسی کا انتظار کرتے ہیں جس کا آپ کو یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔

اور اگر جس کے آنے کا یقین ہی نہ ہو وہ حقیقی انتظار تو نہ ہوا۔ اعتماد وانتظار

لازم وملزوم ہیں اور یہ دونوں اُمید کے سہارے پر ہیں آج ساری انسانیت کی اُمیدوں کا مرکز یہ ہی انتظارِ ظہور ہے۔

اس کے علاوہ انتظار فرج نام ہے ظلم وجور کرب واذیت میں مبتلا انسانیت کو درپیش گوں ناگوں مسائل سے دوچار اس عارضی حیثیت کو جھیل جانے کا، کیونکہ انجام کار ایک پائیدار حکومت عدل الٰہی کا منظرِ عام پر آنا تو یقینی ہے اور یہ کیفیت مسلمانوں کو اس بات کا درس بھی دیتی ہے کہ ان کی انفرادی واجتماعی زندگی میں کسی بھی قسم کی بندش ورکاوٹ کا کوئی وجود نہیں۔ مایوسی کو اپنی زندگی پر مسلط نہ ہونے دیں۔ بغیر عمل کے انتظارِ فرج اور اس کی اُمید بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ہی حقیقت ہے، یا یوں کہیے کہ کوئی گتھی ایسی نہیں جو سلجھائی نہ جا سکے۔ ایک مسلمان درس انتظار سے اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کا سلیقہ سیکھتا ہے اور آخر کار یہ جان جاتا ہے کہ انسانی زندگی میں کوئی ایسی گتھی نہیں جو نہ سلجھ سکے۔ لازم ہے کہ ایک نا اُمید انسان ہاتھ پہ ہاتھ رکھا بیٹھا رہے اور کہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ نہیں کبھی نہیں۔ جب اس دنیا کے ان تمام ظالمانہ وستمگرانہ رویوں کے مقابلہ میں فرج وخوش بختی کا سورج طلوع ہوگا تو اس کے ساتھ ہی زندگی میں جاری وساری مشکلات کا اور رکاوٹوں کا ازالہ بھی ظہور امام زمانہ (ع) کی شکل میں ظہور پذیر ہوگا۔ اسی لیے انتظار فرج کا شمار افضل ترین اعمال میں ہوتا ہے۔ عمل کے مقابلہ میں بے عملی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ کہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں بس کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ انتظار نام ہے عمل کا، تیاری کا، حرکت کا، ولولہ کا، دلوں کو گرمانے کا، بلکہ یہ لفظ، انتظار تفسیر ہے اِس قرآنی آیت کا۔

"نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اِسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ

اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ۔" (سورہ قصص آیت نمبر ۰۵)

"اِنَّ الۡاَرۡضَ لِلّٰهِ یُوۡرِثُهَا مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ۔"

(سورہ اعراف آیت نمبر ۱۲۷)

جس کا مطلب ہے کوئی بھی ملک وقوم طلوعِ سحر سے کبھی مایوس نہ ہو۔

انتظار فرج کی مختلف صورتیں

یوں تو انتظار فرج کے کئی پہلو نکلتے ہیں اور اسلامی ثقافت میں اسے ایک خاص مقام حاصل ہے خاص طور پر شیعہ مذہب میں تو انتظار امام زمانہ علیہ السلام کی بے انتہا اہمیت ہے۔ یہ ایک انتہائی دلکش موضوع ہے۔

اس کا ایک پہلو جس میں انتظار کے معنی ہیں موجودہ حالات سے بے قناعتی، یعنی جتنا ثواب کماؤ کم ہے۔ جتنے کارھائے خیر انجام دو نا کافی ہیں۔ بس خواہش یہ ہی ہے کہ اپنی ہستی کو کارھائے خیر میں مٹادیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ مؤمنین کی حمایت وامداد میں اتنا آگے نکل جاؤ کہ بس یہ ہی زندگی کا مقصد ہے اور ایک دن آئے گا جس میں یہ روشنی کی کرن ساری زندگی کا احاطہ کرے گی اور اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ روشن مستقبل کے شوق واُمید میں انتظار ظہور کرتا ہے۔ ایک ایسا تابناک مستقبل جس کی سب خواہش رکھتے ہیں۔

مفہوم انتظار کی شکل (منفی انداز میں اور مثبت انداز میں

جیسا کہ ماضی میں انتظار ظہور سے متعلق اس لفظ کے بارے میں غلط اور منفی تشہیر کی گئی اور اس کی اہمیت کو کم کر کے پیش کیا گیا۔ ایک طویل عرصہ سے عالمی

استکبار اور مغربی طاقتوں نے منفی تشہیر کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے اور ان کے اذہان کو مسموم کیا۔ منفی انداز کچھ یوں ہے کہ۔

بعض مؤمنین یہ کہنے لگیں کہ ہمیں کیا ہم کیوں ظلم و ستم، دنگے فساد، کفر و الحاد بے حیائی اور برائیوں سے نبرد آزما ہوں ہمارا کام تو صرف انتظارِ امامؑ ہے اور بس باقی کام تو امام زمانہ (ع) کا ہے وہ خود ہی آ کر سب ٹھیک کر دیں گے۔ ساری مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ یہ ہے منفی تشہیر کی شکل جس کا مقصد ہے ہمیں اپنی شرعی ذمہ داریوں سے غافل کرنا اور نہی عن المنکر سے روکنا۔

اب اس کا مثبت انداز کچھ یوں ہے۔ کہ ہم بھی اپنی توفیقات کے مطابق امام زمانہ کے ظہور پرنور کا شایاں شان استقبال کریں امر بالمعروف کے ذریعے اس کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کریں اور تقویٰ و پرہیزگاری اپنائیں۔

ایک منتظر قوم

ہماری قوم کا شمار منتظرین امام زمانہ (ع) میں ہوتا ہے ایک ایسی پرعزم قوم جس نے اپنے ملک میں ایک اسلامی انقلاب برپا کر کے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ انتظار ظہور امام کے لیے اپنی زندگی کے مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ اسی مقدس مشن کے لیے وقف کر دیں اور روح انتظار کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں۔

ہمیں اپنے رب سے اس بات کا پورا یقین ہے کہ وہ ہماری ضرور مدد کرے گا اور ہم تائید الٰہی کے ذریعے اپنے پورے عزم و حوصلے کے ساتھ اور جانفشاں کوششوں کے ذریعے ننگِ انسانیت قوتوں کو شکست سے دوچار کریں گے اور قائم

آل محمد ﷺ کے پرچم تلے اس دنیا کو اُمن کا گہوارہ ضرور بنائیں گے اور خدا کے دشمنوں، غاصبوں، ستمگروں، قاتلوں، ظالموں اور متکبّروں سے چھٹکارہ دلائیں گے۔ ہماری ان پے در پے کوششوں سے یہ دنیا ایک دن ایک ایسے جہان میں تبدیل ہو جائے گی جہاں انسانیت کو اس کا اصلی مقام حاصل ہو جائے گا اور دنیا کو مذکورہ ناپاک عناصر سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔

انتظار فرج کے اثرات

استکبار جہانی کے مقابلے میں انتظار فرج/قوموں کی بیداری کا موجب بنتا ہے جو انسانیت کے لیے ایک برتر حالت کی نشاندھی کرتا ہے۔ امام زمانہ علیہ السلام پر اعتقاد کامل رکھنا ہی ایمان کی علامت ہے۔ آنحضرت علیہ السلام خود اپنے ظہور کے بعد اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ یہ احساس ہی ہوا کے ایک خوشگوار جُھونکے کی مانند ہے خود ہمارے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور وقت کے ستائے ہوئے ہیں۔

وقتِ ظہورِ امام کو معیّن کرنے کی ممانعت اور اسکی نفی

قائمؑ آلِ محمد (ع) کا وقتِ ظہور مُعَیَّن نہیں ہے روایات کے مطابق جو شخص بھی وقت ظہور کی تشخیص و تعین کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ یہ امر بھی اسرارِ الٰہی میں سے ایک ہے۔ اس بھید کا علم تو صرف اللہ کو ہے یا محمدؐ و آلِ محمدؑ کو ہے وقت ظہور کا تعین نہ کرنے میں شاید ایک دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر تعین شدہ وقت و تاریخ ایک طویل عرصہ پر محیط ہوتی تو مؤمنین کے لیے اتنا عرصہ صبر کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا، مثال کے طور پر اگر کسی شخص سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ظہورِ امامؑ ایک ہزار سال بعد ہوگا تو وہ مزید دُکھ اور پریشانیوں میں مبتلا ہو کر ہی وقت کی طوالت کا سن کر مر جاتا۔

فضیل بن سیار کے سوال آیا کہ قیام آلِ محمدؑ کا کوئی خاص وقت معین ہے؟

جواب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فلسفہ ظہور کی تشریح میں یوں فرماتے ہیں۔

"کَذَبَ الْوَقَّاتُوْنَ، کَذَبَ الْوَقَّاتُوْنَ، کَذَبَ الْوَقَّاتُوْنَ، اِنَّ مُوسیٰؑ لَمَّا خَرَجَ وَافِداًاِلیٰ رَبِّهِ وَاَعْدَهُمْ ثَلاثِیْنَ یَوْماً، فَلَمَّا زَادَهُ اللّٰه تعالیٰ علی الثَّلاثِیْنَ عَشْراً، قَالَ قَوْمُهُ: قَدْ اَخْلَفْنَامُوسیٰؑ فَصَنَعُوْامَا صَنَعُوْا۔" (اصول کافی جلد ا صفحہ نمبر ۳۶۸)

جو لوگ ظہورِ امام کے سلسلے میں وقت یا دن و مہینہ تعین کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے اس جملے کو تین مرتبہ تکرار فرمایا۔ پھر گویا ہوئے جب جناب موسیٰ علیہ السلام اپنے پروردگار کی دعوت پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور جاتے وقت قوم سے تیس دن کے بعد واپسی کا کہہ کر گئے تھے جب مزید دس دن اور گزر گئے تو قوم موسیٰ نے ان پر وعدہ خلافی کا الزام لگا دیا پھر اس کے بعد کیا کیا ہوا؟ اسی طرح اگر ہم علیہ السلام بھی آپ کی خدمت میں وقتِ ظہور کا کہہ دیں اور وہ پورا بھی ہو جائے تو آپ لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اگر کہیں اس کے برعکس اس میں تاخیر ہوئی تو یہ امر خلاف عدل ہوگا۔

یہ واقعہ تنبیہ ہے ان لوگوں کے لیے جو ظہورِ امام کے سلسلے میں وقت و زمان کا تعین کرتے ہیں۔

وقت ظہورِ امام کا تعین کرنے کی نفی و تردید کا فلسفہ کچھ یوں ہے کہ اگر اس کام کے لیے وقت کا تعین ہو جائے اور وہ کام مقررہ وقت پر نہ ہو تو ہم میں سے اکثر لوگ مایوسی اور نا اُمیدی کا شکار ہو جائیں گے اور حقیقت میں تصور نجات دھندۂ سسکتی بلکتی انسانیت کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ لوگوں میں بدگمانیاں پھیلیں گی۔ لوگ دین سے منحرف ہونے لگیں گے۔

وقت ظہور تعین نہ ہونے کے فلسفہ سے متعلق امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کا تذکرہ آپ نے پڑھا۔ ایک دوسری روایت کا تذکرہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زبانی آپ فرماتے ہیں۔

"فَلَوْقِیْلَ لَنا: اِنَّ هٰذا لْاَمْرَ لا یَکُوْنُ اِلیٰ مِائَتَی سَنَةٍ اَوْ ثَلاثَ مِائَةِ سَنَةٍ لَقَسَت الْقُلُوْبُ وَلَرَجَعَ اَمَّةُ النَّاسِ عَنِ الْاُسْلَامِ وَلٰکِنْ قَالُوْا: مَا

اسَرَعَهُ وما اَقْربَهُ تَاَلُّغاً لِقُلُوْبِ النَّاسِ وَتَقْرِيْبًا لِلْفَرَجِ۔"

(اصول کافی جلد ا صفحہ نمبر ۳۶۹)

اگر ہم سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ظہور حضرت قائم آل محمد دوسو سال یا تین سو سال تک نہیں ہوگا لوگوں کے دل سخت ہو جاتے اور اکثر لوگ اسلام سے منحرف و بددل ہو جاتے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ظہور امام کا وقت بہت قریب ہے زمانہ کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات بھی اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ہاں اب وقت ظہور بہت قریب ہے اور یہ اَمر ہمارے لیے تسلی و تشفی قلب کا باعث ہے۔

وقت ظہور امام کو مخفی رکھنے کی حکمت عملی کچھ ایسی ہے تا کہ اس پُر آشوب اور سخت حالات کی بدولت مؤمنین کی آزمائش اور ثابت قدمی کا امتحان بھی لیا جا سکے اور یہ ہی عمل لوگوں سے وقت ظہور کو پوشیدہ رکھنے کا متقاضی ہے تا کہ کھوٹا اور کھرا سامنے آ سکے اور یہ ہی آزمائش عبودیت کی کسوٹی بھی ہے۔ فرمان خداوندی ہے۔

"هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ...... لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔" (سورہ ھود آیت ۷)

اسی نے زمین و آسمانوں کو خلق کیا تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ تم میں سے اچھا عمل کس کا ہے؟ حضرت امام علی علیہ السلام بن موسیٰ علیہ السلام الرضا فرماتے ہیں۔ ''خدا کی قسم آخری حُجت کا ظہور نہیں ہوگا مگر یہ کہ مومنین اچھی طرح آزمائش سے نہ گزر ئیں اور مخلصین باقی رہ جائیں۔''

وقت ظہورِ امام کے عدم تعیُّن کی حکمت عملی کچھ اس طرح بھی ہے کہ اگر وقت ظہور کا تعین ہو جاتا اور اس میں تاخیر ہوتی تو لوگوں میں تردد پیدا ہوتا شش و پنج میں مبتلا ہو جاتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ خلافی جیسے گمان کیے جاتے جو کہ

خلاف عدل الٰہی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام اس امر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جس کا ذکر اصول کافی اور دوسری کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

فضل ابن سیار نے امام عالی مقام سے عرض کی مولا اس امر کے لیے کوئی خاص وقت مقرر کیا گیا ہے؟

لہٰذا بات یہ ہے کہ حکمت الٰہی کا تقاضیٰ بھی یہ ہے کہ وقت ظہور امام کو مخفی رکھا جائے یہ امر اسرار خداوندی میں سے ہے۔ اسی لیے منتظران و شیعیان امام مہدی (ع) کی یہ شرعی ذمہ داری بنتی ہے کہ جو کوئی دوران غیبت امام ظہور امام کے وقت کا حتمی طور پر تعین کرے اس کی پُر زور تردید کی جائے۔ اس شخص کو جھوٹا قرار دیا جائے چنانچہ ظہور مہدی کا وقت معین کرنے والوں سے متعلق سارے ائمہ کرام کا جواب ہمیشہ یہ ہی ہوتا تھا۔ "كَذَبَ الْوَقَّاتُوْنَ۔" (جھوٹ بولتے ہیں وقت معین کرنے والے)

یہاں پر ہم ائمہ معصومین علیہم السلام کے چند اقوال کا اسی موضوع کی مناسبت سے ذکر کرتے ہیں تا کہ مسئلہ کی اہمیت مکمل طور پر واضح ہو جائے۔ عبدالرحمٰن بن کثیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ مہزم اسدی نامی شخص وارد ہوا اور آپ سے عرض کرنے لگا میری جان آپ پر قربان مولا جس وقت کا ہم انتظار کر رہے ہیں وہ کب آئے گا؟ امام نے فرمایا اے مہزم تاریخ و وقت ظہور امام کا تعین کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں جلد باز لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور صابر و فرمان بردار لوگ ہمارے مقربین میں شمار ہوں گے اسی طرح ظہور مہدی سے متعلق مفضل بن عمر کے سوال کے جواب میں بھی آپ نے فرمایا تھا۔ نہیں بالکل نہیں نہ ہی خداوند کریم نے کوئی وقت معین کیا ہے اور نہ ہی شیعیان امام کو یہ حق حاصل ہے، یہ کام تو صرف حکم الٰہی کا منتظر ہے۔ یہ اسی ساعت

کی طرف اشارہ ہے۔

اے رسول خدا! جب لوگ آپ سے ساعت کے بارے میں پوچھیں تو آپ جواب میں یہ ہی کہیں کہ اس بات کا علم تو صرف خداوند کری...... ہی کو ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ اس وقت معین کی شان تو زمین و آسمان میں بہت ہی عظیم ہے اگر تم سے پوچھا جائے وقت ظہور کے بارے میں تو کہنا کہ اس کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے ورنہ ہم تو اس اُمر سے بالکل ہی بے خبر ہیں۔

جیسا کہ فرمان خداوندی ہے کہ! باوجودیکہ کافران لیکن ایمان نہیں لاتے پر ان کو بھی کسی نجات دھندہ کا انتظار ہے اور جیسے ہی وہ علامات وشرائط پوری ہونے کو ہونگی وہ ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن اب ان کی یہ سوچ انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

دوسری جگہ پر ارشاد ہوتا ہے۔ تمہیں کیا پتہ کہ شاید قیامت کی وہ گھڑی بہت ہی قریب آ پہنچی ہو، ایک وہ لوگ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور مسخرہ پن کے سے انداز میں اس کے جلد وقوع پذیر ہونے کی خواہش رکھتے ہیں دوسرے وہ لوگ جو باوجودیکہ ایمان لا چکے ہیں اور قیامت کی ہولنا کیوں سے بے خبر و بے پرواہ ہیں جبکہ ان کو اس کے وقوع پذیر ہونے کا یقین بھی ہے اب ذرا غور کرو کہ یہ دونوں گروہ اسی اُمر پر آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ لوگ دین سے دور اور گمراہی پر ہیں۔

مفضل بن عمر نے عرض کی اے میرے مولا یہ آپس میں جھگڑنے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ وہ کہتے ہیں قائم آل محمد کب پیدا ہوئے؟ کس شخص نے انہیں دیکھا ہے؟ وہ کہاں ہیں؟ وہ کب ظاہر ہوں گے؟ یہ ساری باتیں امر الٰہی میں مداخلت اور جلد بازی کی ہیں ایسے لوگ اپنی دنیا و آخرت برباد

کرتے ہیں۔ ان کافروں کا انجام تو بہت ہی بُرا ہے۔

مفضل مولا سے پوچھتے ہیں۔ کیا آپ کوئی وقت معین نہیں کر سکتے؟ اس پر مولا نے جواب میں فرمایا۔

اے مفضل! اس مسئلہ کے لیے کوئی وقت معیّن مت کرو کیوں کہ جس شخص نے ظہورِ مہدی (ع) کے لیے وقت کا تعین کیا گویا اس نے اپنے آپ کو علم خداوندی میں شریک کیا اور یہ کہتا پھرے کہ خدا نے مجھے اسرار الٰہی سے سرفراز کیا ہے اور مجھے کشف کے ذریعے آگاہ کیا ہے۔

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام بھی یہ ہی فرماتے ہیں کہ بے شک آئمہ طاہرینؑ بھی اس اُمر کے لیے وقت کا تعین نہیں کرتے اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام محمد بن مسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے محمد بن مسلم جو کوئی بھی ہم سے منسوب کر کے وقت ظہور کا تعین کرے اُس کو فوراً جھٹلاؤ کیونکہ ہماری طرف سے کبھی بھی کسی بھی فرد سے تعین وقت ظہور امام نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک روایت جس میں ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی فدا ہوں آپ پر یہ بتلائیں کہ خروج قائم آل محمدؑ کب ہوگا؟ امام نے جواب دیا۔ ہم تمام ائمہ اپنی طرف سے وقت کا تعین نہیں کرتے بقول رسول خدا ظہور کا وقت تعین کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں۔

خود امام مہدی آخرالزمان اپنے وقت ظہور کا تعین کرنے والے کو جھوٹا گردانتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وَاَمَّا ظُهُوْرُ الْفَرَجِ، فَاِنَّهُ اِلَى اللّٰهِ وَكَذَبَ الْوَقَّاتُوْنَ۔"

(اکمال الدین جلد ۲)

وقت ظہورِ فرج امام کا مسئلہ حکم الٰہی پر منحصر ہے جو لوگ اپنی طرف سے تعین کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ ظہور سے متعلق سوال کے جواب میں امام محمد باقر علیہ السلام کا بھی یہی ارشاد ہے آپ نے بھی تین مرتبہ یہی کہا وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

حضرت امام محمد مہدی (عج) کی پہچان

بلا شک و تردید کسی بھی کام کے لیے قدم بڑھانے سے پہلے جو انتہائی اہم اور سب سے پہلا قدم ہے وہ اس کام کی پہچان یا اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا یہی وہ بنیادی مسئلہ ہے کہ جس پر ہر فرد مومن خاص کر حقیقی شیعہ و منتظر امام اپنے شرعی فریضہ کو نبھائے اور وہ انتظار امام کے عمل سے پہلے اپنے امام کو اچھی طرح پہچانے کیونکہ جب تک انسان اپنے امام کی صحیح اور مخصوص پہچان تک نہیں پہنچے گا، اپنے اُوپر عائد ہونے والی شرعی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ بَرا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی امام کی حقیقی پیروی کرسکتا ہے، بغیر معرفت پیروی تو سب ہی کر رہے ہیں۔ یہ پہچان ہی تو ہے جو انتظار امام کا بنیادی مرکز ہے اور ایسے کہ جب تک پہچان کا عمل پورا نہیں ہوتا انتظار بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور جب منتظر اور منتظَر کی بحث جاری ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انتظار کس کا کِیا جا رہا ہے؟

حضرت امام حسین علیہ السلام معرفت امام کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اَيُّهَا النَّاس! اِنَّ اللّٰه جَلَّ ذِكرُهُ، مَا خَلقَ الْعِبَادَ اِلَّا لِيَعْرِفُوهُ فَأَذَا عَرفُوهُ عَبَدُوهُ فَأذَا عَبَدُوهُ اسْتَغنوا بِعِبَادَتِهِ عَنْ عِبَادَةِ مَاسواه، فَقَالَ لَهُ رَجُلُ۔ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بِأبی أنْتَ أُمّی فَمَا مَعْرِفَةُ اللّٰهِ؟ قَالَ مَعْرِفَهُ

أَهْلِ كُلِّ زَمَانٍ اِمامُهُمُ الَّذِي يَجِبُ عَلَيْهِمْ طَاعَتُهُ۔

ہاں اے لوگوں! خداوند کریم کی بزرگی و کبریائی کے بعد یہ ذکر کردوں کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کو نہیں خلق کیا مگر یہ کہ وہ اس کی پرستش و بندگی کریں اور اس کو پہچانیں، جب وہ اپنے رب خالق کو پہچان لیں گے تب ہی وہ اس کی پرستش بھی کریں گے اور جب وہ اس کی پرستش و بندگی سے بے نیاز ہو جائیں گے تب وہ اس کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور پرستش کا تصور بھی نہیں کریں گے کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی بھی لائق پرستش نہیں رہا۔

ایک شخص نے سوال کیا اے فرزندِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں، باپ آپ پر قربان خدا کی معرفت کیا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا ہر زمانہ کے لوگ اپنے زمانہ کے امام کو پہچانیں اور ان کی اطاعت کریں اور ان کے احکامات کی پیروی کریں اور فلسفۂ خلقت انسانی بھی یہی ہے کہ انسان مقام معرفت خدا تک رسائی حاصل کرے اور معرفت الٰہی تک رسائی بغیر امام و رہبر کے ممکن نہیں۔ کیونکہ امام ہی حق و کبریائی کا آئینہ ہے۔ وہ ہی خدا کے پہچانوانے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"نَحْنُ الْعَالِمُوْنَ (اَلْقَائِمُوْنَ) بِأَمْرِهِ وَالدَّاعُوْنَ اِلى سَبِيْلِهِ، بِنَا عُرِفَ اللّٰهُ وَ بِنَا عُبِدَ اللّٰهُ، نَحْنُ الْأَدِلَّاءُ عَلَى اللّٰهِ وَلَوْ لا نَا مَاعُبِدَ اللّٰهُ۔" (بحار الانوار جلد ۲۶ صفحہ نمبر ۲۶۰)

ہم ہی صاحبِ علم و آگہی ہیں۔ ہم ہی امر الٰہی کی دعوت دینے والے ہیں، ہم ہی خدا کو پہچوانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے خدا کی پرستش نہ ہوتی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام معرفت امام کی ادنیٰ ترین کیفیت کے بارے

میں فرماتے ہیں۔ جان لو کہ امام پیغمبر کے برابر ہے مگر درجہ نبوت کے بعد امام وارث پیغمبر ہے۔ اس کی اطاعت بھی ایسی ہی ہے جیسے اللہ اور رسول کی اطاعت، پس چاہیئے کہ ان کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور ان کے احکامات پر عمل کریں۔ جیسا کہ مکیال المکارم نامی کتاب میں معرفت امام زمانہ سے متعلق ملنے والی روایات میں اس اُمر کی تاٴکید کی گئی ہے جس کی تشریح کچھ اس طرح ہے۔ بیشک ہر زمانہ کے مومنین پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کو جس طرح ہمارے اماموں نے پہچاننے کی تاٴکید کی ہے بالکل اسی طرح کہ ہم اُن بے دین افراد کی چیرہ دستیوں اور آپ کے خلاف گمراہ کن پروپگنڈے سے محفوظ رہتے ہوئے آپ کے وجود اقدس کو پہچانیں اور اس طرح کی پہچان کے دو ہی طریقے ہیں۔

پہلے یہ کہ ہم امام (ع) کی مکمل شخصیت کا تجزیاتی مطالعہ کریں اور دوسرے موجودہ زمانہ میں تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں آپ کی طرف سے ملنے والی نصرت و تائید کو سامنے رکھیں۔ حقیقت میں یہی منتظرین امام زمانہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ آپ علیہ السلام کی خالص صفات حمیدہ کی پہچان کا حصول ہی اہم واجبات میں سے ہے۔

اور جس نے بھی ان دو صفات کو سمجھا تو سمجھیں کہ وہ بے نیاز ہو گیا امیری غریبی اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور وہ فرد آخری دم تک یاد امام (عج) سے غافل نہیں رہ سکتا۔

اگر پہچان کا مرحلہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو کھرے کھوٹے کا تعین آسانی سے ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نااہل، لادین اور جھوٹا امام خود کو اس مرتبہ پر فائز

کرنے کی کوشش کرے بھی تو ہم بلا جھجک اسے رد کرنے کے قابل ہوں گے۔

دوسری طرف اگر امام زمانہ کو پہچان لیا جائے اور لوگ آپ کی تائید بھی کرنے لگیں اس صورت میں گویا ہمیں اپنے انتظار امام کا پھل مل گیا بقول امام محمد باقر علیہ السلام۔ "اَلعَارِفُ مِنكُمْ هٰذَا الْاَ مْرُالْمُنتَظِرُلَهُ...... كَمَنْ جَاهَدَ۔"

(بحار الانوار جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۸)

تمہارے درمیان سے جو کوئی اس امر کو پہچانے اور وہ انتظار میں رہے تو اس کی منزلت جہادیوں کے برابر ہے۔ لہٰذا زمانہ غیبت امام میں ہماری سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جتنا اپنے امام کو زیادہ سے زیادہ معرفت کے ساتھ پہچاننے کی کوشش کریں گے اتنا ہی ان کے حقوق ادا کرنے کی عملی جدوجہد میں کما حقہ شامل ہو سکیں گے اور معرفت امام حاصل کرنے کے لیے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے راہ ہدایت پا سکیں گے۔

امام زمانہ کی پہچان بذات خود اپنی جگہ ایک بلند مقام و مرتبہ رکھتی ہے چنانچہ ائمہ معصومین کی جانب سے بھی اس امر کی تاکید کی گئی ہے اور اس عمل کی بہت بڑی جزاء معین کی گئی ہے ان میں سے ایک یہ کہ صاحب معرفتِ امام کو راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہدین میں شامل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اَلْعَارِفُ مِنْكُمْ هٰذَا الْأَمْرُ الْمُنْتَظِرُلَهُ...... كَمَنْ جَاهَدَ۔" تم میں سے جو کوئی پہچان کے مرحلے سے گزر جائے اور انتظار کے مرحلہ میں داخل ہو جائے وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والوں میں شامل ہو جائے گا۔

دوسری جانب یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک کوئی فرد

بھی بغیر امتحان و آزمائش کے نہیں گزرا چاہے وہ مؤمن ہو یا غیر مؤمن اور چاہے کوئی بھی زمانہ ہو، اس بات کا انحصار زمانۂ غیبت ہی پر موقوف نہیں بلکہ کوئی فرد بھی امتحان سے راہ فرار اختیار نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔"

(سورہ عنکبوت آیت ۲)

کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ایمان لانے کا دعویٰ کرنے پر یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ کیا حقیقی مومن کی تشخیص کے لیے انہیں امتحان سے نہیں گزرنا پڑے گا۔

یہ ایک ناقابل تغیر اٹل حقیقت ہے کہ سنت الٰہی سے آج تک کوئی فرد آزمائش سے نہیں بچ سکا ہے۔

جیسا کہ اس آیہ مبارکۃ میں ارشاد ہوتا ہے۔ "وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔" (سورہ عنکبوت آیت ۳)

صاف صاف جان لو کہ ہم نے تم سے پہلے کی امتوں سے بھی امتحان لیا ہے۔ اس امر میں مقصد خداوندی یہ ہے کہ کون صالح ہے اور کون غیر صالح اور انسان نتیجہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

اس بات کی مزید وضاحت آیہ مبارکہ سے ہوتی ہے۔ "فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِیْنَ۔" (سورہ عنکبوت آیت ۳)

خداوند کریم کو معلوم ہے کہ کون اپنے ایمانی دعوے میں سچا ہے اور کون جھوٹا لہٰذا بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اعتقاد امامت غائب پر ثابت قدم رہے اور امام

کی یاد کو دل میں بسائے رکھے۔" اسی ضمن میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جو کوئی غیبت آل محمد (ع) کے دوران ہماری روایت پر ثابت قدم رہا خداوند کریم اس کا اجر جنگ بدر و اُحد کے ہزار شہیدوں کے برابر قرار دیگا۔" یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم اپنے زمانے کے امام کو پہچان سکتے ہوں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ وہ حقیقی مومنین جن کو معرفت امام حاصل ہو چکی ہو اور انہوں نے اپنی جان و مال حتیٰ کہ ہر شی اپنے امام کے سپرد کردی ہو اور خود کو نصرت امام کے لیے آمادہ کرلیا ہو۔ اب کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔ وہ تو اپنے امام (ع) کے وجود کو محسوس کررہے ہوں گے۔ ایسا لگ رہا ہو کہ وہ آنحضرت کے ہم رکاب ہوں جبکہ انہوں نے آنحضرت کو دیکھا تک نہیں۔

امام سجاد علیہ السلام نے ایسے ہی لوگوں کو برتر و اعلیٰ مرتبہ کے حامل افراد کی حیثیت سے پہچنوایا ہے اور ان کی تعریف و توصیف میں یوں فرماتے ہیں۔

"اِنَّ اَهْلَ زَمَانِ غَیْبَتِهِ ،الْقَائِلُوْنَ بِاِمَامَتِهِ الْمُنْتَظِرُوْنَ لِظُهُوْرِهِ اَفْضَلُ اَهْلِ کُلِّ زَمَانٍ۔" (بحار الانوار جلد ۵۲ صفحہ نمبر ۱۲۲)

ایسے لوگ جو زمانہ غیبت میں آپ کی امامت کے قائل ہوں، انتظار ظہور میں زندگی بسر کررہے ہوں ہر زمانے کے لوگوں سے افضل ہیں، پس ہمیں چاہیے کہ اپنے امام زمانہ کو پہچانیں جن کا حق ہماری گردنوں پر باقی دوسرے لوگوں سے زیادہ ہے۔ وہ جس کا دیدار ہماری دلی آرزو ہے۔ جس کے انتظار کو بہترین عبادت میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ہی وہ بارھواں جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرچم بردار عدل و احسان، دنیا کو کفر و ظلم سے پاک کردینے والا، شہدائے کربلا کے خون پاک کا انتقام لینے والا ہے۔ یہ اسی شناخت کا نتیجہ ہے کہ انسان اتنے

طویل عرصہ تک اپنے امام (ع) کا صبر وتحمل سے انتظار کر رہا ہے۔ اس کے دل میں ذرّہ برابر بھی شک وتردد کی گنجائش نہیں۔ ایک مقام پر سید الساجدین فرماتے ہیں۔ غیبت قائم آل محمد (ع) اتنی طویل ہوگی کہ امام (ع) کے اکثر معتقدین ان سے روگردانی کرلیں گے اور حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔ ماسوائے اُن لوگوں کے جو صاحب یقین وصاحب معرفت ہوں گے ان کے دل میں کسی قسم کی بے یقینی نہیں ہوگی جو خودسپردگی کی کیفیت میں ہونگے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "مَنْ مَاتَ وَلَايَعْرِفُ اِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةَ۔" جو کوئی اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔

ایسی ہی ایک روایت میں محمد بن اسماعیل کی زبانی امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ "مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ لَهُ اِمَامَ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةَ۔" کوئی مرجائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو تو گویا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (بحار الانوار جلد۲ ص۷۶)

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا ہر کوئی جو مرجائے اور اس کا کوئی امام نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا؟ آپ نے جواب دیا۔ نَعَمْ، وَالْوَاقِفُ كَافِرٌ، وَالنَّاصِبُ مُشْرِكٌ۔ ہاں اگر وہ علم آگہی رکھتا ہو تو وہ کافر مرا اور اگر وہ گروہ ہمارے دشمنان میں سے ہو تو وہ مشرک مرا۔

(اکمال الدین جلد۲ ص۵۸۵)

اس کے علاوہ حدیث الصحیح میں حارث بن المغیرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا مولا کیا یہ درست ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا۔

"مَنْ مَاتَ وَلَايَعْرِفُ اِمَامَهُ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةَ؟"

امام علیہ السلام نے جواب دیا ہاں یہ درست ہے۔

میں نے عرض کی مولا یہ کون سی جاہلیت ہے؟ آیا جاہلیت مطلق یا ایسی کہ جس میں وہ اپنے امام کو نہ پہچانتا ہو؟ آپ نے فرمایا۔ جاہلیت کفر ونفاق اور گمراہی اس رو سے پہچان امام سے بے غفلتی جاہلیت شرک کے زمرے میں آتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی چاہتا ہے کہ آخری زمانہ کے فتنوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے اور حق امام (عج) صحیح طور پر ادا کرے تو اس کو چاہیے کہ امام زمانہ علیہ السلام کی مکمل شناخت سے واقف ہو۔

اس مسئلہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئی ان علیہ السلام کے کردار وگفتار کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مکیال المکارم نامی کتاب سے ماُخوذ روایت جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہر کوئی جس کا کوئی امام نہ ہو اور وہ مرجائے اس کا مرنا جاہلیت کی موت ہے اور جو کوئی اپنے امام کو پہچاننے کے بعد مرے تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اس کی مثال ایسی ہے گویا وہ اپنے امام کے ہمراہ ان کے خیمہ میں ہو ان کے ساتھ ہو۔

"اس میں زمانہ کی قید نہیں۔" چاہے وہ آپ کی حکومت الٰہی کے قیام سے برسوں پہلے ہی کیوں نہ گزر گیا ہو۔ بالکل ایسی ہی ایک اور روایت جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ تم صرف ہدف کو پہچان لو پھر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ چاہے وقت کتنا ہی آگے پیچھے نہ ہو جائے۔ کتنا اچھا ہے یہ قول الٰہی۔

"يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔" (سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

قیامت کے دن ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ محشور کریں گے۔

اور جس کا کوئی امامؑ ہی نہ ہو وہ بے چارہ کیا کرے گا اور جو مومن اپنے امام کو پہچان لے گا جیسے کہ وہ امام زمانہ کے خیمہ میں بنفس نفیس موجود ہو۔ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچاننے والے کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو اوندھے منہ گڑھے میں گر گیا ہو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"إِنَّمَا الْأَئِمَّةُ قَوَّامُ اللّٰهِ عَلىٰ خَلْقِهِ وَ عُرَفَاءُهُ عَلىٰ عِبادِهِ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَ عَرَفُوْهُ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ اَنْكَرَهُمْ وَ اَنْكَرُوْهُ۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۲)

ہادیان برحق خداوند کریم کی جانب سے لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے بھیجے گئے ہیں اور وہ لوگوں کے تمام انجام پذیر امور سے واقف ہیں۔ بہشت میں نہیں جائے گا مگر وہ شخص جو اپنے امام وقت کو پہچانتا ہوگا اور خود اس کا امام بھی اس کو پہچانتا ہوگا، جہنم میں بھی کوئی اوندھے منہ نہیں گرے گا مگر یہ کہ وہ امام وقت کا منکر ہو اور امام بھی اس کو قبول نہ کرتے ہوں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جس طرح پہاڑ پر چڑھائی اس کی چوٹی تک پہنچنے پر اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے یعنی اب اس سے زیادہ اونچی کوئی شے نہیں رہی بالکل اسی طرح خداوند کریم کی رضایت وخوشنودی بھی امام وقت کی پہچان کے بعد بامعرفت اطاعت ہے۔ جیسا کہ اس آیہ مبارکہ میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔" (سورہ نساء آیت ۸۰)

ہر وہ شخص جس نے اللہ کی جانب سے بھیجے ہوئے حق کی پیروی کی یقیناً اس

نے اپنے رب کی اطاعت کی اور جس نے حق سے روگردانی کی اے رسول اب تم اس کے ذمہ دار نہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ساری رات عبادت کرے سارے دن روزے رکھے اپنا سارا مال صدقہ میں دے دیں، ہر سال حج کرے لیکن اللہ کے ولی کو نہ پہچانے اور ان کی پیروی و رہبری میں اپنے امور انجام نہ دیتا ہو خدا کے نزدیک وہ ثواب کا حقدار نہیں نہ ہی وہ مومن ہے۔ بلکہ مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں ہر کوئی جو خدا کو پہچانتا ہو اور اس کی عبادت بھی کرتا ہو اور خاندان امامت سے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہو بلکہ کسی اور کو اپنا امام بنا بیٹھا ہو خدا کی قسم یہی تو گمراہی ہے۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے خطبوں کے دوران فرمایا کرتے تھے۔ خداوند کریم نے خاندان پیغمبر اسلام سے امامان حق کے ذریعے اپنے دین کو روشناس کروایا اور ان ذوات مقدسہ کے ذریعے اپنے پوشیدہ خزانوں کو آشکار کروایا اور اپنے آپ کو پہچوایا اور اپنے علم کے چشموں سے ان ذوات مقدسہ کو بھی سیراب کروایا۔ لہٰذا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو فرد بھی اپنے امام کے مقام ولایت کو پا لے گا اور اسے اپنے دل میں محسوس کرے گا وہ ایمان کی حلاوت کا مزہ ضرور چکھے گا اور دین اسلام کی برتری اور خوبصورتی کو محسوس کرے گا۔ "لِأَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ نَصَبَ الْأُمَامَ عَلَماً. لِخَلْقِهِ وَجَعَلَهُ وَحُجَّةً عَلىٰ اَهْلِ مَوادِّهٖ وَ عَالَمِهٖ۔" کیونکہ خداوند کریم نے ہی امام کو اپنی مخلوق کی راہنمائی کے لیے مقرر کیا ہے اور انہیں اہل جہاں کے لیے اپنی حجت قرار دیا ہے اپنے علم وحکمت کا تاج ان کے سر پر رکھا ہے۔

ایک اور مقام پر زرارہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا امام وقت کی شناخت ہر فرد پر واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے جہاں کے لوگوں کے لیے اپنی حجت اور رسول بنا کر پیش کیا پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچانا اور ان کی پیروی کی ان کا حکم مانا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے امام کی اطاعت کرے اور جو اللہ اور اس کے رسول ہی کو نہ مانتا ہو وہ امام کو کیسے پہچانے گا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے فرزند حضرت مہدی علیہ السلام کا تعارف حضرت عبدالعظیم حسنیؓ سے کرواتے ہوئے فرماتے ہیں۔ میرے بعد میرا یہ فرزند امام وقت اور حجت خدا ہوگا۔ جو کوئی مرجائے اور اسے نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ پیغمبر اسلام فرماتے ہیں۔

"مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدِيُّ (عج) كَفَرَ۔" جو کوئی حضرت مہدی علیہ السلام کو جھٹلائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت محمد بن مسلم سے ملتی ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ۔۔

اگر کوئی شخص اللہ کی بندگی اختیار کرے اس کی راہ میں آلام ومشقت اُٹھائے لیکن امام منصوب من اللہ کی نعمت سے خود کو محروم رکھے تو اس کی تمام جدوجہد ناقابل قبول ہوگی۔ وہ ایسے ہی سرگرداں وگمراہی میں بتلا رہے گا۔ اس کی مثال اس دُنبہ کی مانند ہوگی جس کا کوئی ٹھکانا نہ کوئی گلّہ ہو، بس اِدھر اُدھر بھٹکتا پھر رہا ہو، کبھی اس چرواہے کے گلّے میں تو کبھی کس اور چرواھے کے گلّے میں۔ یہاں تک کہ کوئی بھیڑیا اسے اکیلا پا کر وہ بھی بغیر کسی چرواھے کے یقیناً وہ اس پر حملہ کر کے

اسے اپنی خوراک بنالے گا یوں اس کی زندگی کا اختتام ہو جائے گا پھر آپ نے محمد بن مسلم سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کی قسم اے محمد بن مسلم اس امت میں اگر کوئی اپنے آپ کو امام وقت سے متمسک نہ رکھے گا تو اگر وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ کفر ونفاق کی حالات میں مرا۔ اے محمد بن مسلم جان لو کہ ایسے نقلی رہبران قوم اور ان کے پیروکار دین اسلام سے بے بہرہ جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں جن کے کام اس دھول کی مانند ہیں جو ہوا کے ایک شدید جھونکے سے پراکندہ ہو جائیں گے۔ جو کچھ کمایا اس کا ذرّہ برابر بھی ان کے پاس نہ رہے گا یہی گمراہی ہے۔

اسی طرح خبر الصحیح میں عیسی ابن السری ابوالیسع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا۔ مولا اسلام کے ستونوں کو تو کوئی بھی شخص پہچاننے میں ہرگز غلطی نہیں کرسکتا اگر وہ اس میں بگاڑ پیدا کرے تو اس کا ایمان فاسد ہو جائے گا، بارگاہ خداوندی میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا، اگر وہ اپنے کمال معرفت کے ساتھ انہیں پہچانے اور ان پر عمل بھی کرے تو اس کے اعمال پروردگار عالم کے نزدیک قابل پسندیدگی ہوں گے اگر وہ دیگر امور کے بارے میں لاعلم ہو تو کیا اس پر نقص ایمان کا دباؤ نہ پڑے گا؟ آپ اس کے بارے میں بتائیں۔ مولا نے جواب دیا۔

"لا الـٰه الا اللّٰه" کی گواہی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اس بات پر ایمان کہ جو کچھ بھی اللہ کے رسول کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے وہ حق ہے، اسکا دین اور ولایت علی وآل محمد کی حقانیت کا اقرار، راوی نے سوال کیا۔

"هَلْ فِي الْوِلَايَةِ شَيءٍ دُوْنَ شيءٍ فَضْلٌ يُعْرَفُ لِمَنْ اَخَذَبِهِ۔"

کیا ولایت میں بھی درجہ بندی ہے اور اس کی کم ترین شکل کی وضاحت فرمائیے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا! ہاں خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

"يٰاَ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَ أُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔" (سورہ نساء آیت ۵۹)

اے ایمان والوں اطاعت کرو اللہ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اولی الامر کی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی میرے فرزندوں میں سے آخری فرزند کا منکر ہوا اس کے زمانہ غیبت میں وہ جاہلیت کی موت مرا، ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار مہدی (عج) کو انکار رسول کے برابر قرار دیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحْيِ اَنْ يُعَذِّبَ اُمَّةً دَانَتْ بِاِمَامٍ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ وَ اِنْ كَانَتْ فِي اَعْمَالِهَا بَرَّةً تَقِيَّةً وَاِنَّ اللّٰهَ لَيَسْتَحْيِ اَنْ يُعَذِّبَ اُمَّةً دَانَتْ بِأَمَامٍ مِنَ اللّٰهِ وَ اِنْ كَانَتْ فِي اَعْمَالِهَا ظَالِمَةً مُسِيْئَةً۔"

خداوند کریم کو ایسے لوگوں پر عذاب نازل کرنے میں کوئی شرم و تأمل نہیں جو منصوب من اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام و رہبر مانتے ہوں اور وہ ان کے نزدیک ہوں اور چاہے وہ کتنے ہی نیک و پرہیزگار ہوں ہاں البتہ خداوند کریم کو رأفت و تأمل ہوتا ہے ایسے لوگوں پر عذاب نازل کرنے میں جو اس کی طرف سے منسوب کردہ امام و رہبر کے پیروکار ہوں چاہے ان سے معمولی معمولی کوتاہیاں اور لغزشیں ہی کیوں نہ سرزد ہوئی ہوں۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ملتی ہے اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ "طُوبىٰ لِمَنْ اَدْرَكَ قَائِمَ اَهْلِ بَيْتِي وَهُوَيَاْتَمُّ بِهِ فِي غَيْبَتِهِ قَبْلَ قِيَامِهِ وَيَتَوَلّٰى اَوْلِيَاءَهُ، وَيُعَادِي أَعْدَاءَهُ، ذٰلِكَ مِنْ رُفَقَائِي وَ ذَوِيْ مَوَدَّتِيْ وَاَكْرَمَ أُمَّتِيْ عَلَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔"

صفوان بن مهران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ اَقَرَّ بِجَمِيْعِ الاَئِمَّةِ وَ جَحَدَ الْمَهْدِيْ كَانَ كَمَنْ اَقَرَّبِجَمِيْعِ الْأَنْبِيَاءِ و جَحَدَ مُحَمَّدَ صعّى اللّٰهُ عليه و آلهوسلم نُبُوَّتَهُ۔

(اکمال الدین جلد۲ ص ۱۲۲)

جس کسی نے تمام ائمہ کا اقرار کیا اور مہدی آخرالزماں کا انکار کیا گویا اس نے تمام انبیاء علیہ السلام کا اقرار کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیا۔

ابان بن تغلب کہتے ہیں میں نے مولا سے عرض کی جو کوئی تمام ائمہ کو پہچانتا ہو اور امام مہدی کو نہ پہچانتا ہو کیا وہ مومن ہے؟ آپ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کیا وہ مسلمان ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ بالکل ایسی ہی روایت مروان بن مسلم سے ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔ "اَلْاَ مَامُ عِلْمٌ فِيْمَا بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ فَمَنْ عَرَفَهُ كَانَ مُؤْمِناً وَ مَنْ اَنْكَرَهُ كَانَ كَافِراً۔"

(اکمال الدین جلد۲ ص ۱۲۲)

امام نشانی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی خلقت کے درمیان جس کسی نے اپنے امامؑ کو پہچان لیا وہ مومن ہوگا اور جو انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی ان چار چیزوں میں شک کرے وہ کافر ہے یعنی اللہ کی جانب سے نازل شدہ چاروں مقدس صحیفے۔ ان میں سے چوتھی اور آخری۔ "مَعْرِفَةُ الْأُمَامِ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَ اَوَانٍ بِشَخْصِهِ وَ نَعْتِهِ۔"

(اکمال الدین جلد۲ص۱۲۲)

ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے حساب سے اپنے امام وقت کی معرفت رکھے اور انہیں ان کی مکمل شخصیت اور ان کی صفات حمیدہ سمیت پہچانے۔

امام زمانہ (ع) کی اطاعت اور پیروی

دین مقدس اسلام اور دیگر ادیان الٰہی کے درمیان پائی جانے والی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اِس دین مقدس کے ہادیان و رہبران نے احسن اور بہترین طریقہ سے آئین اسلام کی مکمل پاسداری کی ہے۔ انہوں نے اس کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف چھوٹی سے چھوٹی کوتاہی کا تصور تک نہیں کیا۔

جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہادیان اسلام کی خصوصیات کا ذکر کچھ اس طرح کیا ہے۔ "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔" (سورہ بقرہ آیت ۲۸۵)

یعنی پیغمبر خدا جو کچھ بھی اپنے پروردگار کی جانب سے ان پر نازل ہوا ایمان رکھتے ہیں۔ آپ کے بعد تمام مومنین بھی اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کے فرشتوں پر صحف آسمانی پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔

اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (قیامت تک کے لیے) نیکیوں اور اخلاق کا نمونہ جیسے خطابات سے نوازا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا۔" (سورہ احزاب آیہ ۲۱)

تم میں سے ہر ایک جو خدا سے اس بات کی اُمید رکھتا ہو کہ روز آخرت بے نیاز و بے فکر رہے اسے چاہیے کہ خدا کو کثرت سے یاد کرے رسول خداؐ تو اس کے لیے بہترین نمونہ عمل ہیں۔ ان کی پیروی میں ہی نجات ہے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

"اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَحُثُکُمْ عَلیٰ طَاعَةٍ اِلَّا وَاَسْبِقُکُمْ اِلَیْهَا، وَلَا اَنْهَاکُمْ عَنْ مَعْصِیَةٍ اِلَّا وَاَتَنَاهِیْ قَبْلَکُمْ عَنْهَا۔" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۴)

اے لوگوں خدا کی قسم میں تمہیں کسی بھی نیک کام کی ترغیب نہیں دوں گا مگر یہ کہ پہلے خود کروں گا اور اسی طرح نہ تمہیں کسی نگاہ سے بچنے کی تلقین کروں گا مگر یہ کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو بچاؤں گا۔ یہی خصوصیت پیغمبر اسلام اور ائمہ طاہرین کی زندگی کے ہر گوشہ پر محیط ہے۔ یعنی پہلے خود کر کے دکھایا پھر تلقین کی۔ چنانچہ رسول خدا فرماتے ہیں۔

"بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔" "یعنی میں مبعوث ہوا ہی اخلاقی اقدار کی تکمیل کے لئے۔" لہٰذا سیرت محمدی ﷺ اور ائمہ معصومین کو انفرادی و اجتماعی طور پر اپنے لیے نمونہ بنا کر اس پر چلتے ہوئے سعادت ابدی حاصل کی جاسکتی ہے جس کے نتیجے میں ہم جنت ابدی کے حقدار بن سکتے ہیں۔

لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو ہمیں رسولؐ و آل رسولؑ کے کردار کو اپنانے کے بجائے اس کی مخالفت نظر آتی ہے۔

بقول آیۃ اللہ شہید مطہری۔ "ہم نے قرآن کے ساتھ ایسا ظلم کیا ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں، پیغمبر ﷺ و ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا ظلم کیا ہے جس کی

مثال نہیں۔"

وہ کہتے ہیں پیغمبر ﷺ ایسے تھے جواب میں ہم کہتے ہیں وہ پیغمبر تھے ہم کوئی پیغمبر ﷺ تھوڑی ہیں جو ایسا کریں۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی علیہ السلام ایسے تھے جواب میں ہم کہتے ہیں علی علیہ السلام علی علیہ السلام تھے ہم کوئی علی تھوڑی ہیں۔ جو تم ہمارا مقابلہ علی علیہ السلام سے کر رہے ہو یا پیغمبر ﷺ سے کر رہے ہو، منتخب خدا برگزیدہ تھے، وہ تو کسی اور شہر سے تعلق رکھتے ہیں اس کا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ اگر زندگی بھر ہمارے سامنے تاریخ پیغمبر اسلام دھرائی جائے تو ہم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یعنی شناخت کا یہ سر چشمہ بھی ہم سے چھین لیا گیا اور ہم خالی ہاتھ رہ گئے۔

رسول خدا اور ان کے جانشین ائمہ معصومین کاروان شریعت کے رہبر و استاد ہیں اور اعلیٰ انسانی اقدار کو کمالِ اُوج تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ ہستیاں ہر قسم کی ناپاکی اور نجاسات اور لغزشوں سے دور طہارت و پاکیزگی کا نمونہ ہیں۔ لہٰذا جب ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر سعادت دائمی و خوش نصیبی کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہوں گے تو ان ہستیوں کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں کے قدم پہ قدم رکھیں گے۔

ائمہ طاہرین کے حقیقی پیروکار وہی لوگ ہیں جو عمل پر یقین رکھتے ہوئے انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوں البتہ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم 100% فیصد اُن جیسی زندگی گزاریں۔ جیسا کہ حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اَلَا وَاِنَّ لِکُلِّ مَأْمُوْمٍ اِمَامًا یَقْتَدِیْ بِهِ وَیَسْتَضِیْءُ بِنُوْرِ عِلْمِهِ، اَلَا وَاِنَّ اِمَامَکُمْ قَدِ اکْتَفٰی مِنْ دُنْیَاهُ بِطِمْرَیْهِ وَمِنْ طُعْمِهِ بِقُرْصَیْهِ اَلَا وَاِنَّکُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلیٰ ذٰلِکَ، وَلٰکِنْ اَعِیْنُوْنِیْ بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ وَعِفَّةٍ

وَسَدَادٍ۔" (نہج البلاغہ نامہ ۴۵)

"آگاہ ہو جاؤ کہ ہر پیروکار کے زمانہ کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور اس کے علم و نور سے روشنی حاصل کرتا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اس دنیا سے تمہارا امام دو بوسیدہ کپڑے کے جوڑے اور دو روٹیوں پر بھی اکتفا کر سکتا ہے جبکہ تم اسے برداشت کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہاں لیکن کم از کم پاکدامنی، تلاش و جستجو اور سچائی کو اپناتے ہوئے میری مدد تو کر سکتے ہو۔"

لہٰذا مولا کے فرمان کے مطابق ہم کم از کم سچی تلاش، پرہیزگاری کے ذریعے اپنے ایمان کو مستحکم تو کر سکتے ہیں جبکہ ہم ان کی سیرت سے تھوڑی بہت آگہی بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اپنی زندگی کو انہیں کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔ جب محبوب عزیز ہوتا ہے تو محبوب کی ہر ادا بھی خوبصورت لگتی ہے، اگر ہم اپنے نفس امارہ پر غلبہ حاصل کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور ہلکی پھلکی لغزشوں پر خدائے مہربان اور ائمہ معصومینؑ سے مدد چاہیں تو یقیناً ہم سعادت ابدی کے حقدار ٹھہر سکتے ہیں اور اپنے آپ کو پیروکاران و ناصرین امام زمانہ کی صف میں شامل کر سکتے ہیں۔

شیعیان امام زمانہ کو چاہیے کہ وہ ہمہ وقت ان کی پیروی کے لیے کوشاں رہیں کیونکہ امام زمانہ کسی خاص مقررہ زمانے کے لیے مخصوص نہیں ہیں اور نہ ہی کسی خاص طبقہ کے لیے بلکہ وہ تو ہر دور اور پوری انسانیت کے لیے حجت خدا ہیں۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ رشد و کمال کی منزلت پر پہنچے اسے چاہیے کہ وہ اپنے امام کی مخصوص عادات و صفات کو پہچانے اور انہیں اپنے لیے نمونہ عمل قرار دے۔

حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ اس

دنیا کو ایک بے معنی شی قرار دیتے ہیں اور انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

آیا کوئی ایسا شخص ملے گا جو دنیا کی لذات میں غرق بھی ہو اور یہ بھی کہتا پھرے کہ میں پیروکار امام زمانہ ہوں اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ جو کوئی منتظر امام زمانہ اور شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کبھی بھی حریص ہو کہ اس دنیا کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔ اچھا کھانے، اچھا پہننے اور لذّات دنیا میں غرق ہونے کا انتخاب کبھی نہیں کرے گا۔ امام زمانہ کی اس دنیا سے بے اعتنائی اور اس کی رعنائیوں سے بے پرواہی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

چنانچہ امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا آپ کی ایسی ہی خصلتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مالِباسُ الْقَائِمِ اِلَّا الْغَلِیْظَ وَمَا طَعَامُہُ اِلَّا الْجَشَبَ۔"

(وظائف شیعان و منتظران ص ۳۳)

"قائمؑ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لباس ہے تو کھدّر کا غذا ہے تو وہ بھی بے مزہ و خشک۔" اس کے علاوہ ایک اور واضح ترین صفات میں سے ایک صفت آپ کی انصاف پسندی اور یہی آپ کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے کہ اس دنیا کو انصاف فراہم کرنا، ظلم و جود فسق و فساد سے پاک کرنا ہے۔ ایک اور مقام پر چھٹے امام فرماتے ہیں۔ جس وقت ہمارا قائم ظہور کرے گا ساری زمین نور الٰہی سے روشن ہو جائیں گی یعنی ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا۔

اسی طرح ثامن الائمہؑ کا ارشاد گرامی ہے۔ جس وقت ہمارا قائم ظہور کرے گا اس کا نور سارے جہان کو منور کرے گا لوگوں کے درمیان میزان عدالت نصب ہوگی کوئی فرد ایک دوسرے پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ زمین اس کے لیے بقعہ نور

ہوگی۔ آیا کوئی شخص لوگوں پر ظلم وزیادتی بھی کرے اور خود کو شیعہ و پروکار امام زمانہ بھی قرار دے کیا یہ ممکن ہے؟ نہیں کبھی نہیں، سارے جہان میں عدل وانصاف کا قیام، ظلم ستم کی بیخ کنی حکومت الٰہی کی اولین ترجیح ہے۔ اغلب روایات اسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ایک مقام پر امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا فرماتے ہیں دور حکومت امام مہدی علیہ السلام میں کوئی فرد بھی ایک دوسرے پر ظلم وتعدی کی جرأت تک نہیں کرے گا۔

کیا وہ شخص جو اپنے بھائیوں پر ظلم وزیادتی ہوتا دیکھے اور چپ رہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھائے کیا ہم اس کو شیعہ اور حقیقی منتظر امام زمانہ کہیں گے؟

بالکل نہیں حکومت الٰہی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دور میں مساوات حقیقی کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ دولت کی فراوانی ہوگی، روزمرہ استعمال کی ضروری اشیاء منصفانہ طریقہ سے لوگوں میں تقسیم ہوں گی، ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کیا جائے گا، ہر قسم کی اقربا پروری اور سماجی ناہمواری کی بیخ کنی کی جائے گی۔ جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مہدی اہلبیتؑ کے قیام کے بعد حکومتِ الٰہی کے دور میں دولت کی تقسیم مساویانہ طریقہ سے کی جائے گی۔ وہ ہر مرحلہ میں عدل وانصاف کو روا رکھیں گے۔ جس نے ان کی اطاعت کی گویا اللہ کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اسنے خدا کی نافرمانی کی۔

ایک ایسا شخص جو اپنی بے پناہ دولت کی بدولت دنیا کی ساری آسائشوں سے مستفید ہو رہا ہے اور وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ معاشرہ میں اس کے سامنے ایسے افراد بھی ہیں جو انتہائی تنگدستی، فاقہ کشی اور نان شبینہ کو محتاج ہیں، وہ ان سب سے بے نیاز رہتے ہوئے کیا وہ اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں امام زمانہ کا پیروکار ہوں؟

موجودہ معاشرہ میں پائی جانے والی پر تکلف ضیافتیں اور اسراف جیسے رسم ورواج حضرات ائمہ طاہرینؑ کے زیر اثر معاشرے میں ناپید تھے اور نہ ہی حکومت الٰہی میں اس کا کوئی تصور ہوگا، بہ الفاظ دیگر جیسے ائمہ طاہرینؑ کے زیر اثر معاشرے میں انتہائی سادگی کے ساتھ زُھد وپارسائی کی زندگی گزاری جاتی تھی بعینہ ہی امام زمانہ کے دور میں بھی ویسی ہی طرز زندگی اپنائی جائے گی۔

ایک مقام پر چھٹے امامؑ فرماتے ہیں۔ اگر ہمارے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو راتیں عبادت الٰہی لوگوں کی حفاظت و پہرہ داری اور دادرسی میں گزرتیں اور دن کسب معاش اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں گزرتے، کھدّر کے کپڑوں پر اکتفا کرتے بالکل مولا علی علیہ السلام کے طرز زندگی جیسی اور اگر مذکورۃ طرز کے برخلاف زندگی گزارتے تو آتش جہنم ہمارا ٹھکانا ہوتا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''میں خوشی محسوس کرتا ہوں اس شخص کے حال پر جو میرے آخری فرزند کے زمانہ غیبت میں اپنے امامؑ کو محسوس کرتے ہوئے ان کی اطاعت و پیروی کرے۔'' ایک سچے عاشق و منتظر امام زمانہ (ع) کی اعلیٰ ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے امام کی اقتداء و پیروی کرنے میں مستعد نظر آئے اور اپنے امام کے آئندہ کے لائحہ عمل پر نظر رکھے۔ اصولی طور پر انتظارِ حقیقی کی کیفیت کا تعلق روحانی محبت سے ہے جو انتظار کرنے والے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہو کے درمیان ہوتی ہے یہی کشش اطاعت و پیروی کا سبب بنتی ہے۔

یہاں پر اس حدیث رسول اکرمؐ کا مختصر سا تذکرہ کرتے چلیں جس میں آپؐ فرماتے ہیں۔ ''خوش نصیب ہیں وہ منتظران جو قیام مہدی (ع) سے پہلے ان کی حضور یابی سے مشرف ہوئے ہوں اور وہ حقیقی جانثاران ہوں اپنے امام کے دوستوں سے

والہانہ محبت رکھتے ہوں اور اپنے امام کے دشمنوں سے نفرت انگیز رویہ رکھتے ہوں۔ (تولّیٰ وتبرّیٰ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ شیعیان قائم آل محمد (ع) کہ جنہوں نے غیبت امام میں انتظار ظہور میں رہے، ان کے فرامین کی اطاعت کی یہی وہ اولیاء اللہ ہیں جن کو قیامت کے دن کسی قسم کا نہ غم ہوگا اور نا خوف۔

ابوحمزہ ثمالی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ۔ اس کائنات میں خداوند کریم کے نزدیک عقل مند ترین اور خلق خدا پر مہربان ترین لوگوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ ہر خیر میں جہاں یہ داخل ہوں تم بھی داخل ہو جاؤ اور ہر شر جس سے یہ دور رہیں تم بھی دور رہو۔ (نماز عیدین کے فقرے) کیوں کے حق انہیں کے ساتھ ہے۔ جس دن تم ان کی زیارت سے محروم رہو اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "طُوبیٰ لِمَنْ اَدْرَکَ قَائِمَ اَھْلِ بَیْتِیْ وَ ھُوَیَاتَمُّ بِهِ فِیْ غَیْبَته قَبْلَ قِیَامِهِ۔"

(بحار الانوار جلد ۵۱ ص ۷۲)

زہے نصیب اس شخص کا جس نے ظہور سے پہلے قائم اہلبیت سے زمانہ غیبت میں ملاقات کی ان کی پیروی کی اور ان کو اپنا رہبر مانا۔

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کسی قرشی و عربی کے لیے کوئی چیز باعثِ اعزاز و افتخار نہیں مگر تواضع و انکساری، کوئی کرامت نہیں مگر تقویٰ کوئی عمل قبول نہیں مگر نیک نیتی سے ہو، کوئی

عبادت قبول نہیں مگر اس کی رُوح کو سمجھ نہ لیا ہوا ے لوگوں آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے نزدیک مبغوض ترین شخص وہ ہے جو مذہب اسلام، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام وقت کا معتقد ہونے کے باوجود ان کے فرامین پر عمل نہ کرتا ہو۔

مولائے متقیان حضرت امام علی علیہ السلام عثمان بن حنیف والی بصرہ کے نام اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اَلَاوَاِنَّ لِکُلِّ مَاْمُوْمٍ اِمَامً یِقْتَدِیْ بِهِ یَسْتَضِیْءُ بِنُوْرِ عِلْمِهِ۔"

(نامہ ۴۵ ص ۳۹۳)

ہر پیروکار کا ایک امام ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور اس کے علم کی روشنی سے ہدایت پاتا ہے۔

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "ہم اس شخص کو مؤمن میں شمار نہیں کرتے جو ہمارے تمام احکام کی پروی نہ کرتا ہو اور وہ ہم سے وابستہ نہ ہو۔ واضح رہے کہ (پیروی اور اطاعت) ان دو لفظوں کا محور پرہیز گاری ہے۔ جبکہ ہم پرہیز گاری کی طاقت کے ذریعے اپنے دشمنوں پر دباؤ ڈال کر انہیں اذیت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ خداوند کریم آپ کو عزو شرف کی نعمت سے نوازے اور اسے باقی رکھے۔" مؤمنین و منتظرین امام زمانہ یہ جان لیں کہ ائمہ طاہرین ہی بہترین نمونہ عمل ہیں ان کی اقتدا و پیروی کے ذریعے ہم سعادت ابدی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور اس کے برخلاف عمل سے ضلالت و تباہی کے علاوہ اجر و ثواب سے بھی محروم رہ سکتے ہیں اس امر میں سب سے بڑا نقصان انؑ ذوات مقدسہ سے دوری ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آخر امام زمانہ کی یہ ساری کاوش کس لیے ہے ظاہر ہے فلاح بشریت کے لیے۔ امام کی جنگ ہی ظالموں اور غاصبوں سے ہے۔ بس ہمیں بھی

چاہیے کہ اپنے طرز عمل سے امام کے ہاتھ مضبوط کریں اور ظہور امام کی راہ ہموار کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہم حتیٰ المقدور آپ علیہ السلام کا ساتھ دیں کیونکہ دنیا کی کجیاں دور کرنا ہمارے بس کی بات نہیں اس کام کو ذخیرہ خداوندی یعنی آخری حجتؑ مشیت ایزدی کے تحت اپنے ہاتھوں سے انجام دے گی۔ معلوم رہے کہ گناہوں کا ارتکابِ مسلسل ائمہ طاہرین سے دوری کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ خود امام زمانہ علیہ السلام نے اپنے دستخط کے ساتھ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کے نام اپنے ایک خط میں لکھا ہے اسکا مفہوم کچھ یوں ہے۔ اے شیخ جو پردہ ہمارے اور ہمارے چاہنے والوں کے درمیان حائل و مانع ہے وہ ہے ان کے بُرے اعمال، سرعام کھلم کھلا گناہوں کا ارتکاب، اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں۔ (توقیعِ مبارک)

ایک اور مقام پر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ایسے پسندیدہ کام انجام دے جن کی بدولت اسے ہماری قربت اور دوستی نصیب ہو اور ایسے کاموں سے اجتناب برتے جو ہمارے لیے تکلیف اور خفگی کا باعث بنیں اور وہ ہم سے دور ہوتا چلا جائے۔

جیسا کہ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ لوگ ایسے امام ورہبر کے متلاشی ہیں کہ جس کی وہ پیروی کرسکیں اور اس کے علم کی روشنی سے فیض یاب ہوسکیں۔

انتہائی اہم نکتہ

پیروی واقتداء امام زمانہ سے متعلق ایک بنیادی نکتہ کی جانب توجہ دلانا انتہائی ضروری ہے وہ یہ کہ زمانہ غیبت میں منظر عام پر آنے والے حالات وواقعات کے

ضمن میں پیروی واقتدا کا طریقہ کار اور ہے اور وقت ظہور وقوع پذیر ہونے والے حالات وواقعات کی روشنی میں پیروی واقتدا کی نوعیت کوئی اور ہوگی۔ اس بات کا تعین لوگوں کی صلاحیت پر منحصر ہے۔

مثال کے طور پر ہر طبقہ فکر کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں جو کام علماء کر سکتے ہیں وہ عام آدمی نہیں کرسکتا۔ (مثال جو کام ایک ڈاکٹر کرسکتا ہے وہی کام ایک لوہار نہیں کرسکتا۔) جو کام ایک نوجوان کر گزرے گا وہی کام ایک بوڑھا شخص نہیں کرسکتا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ دین مقدس اسلام کا بنیادی ھدف انسانی معاشرے میں ہر فرد کو عدل وانصاف فراہم کرنا ہے اور یہ کام حکومت الٰہی کے ذریعے ہی ممکن ہے جس کے لیے منتظرینِ امام زمانہ کو اپنی کوششوں سے راہ ہموار کرنا پڑے گی۔ البتہ سچی اطاعت وپیروی امام (عج) کا فوری فائدہ جو مقتدی کو حاصل ہوگا۔ وہ ہے معرفت الٰہی اور عقلمندی جیسی نعمتوں کا حصول جن کی بدولت وہی شخص ہر قسم کے وسوسوں اور شیطانِ مَردُود کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور اپنی طرز زندگی کو معاشرتی توازن کے ساتھ صحیح ڈگر پر ڈال سکتا ہے۔ یقیناً جب وہ اس مقام کو پہنچے گا تو امام زمانہ (عج) کو دلی مسرت حاصل ہوگی، ساتھ ساتھ وہ شخص ظہور امام علیہ السلام کی راہ ہموار کرنے میں ان کی معاونت کے ساتھ رضایت بھی حاصل کرلے گا۔

امام زمانہ (عج) سے منسوب مقاماتِ مقدسہ کی تعظیم اور انکا احترام

شیعیان ومنتظران امام زمانہ (عج) کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مقامات جو آپ علیہ السلام سے منسوب ہیں اور جہاں جہاں آپ کے قدمِ مبارک پہنچے ہوں ان کو مقدس جانتے ہوئے ان کی تعظیم و احترام کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ ان میں سے چند مشہور مقامات جو آپ علیہ السلام سے خاص طور پر منسوب ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) مسجد کوفہ۔ عراق۔ (2) مسجد سہلہ۔ عراق۔

(3) شہر سامراء۔ عراق میں وہ تہہ خانہ جہاں سے آپ علیہ السلام نے آخری مرتبہ دیکھے گئے تھے۔

(4) مسجد جمکران۔ قم۔ ایران۔

(اس کے علاوہ خانہ کعبہ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مدینہ منور تمام ائمہ طاہرین کی قبور مطہر بھی ان میں شامل ہیں۔)

ویسے تو بلاتردید، خلقت کے حساب سے تو سارے مقامات برابری کا درجہ

رکھتے ہیں لیکن (پھر وہی کہ جس ہستی سے عشق ہوتا ہے اس سے متعلق چیزیں عزیز ہوتی ہیں۔ مثلاً کہاں کھڑی ہوتی تھی، کہاں بیٹھتی تھی، کہاں قیام پذیر تھی، کہاں دفن ہے وغیرہ۔

یوں بعض مقامات کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ جو لوگ ان مقامات کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ غور کریں کہ وہ اس وقت کس مقام پر کھڑے ہیں، یعنی مقامِ منسوب بہ امام (ع) زمانہ یہ وہ روحانی مقامات ہیں جن کا ادب واحترام ہمیشہ مدِ نظر رہے۔ ہر قسم کی لغویات سے پُر ہو اور مقام مقدس پر جائے......؟ ان سارے مقامات میں جانے سے پہلے باوضو ہو کر انتہائی پروقار انداز میں داخل ہونا چاہیے اور ان کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے بے حرمتی کا شائبہ تک نہ رہے، ہنسی مذاق، پکنگ کا ماحول یا جگہ جگہ تھوکنا جیسے ناپسندیدہ افعال سے اجتناب برتنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ٹوٹ پھوٹ اور ترسیمات پر بھی نظر رکھنا چاہیے، کیونکہ اکثر مضطرب وبیقرار شیدائیوں کی اپنے امام (ع) سے ملاقات کا قوی امکان رہتا ہے دوسرے لاعلاج مریض بھی مذکورہ مقامات سے شفایاب ہو چکے ہیں، ان کے الجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں سلجھنے اور حاجت روائی کا امکان رہتا ہے۔ اب یہ مؤمنین ومنتظرین پر منحصر ہے کہ وہ ان مقامات کی حفاظت کیسے کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان چند اُمور کا تذکرہ بھی ضروری ہے جن کے انجام دینے سے ان مقامات کی تعظیم وتکریم کی عکاسی ہو۔

(1) جو فرد بھی ان مقدس مقامات میں داخل ہو اُسے چاہیے کہ وہ انتہائی باوقار ادب واحترام کے ساتھ محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات پڑھتا ہوا داخل ہو۔

(2) کیا ہی اچھا ہو کہ پابرہنہ داخل ہو۔

(3) ان مقامات کو بوسہ دے، نفاست سے فرش بچھائے اماموں کی ولادت اور اسلامی تہواروں کے موقع پر زینت وآرائش کے ساتھ چراغاں کا اہتمام کرے۔

(4) پاک وصاف کپڑے پہن کر اپنے آپ کو معطر رکھے۔

(5) آنے جانے کے مخصوص اوقات میں جائے۔

(6) قرآن پاک کی تلاوت، محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات، اسمائے الٰہی کا ورد، ائمہ معصومین علیہم السلام اور امام علیہ السلام زمانہ پر درود وسلام بھیجے۔

(7) گندگی نہ پھیلائے، نجس ہونے کی صورت میں ان کو پاک کرنے میں جلدی کرے، صفائے کا خیال رکھے۔

(8) نجس حالت میں داخل نہ ہو، نہ ہی کوئی نجس شئی اندر لے جائے، جگہ جگہ تھوکنے سے پرہیز کرے، ان مقامات کی حرمت واحترام کا خیال رکھے۔

(9) دنیاوی امور پر بحث ومباحثہ سے اجتناب کرے۔

(10) خواتین حالت حیض ونفاس میں داخل نہ ہوں۔

(11) بلند آواز سے گفتگو، لڑائی جھگڑے ہنسی مذاق سے پرہیز کرے۔

(12) کیا ہی اچھا ہو کہ غسل کر کے باوضو داخل ہو۔

(13) اگر خدانہ کرے ان مقامات پر کوئی ایسا فعل جو ان مقامات کے خلافِ شان سرزد ہو جائے تو ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ اس کے انجام دہندہ کو منع کرے۔

(14) وقت کے ساتھ ساتھ اگر یہ مقدس مقامات بوسیدگی کی حالات کو پہنچ جائیں تو ان کی مرمت وتعمیر پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ (تزائین وآرائش)

مجموعہ طور پر جہاں کہیں بھی ان مقامات کی بے حرمتی یا بے احترامی ہو رہی ہو ایسے افعال سے لوگوں کو باز رکھنا چاہیے اور ان مقامات کی قدر ومنزلت کو اُونچا

رکھنے کے لیے ہر فرد و منتظر امام زمانہ (ع) کو اپنی بساط کے مطابق مؤثر پیش قدمی کرنا چاہیے۔ ان مقامات پر اپنے پروردگار سے دعا ومناجات کرنے کا اجر وثواب کچھ زیادہ ہی ہے۔ دعاؤں کی قبولیت میں کبھی مایوسی نہیں ہوتی، چنانچہ خود امام زمانہ (عج) نے بھی پروقار انداز میں اس جانب رُخ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ نعمانی نامی شخص جو آپ علیہ السلام کی زیارت سے شرف یاب ہوا تھا اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی اے میرے آقا ومولا! آپ کے لیے ایک مقام شہر نعمانیہ میں ہے اور ایک مقام شہر حلہ میں مخصوص ہے آپ علیہ السلام ان دو مقامات میں سے کس مقام پر تشریف فرما ہوتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا۔ ہر منگل کی رات اور منگل کے دن نعمانیہ میں اور جمعۃ کے دن حِلّۃ میں ہوتا ہوں۔ تاہم حلہ کے لوگ میرے اس مقام کے سلسلے میں کوتاہی برتتے ہیں، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ ان مقامات میں داخل ہوتے وقت ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجھ پر اور اپنے بارہ اماموں پر درود وسلام پڑھتا رہے اور دو رکعت نمازِ تحیۃ المسجد ادا کرے۔ پھر اپنے حق میں دعا مانگیں انشاء اللہ پوری ہوگی کیا ہی اچھا ہو کہ شیعیان و منتظران امام زمانہ علیہ السلام ان مقامات پر آپس میں مل بیٹھ کر ایک دل یک آواز ہو کر تعجیل ظہور امام کے لیے خداوند کریم سے التجاء کریں اور آپ علیہ السلام کی صحت وسلامتی کی دعا کریں۔

یہاں پر امام زمانہ (عج) سے منسوب ان مقاماتِ مقدسہ کا اجمالی تعارف کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان میں سے پہلا مقام۔

مسجد مقدّس سہلہ :

امام زمانہ سے منسوب مقامات میں سے ایک مقام مسجد سہلہ ہے۔ حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام اس مقام کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ہر کوئی جو پر خلوص نیت سے اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کرے اس کی دعا ضرور مستجاب ہوگی۔ جو کوئی اس مقام مقدس میں امان کی درخواست کرے اللہ تعالیٰ اسے ہر اس چیز جس سے وہ خوف کھاتا ہو امان میں رکھے گا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ آسمان سے فرشتے اس مقام کی زیارت اور وہاں اللہ کی عبادت کے لیے نہ آتے ہوں۔ مسجد کوفہ کے بعد اس مسجد کو بڑی فضیلت حاصل ہے۔ یہ گھر ہے جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب ادریس علیہ السلام کا۔ اسی مقام پر جناب خضر علیہ السلام کا نزول ہوا تھا یہیں آپ قیام فرماتے تھے، چھٹے امام اس مقام کی فضیلت کے بارے میں ابو بصر سے فرماتے ہیں۔

اے ابو محمد میری نظریں دیکھ رہی ہیں کہ گویا حضرت صاحب الأمر (عج) اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مسجد سہلہ میں وارد ہوئے اور وہیں قیام کیا ہے۔ خداوند کریم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نے وہاں نماز ادا کی جس شخص نے بھی وہاں چند دن قیام کیا گویا اس نے خیمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیام کیا۔ کوئی مرد مومن و مؤمنہ ایسا نہیں کہ جس کا دل اس مسجد کی زیارت کے لیے بیتاب نہ ہو اس مسجد میں ایک ایسا پتھر پایا جاتا ہے جس میں اہل نظر کو پیغمبروں کی شبیہ دیکھائی دیتی ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اپنی ساری نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتا۔ آپ دوبارہ گویا ہوئے اے ابو محمد اس مسجد کی اس سے کہیں زیادہ فضیلتیں ہیں جو میں نے مختصراً تمہارے لیے بیان کی ہیں۔ ابو بصیر نے دوبارہ سوال کیا قربان جاؤں آپ پر مولا کیا حضرت قائم (عج) ہمیشہ اسی مسجد میں پائے جاتے ہیں؟ امام نے جواب دیا ہاں ابو بصر۔

ایک اور مقام پر اسی موضوع پر سے متعلق اشارہ کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں۔ مسجد سہلہ امام زمانہ کا گھر ہے ابو بصر دوبارہ پوچھتے ہیں مولا قائم آل محمدؑ کے بعد وہاں اماموں کے قیام کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ امام نے جواباً کہا۔ سارے ائمہ اس دنیا کے آخری لمحہ تک یہیں قیام کریں گے، واضح رہے کہ آئمہ طاہرین بعد از قائم کا مطلب حدیث کی رو سے یہ کہ۔

رجعت کے دوران آخری حجت کے بعد سارے آئمہ اسی مقام کو اپنا مرکز قرار دیں گے۔ ابن قولویہ اپنی کتاب کامل الزیارات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معتبر روایت کرتے ہیں کہ حضرمی کہتا ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ زمین کا وہ کون سا خطہ ہے وہ کون سی سرزمین ہے جو حرم خدا اور حرم رسول اللہ کے بعد افضل ہے؟ مولا نے جواب دیا۔

"اَلْکُوفَة یَا اَبَابَکْر! هِیَ الزَّکِیَّةُ الطَّاهِرَة، فِیْهَا قُبُوْرُ النَّبِیِّیْنَ الْمُرْسَلِیْنَ وَغَیْرَ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْأَوْصِیَاء الصَّادِقِیْنَ وَفِیْهَا مَسْجِدسَهِیْلَ الَّذِیْ لَمْ یَبْعَثْ اللّٰه نَبِیاً اِلَّا وَقَدْ صَلّٰی فِیْهِ۔"

"وَ مِنْهَا یَظْهر عَدْل اللّٰه وَ فِیْهَا یَکُوْنُ قَائِمِهُ وَالْقَوَّام مِنْ بَعْدِه وَهِیَ مَنَازِل النَّبِیِّیْنَ وَالْأَوْصِیَاءَ وَالصَّالِحِیْنَ۔" (صحیفہ مہدیہ ص ٦٦)

اے ابا بکر! کوفہ وہ پاک و پاکیزہ سرزمین ہے کہ جہاں پیغمبران کرام مرسلین و غیر مرسلین اور ان کے سچے جانشینوں کی قبریں ہیں یہیں پر مسجد سہلہ ہے۔ خداوند کریم نے کوئی پیغمبر زمین پر نہیں اُتارا مگر یہ کہ اس نے یہاں نماز نہ ادا کی ہو۔ یہیں سے عدل الٰہی ظاہر ہوگا۔ قائم خدا بھی یہیں سے ہوگا۔ یہ سرزمین پیغمبران اوصیاء و صالحین کی اقامت گاہ ہے۔

مسجد مقدس جمکران شہر قم:

روحانی مقامات میں سے ایک خاص مقام مسجد جمکران (جو کہ شہر قم میں واقع ہے) کو حاصل ہے۔ اس مسجد کی تعمیر امام زمانہ کے حکم سے ہوئی ہے۔ جو آج کل مرجع خلائق بنی ہوئی تھے یہاں عاشقان امام کا مجمع لگا رہتا ہے۔ جو ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اس مقدس مقام کی اپنی ایک اہمیت ہے۔

بحکم امام زمانہ (عج) اس مسجد کی بنیاد گزاری و تعمیر حسن بن مثلہ جمکرانی کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔ شیخ حسن کہتے ہیں امامؑ نے خود مجھ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہو کہ وہ اس جگہ کا رخ کریں اور اس کا ادب و احترام کریں۔ جو افراد زائرین اس مقدس مقام کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں اور اس وقت ان کی کیا منزلت ہے۔ ان کا رویہ رکھ رکھاؤ ایسا ہونا چاہیے کہ صاحب خانہ ان سے خوش ہو ایسا محسوس کریں کہ جیسے وہ امام زمانہ کے گھر میں گئے ہیں اور ان کے برابر میں بیٹھے ہیں۔

مراجع عظام اور بڑے بڑے علمائے کرام انتہائی ضروری اور کٹھن مواقع پر عریضہ نویسی کے ذریعے ان ہی مقدس مقامات سے امام زمانہ (عج) کی نصرت و امداد اور مسائل کے حل کے سلسلے میں آپ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔

سینکڑوں سال پہلے مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام اس کے وقع پذیر ہونے کے بارے میں خبر دے چکے ہیں۔ مولا علی علیہ السلام اپسر یمانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب خدا کے حکم سے قائم آل محمد (ع) کا ظہور ہوگا ایک ایسے شہر سے جس کا نام قم ہوگا۔ مشرق و مغرب سے لوگ اس کی جانب رخ کریں گے اسلام کو حیات نو

نصیب ہوگی۔ دشمن کے خوف سے چھپے ہوئے لوگ باہر نکل آئیں گے۔ چرند پرند اور ساری مخلوقات سکون کی نیند سوئیں گے۔ آب حیات کا چشمہ اسی شہر سے جاری ہوگا جو کوئی بھی اس پانی سے سیراب ہوگا کبھی نہیں مرے گا۔ جگہ جگہ پانی کے چشمے پھوٹیں گے۔ اسی مقام سے پرچم حق نمودار ہوگا۔

تمام انبیاء کرام کی میراث کا مالک آپ علیہ السلام ہی ہوں گے اے پسر یمانی یہ خطہ زمیں تمام کثافتوں سے پاک ہے اس سرزمین نے پروردگار عالم سے التجاء کی تھی کہ تیری بہترین مخلوق اس سرزمین پر سکونت اختیار کرے۔

اس خطہ زمین پر ایک عالیشان قصر کی تعمیر ہو جو جگہ لے اس قصر مجوسی روم کی جگہ پر، اسی سرزمین سے حضرت ابراہیم کے لیے دنبہ لایا گیا تھا۔ اسی سرزمین پر اہل روم کے ہزاروں بتوں کو مسمار کیا گیا، اسی سرزمین پر نور حق ظاہر ہوگا۔ اسی سرزمین سے مشک و عنبر کی خوشبوؤں کا سیلاب رواں ہوگا۔ یہ خطہ زمین بیش قیمت ہوگا۔ 42x48 کلومیٹر پر محیط اس مسجد کی عمارت کے مینار کے نیچے سے آپ پر شکوہ انداز میں نمودار ہوں گے۔ عصائے موسیٰ ہاتھ میں ہوگا انگلی میں انگشتریِ سلیمان تاجِ طالوت پہنے ہونگے جس پر ہر پیغمبر ہر وصی اور ہر مومن و مومنہ کا نام کندہ ہوگا۔

مسجد جمکران کی تعمیر کا واقعہ

مسجد مقدس جمکران امام زمانہؑ کی حکم پر حسنؒ بن مثلہ نامی شخص کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔ اس مقدس مقام کی تعمیر کی کیفیت کے بارے میں وہ شخص کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔

۳۹۳ ہجری قمری ماہ رمضان مبارک کی سترھویں شب میں اپنے گھر میں سو رہا تھا کہ آدھی رات کو لوگوں کے ایک گروہ نے آ کر مجھے خواب سے بیدار کیا اور مجھ سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ حضرت مہدیؑ صاحب الزمانؑ نے تمہیں (بلایا ہے) ہے ان کے سوال کا جواب دو میں کھڑا ہو گیا میں نے کہا اچھا ذرا کپڑے تو بدل لوں آواز آئی یہ تمہارے کپڑے نہیں ہیں میں نے چاہا کہ پاجامہ ہی اٹھا لوں آواز آئی یہ بھی تمہارا نہیں ہے' اپنا (اپنے کپڑے اٹھاؤ) سامان اٹھاؤ اور چلو پھر میں گھر کی چابی ڈھونڈنے لگا آواز آئی اس کی ضرورت نہیں دروازہ کھلا ہے میں گھر کے دروازے پر آیا باہر دیکھا کہ چند عظیم و پروقار افراد میرے منتظر ہیں میں نے سلام کیا سلام کا جواب ملا پھر وہ سب لوگ مجھے اس مقام پر لے آئے جہاں آج یہ مسجد تعمیر ہے وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک تخت رکھا ہے اس پر انتہائی نفاست سے

خوبصورت فرش بچھا ہوا ہے اس پر دو پُر نور ہستیاں ایک تیس سالہ نوجوان گاؤ تکیہ لگائے جلوہ افروز ہے اس کے برابر میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جو وہ اس نوجوان کیلئے پڑھ رہا ہے۔ اس تخت کے اطراف میں ساٹھ افراد سے زیادہ لوگ جمع تھے جو سب کے سب نماز کی حالت میں تھے ان میں سے بعض سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بعض سبز رنگ کے' وہ بوڑھا حضرت خضرؑ تھے اور وہ نوجوان حضرت امام مہدیؑ آخرالزمان (عج) تھے مولا نے مجھے میرے نام سے پکارا اور فرمایا :

جاؤ حسن مسلم سے کہو کہ تم گذشتہ پانچ سالوں سے اس مقدس زمین پر (کاشتکاری) زراعت بھی کر رہے ہو اور تعمیرات کا کام بھی جاری رکھے ہوئے ہو اور اس سال پھر تعمیرات کا کام دوبارہ شروع کرنے والے ہو۔ اب مزید تمہیں اس کی کاشت کی اجازت نہیں بلکہ تم نے اب تک جو کچھ بھی اس زمین سے مالی فوائد حاصل کیے ہیں وہ مالیانہ واپس کرو تا کہ اس مقام پر مسجد تعمیر ہو سکے۔ حسن مسلم سے یہ بھی کہہ دینا کہ یہ ایک مبارک سرزمین ہے۔ خداوند کریم نے اس زمین کا انتخاب کیا ہے اور اسے مبارک قرار دیا ہے۔ خدا نے تمہارے دو جوان لڑکے چھین لیے اب بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلیں اب اگر دوبارہ اس زمین پر کھیتی باڑی کی تو تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ حسن مثلہ کہتا ہے میں نے عرض کی مولا لوگ میری باتوں کا کب یقین کریں گے؟ کوئی نشانی تو عنایت فرمائیں۔ آپؑ نے جواب دیا ہم یہاں ایک علامت لگا دیں گے تم جاؤ اور میرا حکم اس تک پہنچاؤ (دو) پھر آپؑ دوبارہ گویا ہوئے: پھر تم وہاں سے سید ابوالحسن کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ وہ گذشتہ چند سالوں کا مالیانہ حسن مسلم سے وصول کر کے مسجد کی

تعمیر شروع کرے اور باقی رقم جو اطراف کاشان کی زمینوں سے جو کہ ہماری ملکیت ہیں ان کا مالیانہ اکٹھا کر کے مسجد کی تعمیر مکمل کی جائے اور اطراف کے لوگوں سے کہنا کہ اس مسجد کی طرف توجہ دیں' اسے آباد کریں اس کی قدر کریں۔ اس جگہ پر چار رکعت نماز ادا کریں۔ پہلی دو رکعت تحیّتِ مسجد کی نیت سے اور دوسری دو رکعت نماز امام صاحب الزمان (ع) کی نیت سے پھر آپؑ نے فرمایا " فَمَنْ صَلَّیهَا فَکَأَنَّما صَلّیٰ فی بیتِ العَتیق " ہر کوئی جو یہ نمازیں اس مسجد میں پڑھیگا گویا اس نے خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک بکری کی نشاندہی کی کہ تم اسے خرید کر اس کی قربانی کرنا اس کے گوشت کو مریضوں میں بانٹ دینا' جس کسی کو چاہے کتنی ہی سخت بیماری کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسے شفائے کاملہ عطا فرمائے گا۔

حسن بن مثلہ جمکرانی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں گھر واپس آیا تمام رات سوچوں میں غرق کروٹیں بدلتا رہا یہاں تک کے فجر کی نماز کے بعد میں علی بن مُنذر نامی ایک دوست کے ہمراہ اس مقام پر گیا جہاں گذشتہ رات مجھے لے جایا گیا تھا۔ میرے دوست نے کیلیں ٹھونک کر زنجیروں کے ذریعے حد بندی کی پھر ہم دونوں سید الشریف ابوالحسن رضا کے گھر پر گئے۔ ان کے نوکر نے دروازے ہی پر کہا کہ سید ابوالحسن تو صبح سے آپ کے انتظار میں ہیں۔ کیا آپ جمکران سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں ہم لوگ گھر کے اندر گئے سید نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا قبل اسکے کہ ہم کچھ بولیں انہوں نے خود مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اے حسن بن مثلہ میں کل رات محو خواب تھا کہ کسی شخص نے آ کر مجھے سے کہا صبح سویرے حسن بن مثلہ نامی شخص جس کا تعلق جمکران سے ہے تمہارے پاس آئے گا اس کے اقوال

کو سچ ماننا' اس کی باتوں پر بھروسہ کرنا جان لو کہ اس کہنا میرا کہنا ہے۔ پھر میں خواب سے بیدار ہوا تب سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں حسن بن مثلہ کہتا ہے پھر میں نے گذشتہ شب کا تمام ماجرا اس کے سامنے دھرایا۔ اس نے حکم دیا فوراً گھوڑوں کو تیار کیا جائے پھر ہم تینوں جعفر نامی گڈریے کے پاس گئے جعفر کے (گلہ جعفر) ریوڑ میں پہنچ کر اس بکری کی نشانی بتائی اس کے بعد ہم لوگ بھیڑوں کے درمیان میں سے ہوتے ہوئے ریوڑ کے بیچ میں گئے جیسے ہی بکری نے مجھے دیکھا وہ میری طرف لپکی۔ جعفر گڈریے نے کہا خدا کی قسم میں نے اس بکری کو اپنے ریوڑ میں دیکھا تک نہیں تھا آج ہی اس پر نظر پڑی۔ بہت کوشش کی کہ اس کو پکڑ لوں لیکن وہ ہاتھ نہ لگی۔ ہم اس بکری کو خرید کر مسجد کے مقام پر لے آئے اسے وہیں ذبح کیا۔ جس جس بیمار نے اس کا گوشت کھایا اللہ کے فضل و کرم سے اور امام زمانہ (ع) کی برکت سے وہ شفایاب ہوا۔ ہم نے حسن مسلم کو بھی طلب کر کے اس سے مالیانہ وصول کیا اور دوسری زمینوں کا مالیانہ ملا کر مسجد کی تعمیرات کے اخراجات پورے کیے تب جا کر مسجد مکمل ہوئی۔

سرداب مقدس

امام زمانہ (ع) سے منسوب ایک اور مقام سرداب مقدس کے نام سے جانا جاتا ہے جو کہ عراق کے شہر سامراء میں روضۂ امام حسن عسکریؑ کے احاطہ میں واقع ہے۔ (شہر سامراء بغداد کے شمال میں واقع ہے)۔ سرداب کے معنی ہیں زیر زمین سرد مقام سخت گرمی کے موسم میں لوگ اپنے گھروں کے ان ہی تہ خانوں میں پناہ لیتے ہیں۔ عراق کے اکثر گھروں میں ایسے تہ خانوں کی تعمیر کا رواج عام

ہے تاکہ گرمی کی شدت سے بچا جا سکے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر میں بھی ایک ایسا ہی سرداب بنا ہوا تھا۔ کافی عرصہ تک دسویں امامؑ اور گیارھویں امامؑ اس میں زندگی بسر کرتے چلے آئے اسی طرح امام زمانہؑ نے بھی اپنی زندگی کا کچھ حصہ اسی سرداب میں گذارا یہاں تک کہ سولھویں خلیفہ بنو عباس کا ظالم حکمراں معتضدِ عباسی کے دورِ حکومت میں جس کی قیام گاہ بغداد میں تھی اس نے امام زمانہؑ کی گرفتاری کی غرض سے ایک لشکر بغداد سے سامراء کی جانب روانہ کیا اس لشکر کا سپاہ سالار جس کا نام رشیق تھا وہ کہتا ہے کہ جب میرا لشکر شہر سامراء میں داخل ہوا اور سرداب کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے میں نے پیچھے رہ جانے والے سپاہیوں کا انتظار کیا تا کہ ایک دم سرداب پر ہلّہ بول کر امامؑ کو گرفتار کرلوں سرداب کے اندر سے تلاوت کلام پاک کی آواز آرہی تھی سرداب کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا سرداب کے دروازے کی بھی ناکہ بندی کی جا چکی تھی تا کہ فرزند عسکری اوپر نہ چڑھ سکے۔ سپاہ سالار دروازے پر کھڑا پچھلے سپاہیوں کا انتظار کررہا تھا ناگاہ حضرت حجت القائم (ع) سب کے سامنے سے با اعجاز امامت غائب ہوگئے لشکر کے باقی سپاہیوں نے دیکھا بھی۔ آپ (ع) غائب ہوجانے کے بعد سپاہ سالار نے لشکر کو چڑھائی کا حکم دیا تا کہ امام کو گرفتار کیا جا سکے۔

اس پر سپاہیوں نے اپنے کمانڈر سے کہا کہ تم تو دروازے پر ہی کھڑے تھے تم نے انہیں نہیں دیکھا وہ تو تمہارے سامنے گذر رہے تھے۔ سپاہ سالار نے جواب دیا میں نے تو نہیں دیکھا اگر تم لوگوں نے دیکھا تھا تو گرفتار کیوں نہیں کیا؟ سپاہیوں نے جواب دیا ہم نے سوچا کہ تم نے انہیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ تم نے کوئی حکم نہیں دیا

ہم تو تمہارے حکم کے منتظر تھے اس لیے ہم خاموش کھڑے رہے۔ یوں ہمارے امام زمانہؑ بہ اعجاز امامت معتضد عباسی کے خونخوار سپاہیوں کے شر سے محفوظ رہے اور غائب ہوگئے۔ یوں یہ سرداب مقدس اس زمانے سے لیکر آج تک روضہ مبارک حضرت علیؑ ابن محمدؑ الہادی اور حضرت حسن ابن علی العسکریؑ کے نزدیک اپنے اُسی شکل میں باقی ہے۔ شیعیان و منتظران امامؑ اس مقدس سرداب کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں جہاں ان تینوں اماموں نے اپنی زندگی بسر کی۔ البتہ یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ دشمنان اسلام و دشمنان مذہب کی جانب سے خود ساختہ کہانیاں اس سرداب مقدس سے متعلق گڑھ کر اس کی شان و شوکت میں کمی کر کے، جھوٹے اعتقادات اس سے منسوب کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے اور اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے تا کہ لوگ اس سے متعلق طرح طرح کے تنزیہ سوالات کریں اور اس کی عظمت کو گھٹا کر پیش کریں۔ یہ تو صرف انکی خام خیالی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح پہلے بھی وہ اپنی ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں میں ناکام ہوئے تھے اس بار بھی وہ ناکام و نامراد ہی رہیں گے خدائے بزرگ برتر اور ائمہ طاہرین کی ظاہری و باطنی نصرت و مدد سے مخالفین ذلیل و خوار ہونگے۔

مسجد اعظم کوفہ :

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسجد کوفہ کو چار فضیلتوں سے نوازا گیا ہے کہیں طور سینین کی تفسیر ہے تو کہیں حرم خدا و حرم رسول خداؐ تو کہیں حرم امیر المؤمنین علیؑ اس مسجد میں ایک درہم صدقہ کرنے کا ثواب دوسرے مقامات پر سو درھم کے برابر ہے

اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب دوسری جگہ پر سو رکعت نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ اس مسجد میں مسافر نمازی کو اختیار ہے کہ چاہے وہ قصر نماز پڑھے چاہے پوری نماز پڑھے۔ یہاں پر پڑھی جانے والی فرضی نماز ہزار نماز کے برابر ہے۔ روایت میں ملتا ہے کہ مسجد کوفہ پیغمبروں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے امام زمانہ (ع) بھی اسی میں نمازیں پڑھا کریں گے دوسری روایت میں ہے کہ ہزار پیغمبران اور ہزار وصی پیغمبران نے یہاں آ کر نماز پڑھی ہے دیگر روایت میں ہے کہ مسجد کوفہ کی فضیلت مسجد اقصیٰ سے کہیں زیادہ ہے ابن قولویہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اگر لوگوں کو اس مسجد کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ یہاں پر آنے کیلئے ہزار جتن کریں گے چاہے کتنا ہی فاصلہ طے کرنا پڑے اس میں ادا کی ہوئی واجب نماز برابر ہے ایک حج مقبول کے اور نماز نافلہ برابر ہے عمرہ مقبولہ کے ایک اور روایت میں ہے کہ یہاں ادا کی ہوئی نماز کا ثواب برابر ہے ایسی نماز کہ جو رسول خداؐ کی معیت میں ادا کی گئی ہو۔

شیخ کلینی اور دیگر مشائخ عظام ہارون بن خارجہ سے روایت کرتے ہیں حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا : اے ہارون تمہارے اور مسجد کوفہ کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟ کیا ایک میل ہوگا؟ میں نے کہا نہیں امام نے جواباً پوچھا: کیا تم اپنی ساری نمازیں وہیں ادا کرتے ہو؟ میں نے کہا نہیں، امام نے فرمایا کہ: اگر میں (مسجد کوفہ) کے نزدیک ہوتا تو اس میں میری ایک نماز بھی نہ چھوٹتی، کیا تم کو اس مسجد کی فضیلت معلوم ہے؟ کوئی پیغمبر اور نہ ہی بندہ صالح نہیں مگر یہ کہ اس نے اس مسجد میں نمازیں پڑھی ہیں۔ یہاں تک کہ جب رسول خداؐ معراج پر تشریف لے جا رہے تھے تو جبرائیلؑ نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم کس

سرزمین سے گزر رہے ہیں؟ پھر فرمایا اس وقت ہم مسجد کوفہ کے اوپر سے گذر رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اے جبرئیل اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرو کہ میں یہاں تھوڑی دیر رک کر دو رکعت نماز پڑھ لوں حضرت جبرئیل نے اجازت مانگی اور اجازت مل گئی پھر حضورؐ نے آسمان سے اتر کر نماز ادا کی۔ جان لو کہ اس مسجد کے دائیں جانب ایک باغ ہے جو باغہائے بہشت میں سے ایک ہے اس کے بیچ میں اور عقب میں بھی ایک ایسا ہی باغ ہے اس میں صرف خالی بیٹھے رہنا چاہے تلاوت قرآن و ذکر ادعیہ بھی کرتا ہو پھر بھی عبادت کا ثواب ملتا رہے گا اگر لوگوں کو اس مسجد کی فضیلت کا معلوم ہوتا تو وہ چھوٹے بچوں کی مانند گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے وہاں پہنچتے، اسی طرح روایت میں ہے کہ ہر رات ساٹھ ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور اس مسجد کے ساتویں ستون پر نماز ادا کرتے ہیں اسی طرح ہر رات فرشتوں کا گروہ بدلتا رہتا ہے واپس جانے والے فرشتے دوبارہ پھر زمین پر نہیں آتے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ مسجد کوفہ کا ساتواں ستون مقام حضرت ابراہیمؑ ہے۔ شیخ کلینی نے سند صحیح و معتبر سے ابو اسماعیل سے روایت کی ہے کہ معٰویہ بن وہب نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ ابوحمزہ ثمالی نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اصبغ بن نباتہ نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے مسجد کے ساتویں ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ستون مقام امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہے جس کے قرب میں کھڑے ہو کر آپ نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ امام حسن مجتبیٰؑ پانچویں ستون کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جس وقت مولا علیؑ حاضر نہ ہوتے تو حسن مجتبیٰؑ ان کی خالی جگہ پر آ کر نماز پڑھا کرتے تھے، مسجد کے دیگر مقامات

مقدسہ میں دوسرے نمبر پر پانچویں ستون کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ پانچواں ستون مقام جبرئیلؑ ہے اور یہ مقام حسن مجتبیٰؑ بھی ہے ایک اور روایت کے مطابق یہ مقامِ حضرت ابراہیمؑ بھی رہا ہے تیسرا ستون مقام حضرت علی ابن الحسینؑ (زین العابدین) ہے اس مقام پر حضرت سجاد اکثر اپنی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ شہر کوفہ اور مسجد کوفہ کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے مسجد کوفہ و مسجد سہلہ سے متعلق معتبر روایات از امام محمد باقرؑ یا امام جعفر صادقؑ سے مروی ابن قولویہ نے اپنی کتاب کامل الزیارات میں (اشارۃً) نقل فرماتے ہیں:

صاحب ایمان لوگوں سے امید ہے کہ مطہر و مقدس مقامات از حد احترام و تعظیم کریں گے کیونکہ یہ وہ مقامات ہیں جہاں اماماں و امام زادگان کے قدم پہنچے ان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا ہے معصومینؑ کا یہاں قیام رہا ہے یہیں امام زمانہ کا مسکن ہے، ان ہی مقامات سے مؤمنین کی حاجت روائی ہوتی ہے، یہ ہی مقامات باعث رضایت الٰہی بنتے ہیں۔ لہٰذا ہم ان مقامات مقدسہ کی عزت و تکریم کی بدولت رضایت و خوشنودی امام زمانہؑ حاصل کر سکتے ہیں۔

صبر و استقامت و ثابت قدمی

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے دین اسلام اور اس کے شیدائیوں کو ابتدائی ایام میں انتہائی سخت حالت کا سامنا کرنا پڑا، آفرین ہو پیغمبر اسلام کے پروانوں پر اسلام کے جاں نثاروں پر جنہوں نے پا مردی و ثابت قدمی کے ساتھ اس وقت کی تند و تیز آندھیوں کا مقابلہ کیا اور تاریخ

اسلام میں اپنا نام ثبت کروایا عمار یاسر، ابوذر غفاری، مالک اشتر وغیرہ کو اسلامی تاریخ کیسے فراموش کر سکتی ہے جنہوں نے لازوال قربانیاں دے کر اسلام کا پرچم بلند رکھا۔

لفظ صبر و استقامت اپنے اندر ایک وسیع و عریض معنی رکھتا ہے قرآن مجید میں اس لفظ کا ایک سو چالیس مرتبہ ذکر ہوا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔" (سورہ آل عمران آیہ ۲۰۰)

اے ایمان والو دشمنان اسلام کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو تا کہ تم لوگ فلاح پاؤ۔ صبر ضد ہے بے صبری اور آہ و زاری کی صبر نام ہے زمانہ کی چیرہ دستیوں آلام و مصائب کا پامردی سے مقابلہ کرنے کا، خندہ پیشانی و اطمینان کے اظہار کا، صبر انسان کو بلند و بالا مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی بیشتر نعمتوں کا تعلق بھی اسی صبر و استقامت سے ہے یہاں تک کے بہشت میں ملنے والے درجات بھی اسی صبر کا نتیجہ ہونگے جیسا کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے "وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔" (سورہ انفال آیہ ۴۶)

صبر کیا کرو کہ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے صبر سے انسان کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ صبر اہل معرفت کی نمایاں ترین خصوصیات میں سے ایک ہے۔ صبر تقرّبِ الٰہی کا ایک ذریعہ ہے زمانے کی تیز و تند ہواؤں حوادث زمانہ کی سختیوں کے مقابلہ کیلئے صبر سے کام لینے سے روح کی بالیدگی نمایاں ہوتی ہے۔ ایمان کی دولت سے مالا مال افراد اپنے پختہ ارادوں کے ذریعے بڑے سے بڑے

حادثہ کا جواں مردی سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے صبر کا پیمانہ کبھی لبریز نہیں ہوتا ایسے لوگ کبھی بھی ناشکری، کفرانِ نعمت آہ وفغاں کو اپنی زبان سے جاری نہیں ہونے دیتے۔

لہٰذا ایک سچے مومن کی خاص نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ سخت سے سخت آزمائش خداوندی میں بھی حوادث زمانہ کا پامردی سے مقابلہ کرے اور صبر کا سہارا لے، ائمہ طاہرینؑ کی طرف سے بھی صبر کیلئے کافی تاکید کی گئی ہے صبر سے متعلق پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد گرامی ہے "اَلصَّبْرُ نِصْفُ الایمان" ایمان کا آدھا حصہ صبر میں ہے۔ ایک مقام پر امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ہر مؤمن اس بات کا سزاوار ہے کہ وہ ان آٹھ خصلتوں کا حامل ہو، وہ آٹھ خصلتیں یہ ہیں۔ (۱) پریشانی کے وقت ثابت قدم رہے (۲) مصیبت کے وقت صبر کرے (۳) تونگری مین اللہ کا شکرگذار ہو (۴) اپنے دشمنوں پر ستم نہ ڈھائے (۵) دوستوں کو آزمائش میں نہ ڈالے (۶) آرام طلب نہ رہے (۷) لوگ اس کے وجود سے مستفیض ہوں (۸) ہر حال میں قناعت پسند ہو۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

علم مومن کا دوست ہے، حلم اس کا معاون ووزیر ہے، صبر اسکا امیرِ لشکر ہے ملائمت و آہستگی اسکے بھائی اور نرمی اس کے باپ کی شفقت کی مانند۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا دوست بناتا ہے تو وہ اسے آٹھ چیزوں (صفات) سے نوازتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہؐ وہ آٹھ صفات کون سی ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا: ۱۔ چشم پوشی از نامحرم (نگاہوں کو نامحرم سے محفوظ رکھنا) ۲۔ خوف خدا کو مدنظر رکھنا ۳۔ شرم وحیا کا دامن ہاتھ

سے نہ جانے دینا ۴۔ اخلاق حمیدہ کو اپنانا ۵۔ صبر واستقامت ۶۔ امانت کی حفاظت ۷۔ سچائی کو اپنا شعار بنانا ۸۔ لوگوں کے ساتھ سخاوت، فراخدلی سے پیش آنا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ بندہ مؤمن کی تعریف وتوصیف میں کچھ یوں فرماتے ہیں اے فرزند نعمان وہ بندۂ مؤمن ہو ہی نہیں سکتا مگر یہ کہ اسمیں یہ تین سنتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ ۱۔ سنت الٰہی کی موجودگی ۲۔ سنت پیغمبرؐ کی موجودگی ۳۔ سنت امامؑ کی موجودگی۔

سنت الٰہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسے نوازے گئے اسرار ورموز (عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلَىٰ غَیْبِهِ اَحَداً۔) (مواعظ العددیہ ص ۲۰۴) کو مخفی رکھے (کسی پر آشکار نہ کرے)۔ سنت پیغمبری سے مراد وہ لوگوں سے اخلاق اسلامی (اخلاق محمدیؐ) کے مطابق سلوک کرے۔ اور تیسری پائی جانی والی سنت امام سے مُراد زمانہ کی سختیوں کو مصائب و آلام اور آزمائشوں کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرے (جیسا کہ ائمہ طاہرینؑ کی سیرت میں ملتا ہے) یہاں تک کہ خداوند کریم اس کے لیے آسانیاں پیدا کردے۔

مولائے متقیان حضرت علیؑ فرماتے ہیں: "اَلْاِیْمَانُ علی اَرْبع دَعَائِمَ، عَلَى الصَّبْرِ، وَالْیَقِیْنِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهادِ" ایمان کے چار ستون ہیں، صبر، یقین، عدل وجہاد۔

"وَالصَّبْرِ مِنْهَا عَلَىٰ اَرْبَعَ شُعَبٍ، عَلَى الشَّوْق، وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ۔" (نہج البلاغہ حکمت ۳۱)

اسی طرح صبر کے بھی چار پائے ستون ہیں ۱۔ شوق (چاہت) ۲۔ راس

(خوف٬ ڈر) ۳۔زہد (مصیبت کو کوئی اہمیت نہ دے) ۴۔انتظار (اگر موت کا انتظار ہو تو نیک کاموں میں جلدی کرے)۔ بلکہ اسکی وضاحت کچھ یوں ہے۔(۱) اگر جنت کی خواہش ہے تو شہوات پر قابو پالے (۲) آتش جہنم کا ڈر ہو تو حرام سے پرہیز کرے (۳) اگر زہد اپنانا ہو تو مصائب کو کوئی اہمیت نہ دے (۴) اگر موت کا انتظار ہو تو نیکی کے کاموں میں جلدی کرے۔

مولا علیؑ جو کہ خود بھی صبر واستقامت کا نمونہ پیکر تھے حوادث زمانہ کا صبر سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کی طرف کچھ یوں اشارہ فرماتے ہیں: میں اپنے اطراف میں دیکھ رہا ہوں نہ کوئی یار و مددگار نظر آ رہا ہے جو میری حمایت طرفداری کرے بجز میرے گھر والوں کے٬ مجھے یہ بالکل پسند نہیں تھا کہ میں ان کو اپنی خاطر مصیبت میں ڈالوں پس میں نے اپنی آنکھوں میں کانٹے کی چبھن کو محسوس کرنے کے باوجود اس کی تکلیف کو برداشت کیا۔ گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی کے باوجود کڑوے جام کو گھونٹ گھونٹ کر کے نوش کیا۔تلوار کی دھار کی تیزی کو جگر میں محسوس کرتے ہوئے بھی اپنے غصہ کو پیا جس کی تلخی اندوائن کے پھل (تھور کا پھل) سے بھی زیادہ کڑوی ہے۔

تاریخ کبھی بھی صبر و مظلومیت علیؑ کو فراموش نہیں کر سکے گی۔ان کی طرز زندگی نمونہ عمل کے طور پر جانی جائے گی۔مولا علیؑ مؤمنین کو صبر کے بارے میں تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ ٬فَاِنَّ الصَّبْرَمِنَ الْاِ يْمانِ كَالرَّأسِ مِنَ الْجَسَدِ٬وَلَا خَيرَ '' فِی جَسَدٍلَا رَأسَ مَعَهُ وَلَا فِی اِيْمَانٍ لَاصَبْرَمَعَهُ۔''

(نہج البلاغہ حکمت ۸۲)

صبر واستقامت کو اپناؤ کیونکہ صبر کا تعلق ایمان کے ساتھ بالکل ایسا ہے جیسا کہ بدن کا تعلق سر سے٬ جس طرح اُس بدن کی کوئی پہچان نہیں جس پر سر نہ ہو اس طرح اس ایمان کی کوئی اہمیت نہیں جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔

حضرت امام محمد باقرؑ صبر سے متعلق فرماتے ہیں: اَلْـجَنَّةُ مَـحْـفُـوْفَةٌ بِالْمَكارِهِ وَالصَّبْرِ۔ ''جنت رنج والم اور صبر کی چادر میں لپٹا ہوا تحفہ ہے ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: کہ جس وقت مؤمن کو قبر میں لٹایا جاتا ہے اس کی نمازیں اس کے دائیں جانب٬ زکاۃ بائیں جانب٬ اور دوسری نیکیاں اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں جبکہ صبر کی خصلت کچھ فاصلے پر کھڑی رہتی ہے جب دو فرشتے اس مؤمن سے سوال و جواب کی غرض سے اس کے پاس آتے ہیں صبر کی شبیہ قریب آ کر نماز ، زکاۃ اور دوسری نیکیوں سے کہتی ہے ''
دُوْنَكُمْ صاحِبَكُمْ ، فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْهُ ، فَاَنَا دُوْنَهُ۔''

(اصول کافی جلد۲ص۹۰)

اگر تم لوگ اس مؤمن کی حفاظت سے قاصر ہو تو اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو وحشت سے محفوظ رکھوں۔کئی مرتبہ کے تجربات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ہر کامیابی و کامرانی کے پیچھے صبر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ایک اور مقام پر مولا علیؑ کا ارشاد ہے: میں نے اپنی زندگی میں صبر اور مستقل مزاجی و غیر متزلزل ارادوں ہی کے ذریعے فتح و کامرانی حاصل ہوتے دیکھی٬ یہ محال ہے کہ کوئی فرد کسی چیز کے حصول کیلئے صبر و مستقل مزاجی کے ساتھ کوشش کرے اور وہ چیز اسے حاصل نہ ہو۔

ہم صبر کیوں کریں؟

خداوند کریم کی جانب سے ہر انسان کی ہر حال اور ہر مقام پر آزمائش لکھی جا چکی ہے کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں یہاں تک کہ پیغمبرانؑ وائمہ طاہرینؑ بھی اس دور سے گذر چکے ہیں۔ جبکہ یہ تمام کے تمام کامل ترین انسان کے زمرہ میں آتے ہیں۔ یہ ہی سنت الٰہی کا تقاضہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"وَنَبْلُوْكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ۔" (سورہ انبیاء آیہ ۳۵)

اے انسان ہم تیری آزمائش کارہائے خیر و کارہائے شر سے کریں گے۔

ایک اور مقام پر خداوند کریم کا ارشاد ہے۔ "اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ تُرْكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنْ" آیا لوگ اس بات کا گمان کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے کہہ دینے سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور ہم ان کا امتحان نہیں لیں گے۔

البتہ امتحان الٰہی کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے ہر ایک کا وقت اور زمانے کے حساب سے امتحان ہوتا ہے مثال کے پر فرشتوں کا امتحان حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کے حکم پر کسی کو رعایا پر بادشاہ بنا کر کسی کا مال وزر کی فراوانی پر کسی کو فقرو فاقہ و تنگ دستی میں مبتلا کر کے کسی کا دکھ اور بیماری دے کر تو کسی کو حوادث زمانہ میں (جیسے زلزلہ، سیلاب وغیرہ) مبتلا کر کے۔ یاد رہے کہ خداوند کریم کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اور خدا نے اس امتحان میں بندے کی کامیابی کا ہدف بھی مقرر کر رکھا ہے اور اس ہدف کے حصول کا دارومدار صبر واستقامت پر ہے کیونکہ یہ ہی صبر انسانی روح کو اوج کمال پر پہنچاتا ہے اور قلب انسانی کو فولادی

طاقت سے روشناس کراتا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ جس طرح آزمائش الٰہی کے مختلف طریقہ ہیں اسی طرح صبر کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک وہ صبر جو انسان حوادث زمانہ میں گرفتار ہو کر اختیار کرتا ہے۔

شیعیان امام زمانہ کیلئے اس سے بڑھ کر اور کونسا حادثہ تلخ ہوسکتا ہے کہ ان کا امام پردۂ غیبت میں چلا گیا ہو آج دنیا میں شیعیان علیؑ پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں کیا انہیں نظر انداز کر دیا جائے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ ہی وہ بہترین موقع ہے کہ ہم زمانہ غیبت امام (ع) کے دوران اسلام دشمن عناصر کی جانب سے ہر قسم کی سازشوں اور فتنوں کا صبر واستقامت کے ذریعے مقابلہ کر سکتے ہیں گویا آج کل کے زمانے میں اپنے ایمان وعقیدہ کو بچانا بالکل اس طرح ہے جس طرح ایک دھکتے ہوئے انگار ہتھیلی پر رکھنا۔

موجودہ دور میں جبکہ ہر جانب سے دشمنان اسلام اور مخالفین تشیع اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ اسے نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ منتظرین وشیعیان امام زمانہؑ صبر کے ہتھیار سے ان فتنہ پروروں اور سود خوروں کے عزائم کو خاک میں ملا سکتے ہیں جیسے ریت پر سے لکیر مٹتی ہے یا نقش آب پر سے لکیر غائب ہو جاتی ہے۔

حقیقی شیعہ وہی ہے جو سیرت پیغمبر اسلامؐ وسیرت ائمہ طاہرینؑ کو نمونہ عمل بنا کر ان کی پیروی کر کے ان تمام مشکلات سے چھٹکارہ حاصل کر سکتا ہے اور آزمائش الٰہی میں سرخرو ہوسکتا ہے۔ ان تمام گذارشات کا راہنما اصول وہی صبر ہے جس کو اپنا کر نجات حاصل کی جاسکتی ہے خود قرآن پاک میں پیغمبر اسلامؐ کو

اُسوۂ حَسَنہ کا عملی نمونہ پیش کر کے ان کا تعارف کروایا ہے۔ وَلَقَد کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولُ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃ"۔

جس طرح اوائل اسلام وزمانہ جاہلیت کے دوران دین اسلام کی ترویج وتبلیغ کی خاطر پیغمبر اسلامؐ نے طرح طرح کی مشکلات و پریشانیوں کا سامنا کیا اسی طرح ائمہ طاہرین نے بھی اپنے اپنے ادوار میں ظلم وستم کے بل بوتے پر قائم حکومتوں کی جانب سے سخت ترین دباؤ کے باوجود ان مظالم کا صبر کے ذریعے مقابلہ کیا اور اسلام کا پرچم بلند رکھا ان ہستیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے پیچھے بھی یہ ہی صبر کا عنصر کارفرما ہے۔ لہٰذا موجودہ پرآشوب دور میں اگر ہم قرب ظہور امام زمانہ (ع) کے آزمائشی دور میں کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں انہیں ذوات مقدسہ کی پیروی کرنا ہوگی۔ جبکہ چودہ سو سال پہلے پیغمبر اسلام وائمہ طاہرین غیبت امام زمانہ (ع) اور اس کے بعد حالات کے بارے میں آگاہ کر چکے ہیں اور اس کا حل بھی بتا چکے ہیں کہ آخری زمانہ کے لوگ صرف صبر واستقامت کے ذریعے ہی ان مشکلات پر قابو پاتے ہوئے اجر عظیم کے حق دار بن سکتے ہیں چنانچہ اس مقام پر پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"طُوبیٰ لِلصَّابِرِیْنَ فِی غَیْبَتِہِ، طُوبیٰ لِلْمُتَّقِیْنَ عَلیٰ مَحَبَّتِہِ"

(بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۳۰۶)

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو زمانہ غیبت کو صبر واستقامت اور پامردی کے ساتھ گزاریں اور اپنے امام سے سچی محبت کا ثبوت پیش کریں۔

زمانہ غیبت امام میں صبر کے ذریعے ہی منتظرین امام اپنے دین وعقائد کی حفاظت کر سکتے ہیں یہ ہی ان کی خصوصیت ہے اس ضمن میں امام جعفر صادقؑ کا وہ

قول حاضر خدمت ہے۔ ایک مرتبہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے بلند کیے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی: پروردگارا مجھے میرے بھائیوں کا دیدار کرادے' اس موقع پر مجمع میں سے ایک صحابی اٹھے اور پوچھا یارسول اللہؐ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ حضورؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: آپ سب ہمارے اصحاب ہیں لیکن میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو آخری زمانہ میں آئیں گے۔ وہ لوگ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائینگے جبکہ انہوں نے مجھے دیکھا تک نہ ہوگا۔ ان میں سے ہر فرد اپنے دین کی حفاظت کچھ اس طرح کر رہا ہوگا گویا شب تاریک میں کیکر کے خاردار درخت سے برہنہ دست کانٹے چن رہا ہو۔ ایسے افراد کی مثال ایسی ہے جیسے تاریک رات میں روشنی کی کرن' خداوند کریم ایسے ہی لوگوں کو زمانہ کی سختیوں سے نجات دلائیں گے۔

صبر کے بغیر انتظار ایسا ہے جیسے بغیر مغز کے پستہ واخروٹ اسے انتظار نہیں کہا جاسکتا۔ انتظار کی اصلی روح صبر ہے اسی بنیاد پر پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: "اِنتِظَارُ الْفَرَجِ بِالصَّبْرِ عِبَادَۃِ"۔ "صبر کے ساتھ انتظار کرنا عبادت ہے۔

(بحار الانوار جلد ۵۲ ص ۳۰۶)

بغیر صبر واستقامت انتظار کرنا عبادت کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ اسے سستی وکاہلی کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ تو بے جا توقعات وابستہ کرنے کے برابر ہے۔ بلکہ بلا صبر انتظار امتیاز تشیع کے خلاف ہے۔ شیعہ فرد کے نزدیک انتظارِ امامؑ کی عبادت کا تصورت ہی الگ ہے یہ ہی اس کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے جسے صبر واستقامت کے ساتھ نبھانا ہے ایک شیعہ کو چاہیے کہ دوران غیبت امامؑ خود بھی خوش وخرم رہے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرے دراصل خوشی کا اصل نام ہے امر الٰہی کی اطاعت اور محرمات سے

اجتناب یہ ہی مومن کی معراج ہے اور تقرب الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ابو بصیر حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: مولا نے فرمایا کہ "کیا تم لوگوں کو میں ایک ایسے عمل کی نشاندہی کروں کہ جس کے بغیر خداوند کریم اپنے بندگان کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتے؟ میں نے عرض کی ہاں مولا ضرور بتائیں کہ وہ کونسا عمل ہے؟ امامؑ نے جواب دیا وہ ہے: اللہ کی وحدانیت کی گواہی، رسول اکرمؐ کی رسالت کی گواہی، ہم ائمہ معصومین کے دشمنوں سے بیزاری، ائمہ طاہرین کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کرنا، زہد و تقویٰ اپنانے کی کوشش کرنا دین کے امور میں صبر کرنا اور ظہور قائم آل محمدؑ کا انتظار کرنا" اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ پیغمبر اسلامؐ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب خداوند کریم زمانے کے لوگوں میں سے اپنی حجت کو پوشیدہ فرمائے گا تا وقت معین پھر وہ ہی ہستی خدا کے حکم سے دوبارہ ظاہر ہوگی اور اس دنیا کو عدل و انصاف اور مصائب سے نجات دلائے گی ایک ایسے وقت جب ہر طرف ظلم و بربریت کا راج ہوگا اور انسانیت سسک رہی ہوگی، اس کے بعد حضورؐ فرماتے ہیں: خوش نصیب ہیں اس دور کے لوگ جو اپنے دین پر ثابت قدم رہیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے حضورؐ نے فرمایا ہے:

"وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" (سورہ بقرہ آیت ۶)

"اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔"

(سورہ المجادلہ آیت ۲۲) / (بحار الانوار جلد ۱۰۳ ص ۷۷۳)

یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لائے، یہ ہی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت یافتہ اور (نجات شدہ) ہیں اسی طرح ایک اور مقام پر امام جعفر صادق

ؑ رسول اکرمؐ سے روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا آخری زمانہ کے لوگوں میں سے ایک فرد کے عمل کا ثواب تمہارے پچاس افراد کے عمل کے ثواب کے برابر ہوگا۔ اصحابِ پیغمبر نے عرض کی حضورؐ ہم لوگ تو آپ کے ساتھ ہر جنگ میں شریک ہوئے یہ کیسے ممکن ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا کہ اگر تم لوگ ان حالات میں زندگی گزارتے جس کا وہ لوگ ثابت قدمی سے سامنا کریں گے تو تم لوگ اس کے متحمل نہیں ہوسکو گے۔

یہ ہی وہ مقام ہے کہ اس زمانے کے لوگوں نے موجودہ زمانے کے شیعوں کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس دور میں رشید ہجری (حضرت علیؑ کے صحابی) کی لڑکی نے اپنے والد سے پوچھا کہ بابا جان آپ عبادت الٰہی میں اتنی مشقت کیسے برداشت کر لیتے ہیں؟

باپ نے جواب دیا بیٹی ہمارے بعد ایسے لوگ وجود میں آئیں گے دین کے معاملے میں ان کی شناخت و بصیرت رنج و الم برداشت کرنے کی صلاحیت کہیں زیادہ ہوگی چنانچہ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب (اکمال الدین و اتمام النعمہ) میں امام ہشتم حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ برنطی نامی شخص سے روایت کرتے ہیں "مَا اَحْسَنَ الصَّبْرَ وَانْتِظَارُ الْفَرَجِ۔" انتظار فرج میں صبر سے بڑھ کر کوئی اور عمل بہتر نہیں۔ کیا تم نے اللہ کا وہ کلام نہیں سنا۔ "وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِيْبٌ۔" (سورہ ھود آیت ۹۳)

وَ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔" (سورہ اعراف آیہ ۷۱)

تم سب انتظار میں رہو کہ میں بھی منتظر ہوں۔ لہٰذا تم سب صبر کا دامن تھامے رکھو کیونکہ ہر تنگی کے بعد حالات میں بہتری آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے صبر کی دعا :

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جس طرح دوران غیبت امام زمانہؑ شیعیان و منتظران امامؑ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر قسم کی سختیوں و پریشانیوں کا مقابلہ صبر کے ہتھیار سے کریں اس طرح مؤمن حقیقی کو چاہیے کہ وہ اس پر آشوب دور میں مذکورہ حالات سے محفوظ رہنے کیلئے خداوند کریم سے اپنے لیے صبر کی دعا کرے تا کہ وہ اس امتحان میں کامیابی ہمکنار ہو سکے۔ اس کی دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس مقولہ پر عمل کرے کہ: (مانگ اس ذات سے جو کسی کا محتاج نہیں) یعنی جب سارے امور کی چابیاں خداوند کریم کے پاس ہیں تو پھر ادھر ادھر بھٹکنے کے بجائے دنیا و آخرت کے مسائل کے حل کیلئے اسی سے مدد کی درخواست کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب اپنے پیغمبرؐ سے ہے کہ "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔"

(سورہ نحل آیہ ۱۲۷)

صبر کرو کہ ہر کام میں اللہ کی مدد شامل حال ہے۔

پس بہتر ہے کہ مؤمن ہر کام کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کرے۔ یہاں تک کے اگر اس کے جوتے کی ڈوری بھی الجھ جائے تو بھی اللہ سے مدد طلب کرے۔ کیونکہ اس کی مدد کے بغیر یہ کام بھی آسان نہیں ہوگا۔ وہی بزرگوار ایک اور مقام پر فرماتے ہیں تم لوگ اپنے ہر کام کیلئے اپنے پروردگار سے مدد کی درخواست کرو یہاں تک کہ اگر جوتوں کا تسمہ بھی ساتھ چھوڑ دے تب بھی گو کہ بعض مشکلات میں صبر کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے پر جب اس صبر کے ثمرات سامنے آنے لگتے ہیں تو وہی مشکل آسان نظر آنے لگتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ قوت

برداشت میں اضافہ کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ یوں صابر شخص کو اس صفتِ عالی کے کمال کو چھو لیتا ہے گویا اس نے کامیابی و کامرانی کی کنجی پا لی اس سلسلے میں خداوند کریم کا ارشاد ہے۔ "اِنْ لِکُنْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یِغْلِبُوْ مِائَتَیْنِ۔"

(مکیال المکارم جلد ۲ ص ۴۲۱)

اگر تمہارے پاس بیس افراد صاحب صبر و استقامت ہوں تو وہ دوسو (۲۰۰) افراد پر غالب آسکتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس میں یہ اعلیٰ صفات پائی جاتی ہوں اسے چاہیے کہ اپنے ربّ کی حمد و ثناء بجالائے اور جس کو یہ نعمتیں میسر نہیں اسے چاہیے کہ وہ ان کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

پوچھا گیا وہ کون سی صفات ہیں؟

مولانے جواب دیا: پرہیزگاری، قناعت، صبر، شکر، حلم، حیا، سخاوت، شجاعت، غیرت، سچائی اور امانت داری۔

علاماتِ ظہورامام (ع) کی پہچان

منتظرین امام زمانہؑ کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ علامات ظہور امامؑ کا بغور جائزہ لیں تا کہ ابتدائی (پہلے قدم کی) طور پر ان علامات کی روشنی میں اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کو ترتیب دے سکیں اور تاخیر ظہور کے سبب پھیلی ہوئی مایوسی ودل شکستی کے پھیلے ہوئے تاریک سائے کی جگہ ظہور فرج کی خوشیوں کو سمیٹ سکیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ بعض حتمی علامات ہیں اور بعض غیر حتمی، علامات حتمیہ تو وقوع پذیر ہو کر رہیں گی اور علامات غیر حتمیہ کا تعلق مخصوص شرائط کے تحت زمانہ کے اتار چڑھاؤ پر منحصر ہے۔

ایسے پُر اعتماد افراد جو ائمہ طاہرینؑ کی جانب سے حاصل کی گئی روایات کی روشنی میں علامات ظہور امامؑ سے کماحقہ روشناس ہو چکے ہیں جن کی ایک بڑی تعداد ایران، ہندوستان، حجاز، افریقا وغیرہ پھیلی ہوئی ہے انتہائی آسانی سے ایسے جھوٹے اور ہٹ دھرم قسم کے خود ساختہ بہروپیے افراد کو پہچان سکتے ہیں جو اسلام دشمن قوتوں کے آلہ کار بن کر عالم اسلام کی جڑوں کو اندر ہی اندر کھوکلہ کرنے اور اپنے کرتوتوں سے دین اسلام کا چہرہ مسخ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور عالم اسلام کی قابل فخر ہستیوں کو بدنام کرنے کے ساتھ انکی شخصیت کو بھی

داغدار بنانے کیلئے کوشاں ہیں ان منافقوں کو پہچاننا اور حق کو باطل سے جدا کرنا ایسے ہی صاحب بصیرت ہستیوں کا طرّۂ امتیاز ہے بصورت دیگر اگر ہم نے انہیں پہچاننے میں کوتاہی برتی تو کچھ بعید نہیں کہ ہم بھی اس گمراہی میں مبتلا ہو جائیں لہٰذا ملت اسلامیہ کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ اور خاص طور پر مذہبی ماہرین (مجتہدین عظام) بھی ایسے بہروپیوں کو بے نقاب کرنے میں ملت کی راہنمائی کریں اور ان کی پرفریب اور معاندانہ سرگرمیوں پر نظر رکھیں بسا اوقات بعض افراد سادہ لوح یا عدم واقفیت کے نتیجے میں اپنے دین کے راستے سے بھٹک کر مرتد ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبتے ہیں ایسے افراد اپنی آخرت برباد کر لیتے ہیں اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض بے ضمیر دین فروش دنیاوی لالچ میں آ کر اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کی خاطر ان علامات ظہور امامؑ کو سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں سادہ لوح اور بے خبر افراد ان بہروپیوں کو اپنا مسیحا اور نجات دہندہ سمجھ کر سستے داموں اپنی جان و مال ان پر نچھاور کر دیتے ہیں ایسے واقعات پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیے کیونکہ یہ پہلے بھی ہوتے آئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اس درپیش خطرے کا تدارک کمال ہوشیاری سے کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ جھوٹے نجات دہندہ فریبیوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ اہل بیت اطہارؑ کے توسط سے ملنے والی روایات میں اس پہلو پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے جو آج کل کے حالات پر پوری اترتی ہیں جنکے اثرات ظہور امامؑ سے جا ملتے ہیں یہاں پر ائمہ اطہارؑ کی زبانی چند علامات کا تذکرہ حاضر خدمت ہے ہمیں امید ہے کہ منتظرین امامؑ زمانہ ان علامات کو پہچاننے کی کوشش ضرور کریں گے۔

ابتداً اس امر پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ علامات ظہور کو ان کی فطری، شخصی یا عمومی حیثیت کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

الف۔ غیر معمولی حادثات کا وقوع پذیر ہونا

ب۔ بڑی طاقتوں کا ٹکراؤ، ان کی قوت اُنکے چہرے، جنگ وجدل کی صورت میں۔

ج۔ عوام الناس یا عالمی معاشرے کی عمومی صورتحال

آگے بڑھتے ہوئے ہم ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں ان تینوں حصوں پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

(الف) غیر معمولی واقعات (دل دہلا دینے والے حادثات)

۱۔ کسی بھی سال کے نیمہ رمضان سورج گرہن اور آخر رمضان میں چاند گرہن کا ہونا۔

۲۔ سرزمین بیداء کا دھنس جانا۔

۳۔ آسمان کے ایک بڑے حصہ پر سرخی کا ظاہر ہونا۔

۴۔ رمضان کے مہینہ میں ایک آسمانی چیخ سنائی دینا۔

۵۔ سورج کی گولائی پر ایک چہرہ وسینہ کی شکل کا نمودار ہونا۔

۶۔ ظہر اور عصر کے درمیان سورج کی حرکت کا رک جانا۔

۷۔ سُرخ موت وسفید موت کے باعث کروڑوں افراد کا ہلاک ہو جانا (سرخ موت سے مراد جنگ وجدل اور سفید موت سے مراد وبائی امراض جیسے طاعون وغیرہ)

(ب) متخاصحان (دو بڑی طاقتوں کا ٹکراؤ، چہروں کا نمودار ہونا)

۱۔ سفیانی کا خروج

۲۔ ساٹھ جھوٹے، پیغمبروں کا دعویٰ کرنے والے پیغمبروں کا نمودار ہونا

۳۔ نفس زکیہ کا قتل ہونا

۴۔ آل ابی طالب کے بارہ افراد کا قیام جو رہبری و پیشوائی کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیں گے۔

۵۔ یمانی کا قیام

۶۔ سید خراسانی کا قیام اور موعود اُمم کی حمایت میں خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈوں کا ظاہر ہونا۔

۷۔ ایک مغربی شخص کا مصر سے ظاہر ہو کر ملک شام پر قبضہ کرنا اور شام پر تسلط جمانا

۸۔ نقش ونگار دار پرچموں کی خراسان میں آمد

۹۔ قیس وعرب کے جھنڈوں کی مصر میں آمد

۱۰۔ ترک بھائیوں کا سرزمین الجزیرہ میں پاپیادہ داخل ہونا

(ج) عالمی معاشرے کی عمومی صورتحال

اس بارے میں ذکر علامات سے متعلق حضرت امام جعفر صادقؑ کے ارشادات حاضر خدمت ہیں مولا فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ:

۱۔ جب حق مٹ جائے اور حق کے حمایتی ختم ہو جائیں۔

۲۔ ہر طرف ظلم وستم کا بازار گرم ہو۔

۳۔قرآن کو بے کارشی سمجھ کرایک کونہ میں رکھ دیا جائے اوراس کی غلط تشریح کی جائے۔

۴۔دین ایک خالی برتن کی مانند ہو جائے (جو کہ کھوکلا ہو)

۵۔باطل کے حمایتی حق کے حمایتیوں پر غالب آ جائیں۔

۶۔بُرے کام کھلم کھلا ہونے لگیں اور انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو اور بدکار افراد سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔

۷۔بے حیائی و بدکاری ایسے کھل کر ہوگی کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے اپنی ہوس کی پیاس بجھائے گی۔

۸۔بدکار شخص جھوٹ بھی بولے گا تو کوئی اس کی نفی نہیں کرے گا۔

۹۔صاحب ایمان افراد خاموشی اختیار کریں گے ان کی بات کو کوئی بھی نہیں سنے گا۔

۱۰۔چھوٹے بڑوں کو حقیر جانیں گے (بڑوں کا مذاق اڑائیں گے)

۱۱۔صلہ رحم باقی نہیں رہے گا۔رشتہ داروں سے ناطہ توڑ لیا جائے گا۔

۱۲۔بدکاروں کی تعریف و توصیف ہوگی اور وہ برا کام کر کے خوش ہونگے اور ان کی باتوں کا برا نہیں منایا جائے گا نہ ہی ان کی سرزنش کی جائے گی۔

۱۳۔عورتوں کی جسم فروشی کی طرح نوجوان لڑکے بھی اپنے آپ کو پیش کریں گے۔

۱۴۔عورتیں عورتوں سے شادی کرینگی۔

۱۵۔جُھوٹ بولنے والوں کی خوب تعریفیں ہونگی۔

۱۶۔لوگ اپنا مال خدا کی نافرمانی کے موجب بننے والے کاموں میں خرچ کریں گے اور کوئی ان کو ٹوکنے والا بھی نہ ہوگا۔

۱۷۔لوگ مومنین کے کام کو حقارت بھری نظروں سے دیکھیں گے اور خدا کی پناہ

مانگیں گے......؟

۱۸۔پڑوسی پڑوسی کو تکلیف پہنچائے گا اور اس کا کوئی تدارک نہ ہوگا۔

۱۹۔کافر مؤمن کو تکلیف میں دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔

۲۰۔شراب کھلے عام پی جائے گی، شراب کی محفلیں جمیں گی اور خوف خدا باقی نہ رہے گا۔

۲۱۔امر بالمعروف کرنیوالا ذلیل وخوار ہوگا۔

۲۲۔اہل قرآن اور ان کے ہم خیال دوستوں کو ذلیل کیا جائے گا۔

۲۳۔بدکار آدمی خدا کے ناپسندیدہ کام کر کے خوب طاقتور اور قابل تعریف سمجھا جائے گا۔

۲۴۔نیکی کے دروازے بند ہو جائیں گے اور بدی کے دروازے کھل جائیں گے۔

۲۵۔انسان جو زبان سے کہے گا اس پر عمل نہیں کرے گا۔

۲۶۔حج مُعطّل ہو جائے گا اور اس کا رسمی اعلان بھی کر دیا جائے گا۔

۲۷۔مرد مرد سے اور عورت عورت سے لطف اندوز ہونگے۔

۲۸۔مرد حرام کاری اور عورتیں زنا کاری کر کے اپنی زندگی گذاریں گی۔

۲۹۔عورتیں بھی مردوں کی طرح اپنے لیے غیر اخلاقی اجتماعات منعقد کریں گی۔

۳۰۔فرزندان عباسی بھی عورتوں کے کام (نسوانی کام) اپنائیں گے؟؟

۳۱۔عورتیں غیر مردوں سے زنا کیلئے اپنے شوہروں کی خدمات حاصل کریں گی۔

۳۲۔زیادہ تر لوگ اپنے آراستہ گھروں کو بدکاری کیلئے ان عورتوں سے تعاون کریں گے۔

۳۳۔مومن کا شمار ذلیل وخوار لوگوں میں ہوگا۔

۳۴۔ زنا کاری کھلے عام ہوگی۔
۳۵۔ لوگ جھوٹی گواہی پر یقین کریں گے۔
۳۶۔ حلال خدا کو حرام قرار دیا جائے گا اور حرام خدا کو حلال قرار دیا جائے گا۔
۳۷۔ دین کو لوگوں کی ترجیہات کے مطابق موڑا جائے گا اور قرآنی احکامات کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔
۳۸۔ گناہگاری بڑی دیدہ دلیری سے کی جائے گی اس کے لیے رات کی تاریکی کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔
۳۹۔ مؤمن دل میں تو نہی عن المنکر کرے گا مگر اعلانیہ طور پر اس کی جرأت نہیں کر سکے گا۔
۴۰۔ خدا کی ناراضگی کی خاطر بے شمار دولت صرف کی جائے گی۔
۴۱۔ ملکی سربراہان کافروں سے تو قربت کا خواہاں ہونگے پر نیک و پرہیزگاروں سے دوری اختیار کریں گے۔
۴۲۔ حاکم عدالتی امور میں رشوت لیں گے۔
۴۳۔ اعلیٰ عہدوں پر تقرری کیلئے بولی لگے گی شرافت و بردباری کی کوئی اہمیت نہ ہوگی۔
۴۴۔ لوگ ایک دوسرے کو غلط فہمی اور غلط الزام کے شبہ میں قتل کر دیا کریں گے۔
۴۵۔ مردوں کی اپنی منکوحہ کے ساتھ رات گذارنے پر سرزنش کی جائے گی۔
۴۶۔ مرد اپنی بیوی کی حرامکاری کی کمائی سے اپنا پیٹ بھریں گے۔
۴۷۔ بیوی اپنے شوہر پر مسلط ہوگی۔ وہ سارے کام جو شوہر کی ناراضگی کا سبب ہونگے انجام دیگی۔ اس کے مقابلے میں اسے جیب خرچ ادا کرے گی۔

۴۸۔ مرد اپنی بیوی اور کنیز سے بدکاری کروائے گا اور اس سے حاصل ہونی والی کمائی سے خریدی گئی غذا سے بہت خوش ہوگا۔
۴۹۔ خدا کی جھوٹی قسمیں کثرت سے کھائی جائیں گی۔
۵۰۔ جوئے کا بازار کھلے عام ہوگا۔
۵۱۔ شراب کی خرید و فروخت کھلے عام ہوگی۔
۵۲۔ مسلمان عورتیں اپنے آپ کو کافروں کے سپرد کر دیا کریں گی۔
۵۳۔ لوگ بدکاری کے پاس سے گذر کر جائیں گے لیکن منع نہیں کریں گے، اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ڈالیں گے۔
۵۴۔ معزز افراد، ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہونگے۔
۵۵۔ حاکم وقت کے نزدیک ترین اور قابل تعریف وہ افراد ہونگے جو ہم خانوادہ عصمت و طہارت (آل محمدؐ) کے خلاف نازیبا کلمات دہراتے ہوں۔
۵۶۔ جو کوئی ہم اہل بیتؑ کا چاہنے والا ہوگا اس کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی ناقابل قبول ہوگی۔
۵۷۔ ناحق اور غلط بیانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کیلئے مقابلہ بازی ہوگی۔
۵۸۔ لوگوں کیلئے سچ بات سننا ناگواری کا باعث ہوگا، اس کے برعکس جھوٹی اور ناحق باتوں کا سن کر انہیں خوشی محسوس ہوگی۔
۵۹۔ پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کی بدزبانی کی وجہ سے اس کا احترام کریگا۔
۶۰۔ حدود الٰہی معطل ہو کر رہ جائیں گی لوگ اپنی ہوا و ہوس کے مطابق عمل کریں گے۔

۶۱۔ مسجدوں کوسونے چاندی سے آراستہ کیا جائے گا۔

۶۲۔ لوگوں کے نزدیک ترین آدمی کا شمار جھوٹے اور فریبی کے طور پر ہوگا۔

۶۳۔ بدکاری کھلے عام ہوا کرے گی اور لوگوں کے عیب تلاش کرنے کی فکر لگی رہی گی۔

۶۴۔ ظلم وستم کھلے عام ہوا کرے گا۔

۶۵۔ لوگوں کی غیبت کرنا بہترین موضوع سخن ہوگا' لوگ ایک دوسرے کو خوش ہو کر سنایا کریں گے۔

۶۶۔ حج اور جہاد دکھاوے کا ہوگا۔ رضائے الٰہی کیلئے نہیں ہوگا۔

۶۷۔ حکمران کافر کو خوش کرنے کیلئے مومن کو ذلیل وخوار کریں گے۔

۶۸۔ تخریب کاری آبادکاری سے زیادہ ہوگی۔

۶۹۔ کم فروشی (ترازو میں ڈنڈی مارنے) سے لوگ اپنی آمدنی میں اضافہ کریں گے۔

۷۰۔ خون ریزی ایک آسان کام ہوگا۔

۷۱۔ نماز کو ہلکا سمجھا جائے گا۔

۷۲۔ ہر فرد دنیاوی جاہ وحشم کی خاطر اقتدار کے پیچھے بھاگے گا۔

۷۳۔ انسان دولت تو خوب جمع کردیگا پر اس کی زکاۃ نکالنے میں شروع سے آخر تک لاپرواہی کرے گا۔

۷۴۔ مردوں کی قبریں کھدوا کر انہیں اذیت دی جائیگی۔

۷۵۔ ہر طرف افراتفری وکھلبلی مچی رہے گی۔

۷۶۔ آدمی اپنی ذات میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اپنا وقت موج مستی

میں گذارے گا اسے کسی کی خبر نہ ہوگی۔

۷۷۔ جانوروں کی نسلوں پر ملاوٹی تجربے ہونگے۔

۷۸۔ انسان جب مسجد میں جائے گا واپسی پر بے لباس ہوگا جو کہ چوری ہو چکا ہوگا؟

۷۹۔ جانور ایک دوسرے کو چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔

۸۰۔ لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے آنکھوں سے مُروّت ختم ہو جائے گی اور وہ یادالٰہی سے غافل ہو جائیں گے۔

۸۱۔ حرام کی کمائی پر کھلے عام رقابت ہوگی۔

۸۲۔ نمازی دکھاوے کی نمازیں پڑھیں گے۔

۸۳۔ مولوی دین وفقہ کی چاہت میں تعلیم نہیں دے گا بلکہ اس میں لالچ شامل حال ہوگی حرام کی کمائی پر تعریف وتوصیف ہوگی۔

۸۴۔ لوگ طاقت ور کے گرد جمع رہیں گے۔

۸۵۔ حلال روزی کمانے والے کی سرزنش کی جائے گی جبکہ حرام کی روزی کمانے والے کی تعریف کی جائے گی۔

۸۶۔ مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں خدا کے ناپسندیدہ کام انجام دیئے جائیں گے کوئی انہیں منع کرنے والا تک نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ان کے کام میں رکاوٹ بنے گا۔

۸۷۔ مکہ ومدینہ میں لہو ولعب اور موسیقی کے آلات کھلم کھلا استعمال ہونگے۔

۸۸۔ مردانِ راہ حق اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریں گے بھی تو لوگ ان کو اس کام سے منع کردیں گے۔

۸۹۔ لوگ ایک دوسرے پر نظر رکھیں گے اور بدکار شخص کی پیروی کریں گے۔

۹۰۔ نیکی شاہراہ بالکل خالی ہوگی اس پر کوئی چلنے والا نہ ہوگا۔

۹۱۔مردہ کامذاق اڑایا جائے گا نہ اس کے لیے کوئی غمگین ہوگا۔

۹۲۔دین محمدیؐ میں ہر سال کوئی نہ کوئی بیہودہ رسم داخل کی جائے گی۔

۹۳۔لوگ سرمایہ داروں کے علاوہ کسی اور کی پیروی نہ کریں گے۔

۹۴۔لوگ غریبوں کا مذاق اڑانے کی غرض سے ان کی مدد کریں گے لیکن خوشنودی الٰہی کی خاطر ان پر رحم نہ کریں گے۔

۹۵۔لوگ آفات و بلیات آسمانی کے نازل ہونے پر کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ کریں گے۔

۹۶۔لوگ جانوروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جنسی فعل انجام دیں گے ڈر کے مارے کوئی انہیں منع نہیں کرے گا۔

۹۷۔انسان غیر خدا کیلئے تو بہت خرچ کرے گا پر خوشنودی خدا کیلئے خرچ کرنے سے بھاگے گا۔

۹۸۔والدین اپنی اولادوں کو عاق کردیں گے پر اولادیں ان کی کوئی پرواہ نہیں کریں گی بلکہ والدین غیروں سے بھی بدتر ہونگے۔

۹۹۔عورتیں سربراہ حکومت ہونگی کوئی کام بھی ان کی مرضی کے بغیر نہ ہوگا۔

۱۰۰۔بیٹا باپ پر جھوٹا الزام لگائے گا' ماں باپ کو برا بھلا کہے گا ان کے مرنے پر خوش ہوگا۔

۱۰۱۔اگر انسان ایسا دن گذارے کہ جس دن اس نے کوئی بڑا گناہ نہ کیا ہو جیسے بدکاری' کم تولنا یا کوئی برا کام انجام نہ دیا ہو تو اس دن وہ افسردہ رہے گا۔

۱۰۲۔زور آور ذخیرہ اندوز روزمرہ کی غذائی اجناس کو اپنے گوداموں میں چھپا لیا کریں گے۔

۱۰۳۔آل محمد کے حق (حق سادات) کو (خمس) ناحق کاموں میں صرف کریں گے (جوئے اور شراب خوری میں خرچ کریں گے)

۱۰۴۔شراب کے ذریعے سے لوگوں کا علاج کیا جائے گا۔بیماروں کی صحت یابی کیلئے شراب تجویز کی جائے گی۔

۱۰۵۔لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر و دین سے لاتعلقی والے کاموں میں بلا فاصلہ ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔

۱۰۶۔منافقوں کی آواز کو اجاگر کیا جائے گا اور حق و انصاف کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔

۱۰۷۔نماز پڑھانے اور اذان دینے کی اجرت لی جائے گی؟

۱۰۸۔مسجد میں ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہونگی جو خوف خدا نہ رکھتے ہونگے اور غیبت گو ہونگے۔

۱۰۹۔شرابخور لوگوں کیلئے پیش نمازی کے فرائض انجام دے گا۔

۱۱۰۔یتیموں کا مال کھانے والے کی تعریفیں ہوا کریں گی۔

۱۱۱۔حاکم عدالتوں میں حکم الٰہی کے برخلاف فیصلہ دیں گے۔

۱۱۲۔گورنر طمع و لالچ میں آکر بے ایمان و خائن شخص کو اپنا خزانچی معین کرے گا۔

۱۱۳۔حکومتی اہلکار میراث کو خوف خدا نہ رکھنے والے افراد کے سپرد کردیں گے۔

۱۱۴۔منبروں پر تقویٰ و پرہیزگاری کا درس تو دیا جائے گا لیکن واعظ خود پرہیزگاری سے نابلد ہوگا۔

۱۱۵۔صدقہ و خیرات دوسروں کے توسط سے دی جائے گی لیکن رضائے الٰہی کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کی سفارش پر۔

۱۱۶۔نماز وقت پر ادا نہیں کی جائے گی بلکہ سستی وکاہلی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔

۱۱۷۔لوگوں کی زندگی کا مقصد شکم سیری اور شہوت پرستی ہوگا۔

۱۱۸۔دنیا ان سے منہ پھیرے گی۔

۱۱۹۔حق کی روشن نشانیاں معدوم ہو جائیں گی۔

یہ وہ علامات ہیں جو ظہور امامؑ سے پہلے وقوع پذیر ہونگی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے کچھ تو لازمی طور واقعی ہونگی اور کچھ غیر حتمی طور پر یہاں پر ان چند علامات کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہیں ظہور امامؑ سے متصل نشانیوں کا نام دیا گیا ہے۔

الف ۔ سال ظہور امام کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ اس کا عدد طاق ہوگا (۱۔۳۔۵۔۷۔۹) وغیرہ اور دن ہفتہ کا اور اسکے علاوہ عاشورہ کا دن ہوگا۔

ب۔ صبح ظہور جب لوگ سو کر اٹھیں گے تو ان کے تکیہ کے نیچے سے ایک پرچی بر آمد ہوگی جس پر لکھا ہوگا۔ ''طاعة معروفة''

ج۔وقت ظہور ایک (فرشتہ) آپؑ کے وجود اقدس پر سایہ کیے ہوئے یہ ندا دے رہا ہوگا'' یہ ہیں امام مہدیؑ خلیفہ اللہ سب لوگ ان کی پیروی کریں۔

د۔ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے تشریف لائیں گے اور وہ امام زمانہؑ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کریں گے۔

ھ۔ جناب جبرئیلؑ دائیں جانب سے اور حضرت میکائیلؑ بائیں جانب سے امام زمانہؑ کو اپنے حصار میں لیے ہوئے چل رہے ہونگے اور حضرت جبرئیلؑ بلند آواز میں (جوش وخروش کے ساتھ) یہ کہہ رہے ہونگے۔ ''البيعة لله''

و۔ سال ظہور میں لوگ غیر معمولی طور پر اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ اس سال باران رحمت چوبیس مرتبہ ہوئی ہوگی۔

امام زمانہ کا اسم مبارک یا انکے القاب کے زبان پر جاری ہوتے ہی احتراماً کھڑے ہو جانا

اسلامی روایات میں ملتا ہے کہ جب بھی امام زمانہ (عج) کا نام خاص طور پر آپ کا لقب مبارک ''القائم'' زبان پر جاری ہو تو احتراماً لازم ہے کہ کھڑے ہو جانا چاہے یہ ہی سیرت ائمہ طاہرین علیہم السلام بھی رہا ہے اگر کسی محفل میں آپؑ کا نام لیا جائے اور تمام اہل محفل کھڑے ہو جائیں لیکن اگر کوئی فرد بغیر کسی عذر و بہانہ کھڑا نہ ہو اس کا یہ عمل آنحضرت کی توہین کے مترادف ہوگا کہ جس کے حرام ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں' اس کا یہ ہی عمل توہین الٰہی کے برابر ہے۔اس کا عملی نمونہ حاضر خدمت ہے حضرت امام جعفر صادقؑ کی کسی مجلس کے دوران چھٹے امامؑ کی زبان پر امام زمانہؑ کا اسم مبارک جاری ہوا تو آپؑ بھی اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

جیسا کہ روایت میں ملتا ہے کہ (ائمہ طاہرین کے مشہور شاعر) جناب دعبل خزاعی نے جب امام زمانہ کی شان میں یہ دو مصرعہ پڑھے:

خُروجُ اِمَامٍ لَا مُحَالَةَ خارِجٌ يَقُومُ علىٰ اِسْمِ اللّٰهِ بِالْبَرَكاتِ

یعنی :

ظہورِ امام زمانہؑ تو برحق ہے   آپ اللہ کا بابرکت نام لے کر قیام فرما

یہ سن کر حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ مستقیماً کھڑے ہو گئے اپنا سر مبارک ذرا خم کیا اور اپنا داہنا ہاتھ سر پر رکھا اور فرمایا :

"اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَه وَ سَهِّلْ مَخْرَجَهُ۔"

بعض نے اس فلسفے کی کچھ اس طرح تشریح کی ہے کہ: ہر محفل میں آپ کے اس مبارک یا القاب ہو لبوں پر آتے ہی مؤمنین احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپؑ کی خدمت میں اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں جس کے جواب میں امام زمانہؑ بھی ان پر اپنی پر لطف نگاہ ڈالتے ہیں منتظرین امامؑ کا یہ عمل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مولاؑ آپؑ جلد ظہور فرمائیں ہم سب آپ کی نصرت کے لیے آمادہ ہیں ہمارا اس طرح کھڑا ہونا خالصتاً آپ کے احترام میں ہے شیعیان و منتظران کا یہ عمل تواتر کے ساتھ گذشتہ و موجودہ نسلوں میں رائج ہے حضرت امام جعفر صادقؑ اس فلسفہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں :

صاحب الامرؑ کی جس کی غیبت کا دورانیہ انتہائی طویل ہوگا وہ اپنے چاہنے والوں کی جانب لطف و محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں ہر عاشق ان کو لقاب القائم سے یاد کرتا ہے جو نشاندہی کرتی ہے بعد قیام آپ کی حکومت الٰہی کی جانب سے جس کے جواب میں امامؑ بھی اس پر اپنی نظر کرم ڈالتے ہیں جواباً ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ احتراماً کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں آپکے جلد ظہور کی دعائیں مانگیں۔

ایک مقام پر آیت اللہ سید محمود طالقانیؒ فرماتے ہیں: احترام امامؑ میں ہمارا اس طرح کھڑے ہونا شاید اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ ساری تربیت عالمی

بیداری و ظہور امام کی تیاری کیلئے مقصود ہو ورنہ ہم میں سے ہر فرد کو اللہ کا نام رسول خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ کا نام آتے ہی کھڑے ہونے کا حکم ہوتا اور کافی حد تک یہ ہی امر کی محکم دلیل بھی ہے۔

یہاں پر ہم ایک اور حقیقت کا احاطہ کرتے چلیں وہ یہ کہ ان تمام مصائب و آلام اور دباؤ کے سبب ملتِ تشیع پر ڈھائے جانے والے مظالم کا آغاز اسلام کی دورِ اوّل کے خائن و ظالم افراد کی حکومت اور اس کے بعد خاندان اُموی کی پلید ذلیل حکومت پھر بنو عباس کے مظالم صلیبی جنگ بعد میں ملتِ اسلامیہ پر مغلوں اور تاتاریوں کی چڑھائی اور آخر میں مغربی اِستعمار کی یلغار جس کا آخری وار امریکی سامراج کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے (اطرافِ عالم میں شعیوں کا قتل عام) ان مذکورہ حملوں کا نشانہ بننے والی قوم کی تو گرد بھی منتشر ہو چکی تھی اگر ہمارے پاس آئمہ طاہرینؑ کی عطیہ کردہ دینی تعلیمات کا خزانہ نہیں ہوتا حکومتِ الٰہی کے قیام کا پیشوا نہ ہوتا' نجات کی آخری اُمید نہ ہوتی۔ جب قرآن پاک قیامت تک باقی رہے گا تو مفسرِ قرآن کیونکر باقی نہ رہے گا اس کے شیدائیوں کو کون مٹا سکے گا۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہوں تمام احکامات الٰہی کا پرچار کریں' اپنے آپ کو ہمیشہ طاقتور تصور کریں گے تو پھر کوئی بھی ہمیں نہیں مٹا سکے گا۔ نام امام پر اپنے ہاتھ کو سر پر رکھنے کا مطلب تو یہ ہی ہے کہ مولا میں نے اپنے وجود کو آپکی خدمت میں تسلیم کیا (جب ہر طرف سے ناامید ہو کر) تسلیم کرنے والے کا پہلا فعل یہ ہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر سر تسلیم خم کر لیتا ہے عربوں کا بھی یہ ہی دستور ہے کہ جب ہر طرف سے ان کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں جب کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا تو وہ اپنے ہاتھ سر پر رکھ لیتے ہیں جیسا کہ

جب جناب زینب کبریٰ علیہا السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کے سینے پر سوار شمر ملعون کو دیکھا تو اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ سر پر مارتے ہوئے اپنی بے بسی لاچاری اور مظلومیت کا اظہار کیا تھا۔ (ماتمِ حسینؑ کی شروعات ہوئی)

یہاں پر بھی جب شیعیان و منتظران امام زمانہؑ اپنے آقا کا نام آتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی بے بسی و لاچاری کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے جلد ظہور کی دعا کرتے ہیں کہ بس اب ہمارا نجات دہندہ و فریاد رس تو وہ آپ ہی ہیں جو ہمیں اس عظیم کرب مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

امام زمانہؑ کا اصل نام لینے سے اجتناب برتنا

دوران غیبت امام زمانہؑ تمام شیعیان و منتظرین امام کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے امام کا اصل نام لینے سے پرہیز کریں بلکہ ان کے القاب کے ذریعے یاد کریں کیونکہ اکثر مشہور محدثین وراویان کے نزدیک آپؑ کا اصل نامِ مبارک کا لینا حرام قرار پایا گیا ہے بعض اس کا شمار گناہان کبیرہ میں کرتے ہیں ائمہ معصومینؑ کی جانب سے بھی بعض روایات میں اس کا اشارہ ملتا ہے کہ جس میں امام زمانہؑ کا اصلی نام لینے سے اجتناب کی سفارش کی گئی ہے اور اس کام کو سختی سے منع کیا گیا ہے جو اس بات کو بخوبی عیاں کرتا ہے یہاں اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کیلئے چند امور کا تذکرہ لازم ہے۔

(۱) علی ابن رئاب روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "صَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ لَا يُسَمِّيهِ بِاِسْمِهِ اِلَّا كَافِرًا۔" صاحب الأمر کا اصل نام کافر کے علاوہ کوئی لے ہی نہیں سکتا۔

(۲) جابر بن یزید کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ عمر نے حضرت امیر المومنین علیؑ سے نام حضرت مہدیؑ کے بارے

میں دریافت کیا اے فرزند ابو طالب مجھے نام مہدیؑ کے بارے میں کچھ بتایئے کہ ان کا اصل نام کیا ہے؟ امامؑ نے جواب دیا: میں اس کا نام تو نہیں بتاؤں گا کیونکہ حبیب خداؐ اور میرے دوست نے مجھ سے اس بات کی تاکید کی ہے کہ اس کے نام کو آشکار نہ کروں یہاں تک کے خود اللہ تعالیٰ اس کو مبعوث نہ کرے اور یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کا علم خداوند کریم سے رسول اللہؐ کے پاس ودیعت فرمایا ہے۔

(۳) صفوان بن مروان نقل کرتا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: مہدیؑ جو کہ آپ کے فرزندوں میں سے ہے وہ کون ہے؟ آپؑ نے جواب دیا:

"اَلْخَامِسُ مِنْ وُلْدِی السَّابِعُ یَغِیبُ عَنْکُمْ شَخْصُهُ وَ لَایَحِلُّ لَکُمْ تَسْمِیَتُهُ۔" (اکمال الدین جلد۲ ص۳۳۱)

وہ تمہارے ساتویں امامؑ کی پانچویں اولاد ہے اس کا وجود مقدس تم سب سے مخفی رکھا جائے گا اور تمہارے لیے اس کا نام لینا جائز نہیں۔

(۴) حضرت امام جعفر صادقؑ اماموں کی تعداد کے بارے میں فرماتے ہیں وہ بارہ فرد آل محمدؐ میں سے ہیں علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی ابن الحسینؑ اور محمد بن علیؑ یہاں تک کہ جو خدا چاہے روای نے عرض کی مولا میری جان آپ پر قربان میرا آپ سے یہی تو سوال ہے کہ اس کا نام جان سکوں امامؑ نے فرمایا: میں اور میرا یہ فرزند (آپ نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظم کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا) اس کی نسل سے وہ پانچواں فرزند ہوگا جو نظروں سے اوجھل ہو جائے گا جس کو اس کے اصل نام سے یاد کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۵) خود امام زمانہؑ نے اپنے اصل نام کا بر سر محفل نام لینے والے کو ملعون کہا ہے "مَلْعُونٌ" مَلْعُونٌ" مَنْ سَمَّانِی فِی مَحفِلٍ مِنَ النَّاس۔"

(مکیال المکارم جلد۲ ص۱۷۰)

کچھ اس طرح بھی آیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا" مَنْ سَمَّانِی فِی مَجْمَعٍ مِنَ النَّاسِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ " جو کوئی بھرے مجمع میں میرا اصل نام لے اس پر خدا کی لعنت اور غضب ہو۔

(۶) حضرت عبد العظیم حسنیؑ امام محمد باقرؑ سے نقل فرماتے ہیں : کہ آپ نے حضرت قائمؑ کے بارے میں فرمایا :

"یُخْفٰی عَلَی النَّاسِ وِلَادَتِهِ وَ یُغِیبُ عَنْهُمْ شَخْصُهُ و تَحْرُمُ تَسْمِیَتُهُ وَ هُوَ سَمِی رَسُولِ اللّٰهِ و کُنْیَتِهِ" اس کی ولادت لوگوں پر مخفی رکھی گئی ہے اس کا وجود لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا گیا ہے۔ اس کا نام زبان پر لانا لوگوں پر حرام ہے وہ ہم نام و ہم کنیت رسول اکرمؐ ہے۔

(۷) ریان بن صلت کہتا ہے :"سُئِلَ الرِّضَاؑ عَنِ الْقَائِمِ، فَقَالَ: لَایُریٰ جِسْمُهُ ، وَلَایُسَمّٰی بِاسْمِهِ۔"

(اکمال الدین جلد۲ ص۵۵۳)

حضرت امام رضاؑ سے حضرت قائمؑ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: (جسم اس کا دیکھا نہ جائے نام اس کا لیا نہ جائے) اس کا جسم دیکھا نہ جائے، نام اس کا زبان پہ نہ آئے۔

(۸) ابو ہاشم جعفری کہتا ہے : میں نے امام علی نقیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ :

"اَلْخَلَفُ مِنْ بَعْدِی الْحَسَنُ ابْنِیْ فَکَیْفَ لَکُمْ بِالْخَلفِ مِنْ بَعْدِالْخَلَفِ؟ قُلْتُ: وَلِمَ جَعَلَنِی اللّٰه فِدَاکَ؟ قَالَ: لِأَنَّکُمْ لَاتَرَوْنَ شَخْصَهُ وَلَایَحِلُّ لَکُمْ ذِکْرُهُ بِأَسْمِهِ قُلْتُ: فَکَیْفَ نَذْکُرُهُ؟ فَقَالَ: قُولُوا: اَلْحُجَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍصَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَامُهُ!

(اکمال الدین جلد۲ص ۵۵۳)

میرے بعد میرا جانشین تو حسن ہے پر اس کے جانشین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

میں نے کہا قربان جاؤں مولا وہ کس لیے؟

مولا نے جواباً کہا: وہ اس لیے کہ نہ تو اسے کسی نہ دیکھا ہے اور نہ کسی کو اس کا نام لینے کی اجازت ہے۔ اس پر میں نے پوچھا: تو پھر انہیں کیسے یاد کیا جائے؟ آپؑ نے فرمایا: کہو کہ وہ حجت آل محمدؐ ہے کہ جس پر اللہ کا درود و سلام ہو۔

حضرت امام علی بن محمد النقیؑ امام زمانہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "لَا یَحِلُّ ذِکْرُهُ بِاْسمِ حَتّیٰ یَخْرُجَ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطاً وَعَدْلاً کَمَامُلِئَتْ ظُلْماًوَجَوْرَا" حضرت قائمؑ کو ان کے نام سے یاد کرنا جائز نہیں یہاں تک کے ان کو قیام کا حکم نہ مل جائے اور وہ اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں جبکہ ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم ہو رہا ہوگا۔

(۱۰) ایک شخص نے محمد بن عثمانؒ سے پوچھا: کیا آپ نے جانشین حضرت امام حسن عسکریؑ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم پھر دوبارہ پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ جواباً انہوں نے یہ کہا:

"فَالْاِسْمُ مَحرَم" عَلَیْکُمْ اَنْ تَسْأَلُوْاعَنْ ذٰلِکَ مِنْ عِنْدِی فَلَیْسَ

لِی اَنْ اُحَلِّلَ وَ لَا اُحَرِّمَ وَلَکِنْ عَنْهُ فَاِنَّ اَلْاَمْرَعِنْدَالسُّلْطَانِ اَبَا مُحَمَّدَ مَضیٰ وَلَمْ یَخْلُفْ وَلَداً (اِلیٰ اَنْ قَال) وَاِذَاوَقَعَ الْأُسْمَ وَقَعَ الطَّلَبَ فَاتَّقُوْاللّٰهَ وَامُسِکُوْاعَنْ ذٰلِکَ۔

اس کا نام لینا یا ان کا نام پوچھنا تمہارے لیے حرام ہے یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں اپنی طرف سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دوں بلکہ میں نے تو یہ حکمِ امامؑ سنایا ہے کیونکہ یہ امام زمانہؑ کا حکم ہے امام حسن عسکریؑ تو اس دنیا سے جا چکے اور انہوں نے کوئی فرزند بھی نہ چھوڑا۔ آپؑ گویا ہوئے: جس وقت حضرت مہدیؑ کا نام لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہی ہے کہ ان کے دشمنوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس کام سے پرہیز کرتے ہوئے اسے نظر انداز کرنا چاہیے؟

(۱۱) حضرت امام محمد باقرؑ ابو خالد کابلی نے ایک مرتبہ سوال کیا مولا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے امام زمانہؑ کا نام بتائیں تا کہ میں انہیں ان کے نام سے پہچانوں آپ نے جواباً فرمایا: اے ابو خالد خدا کی قسم تم مجھ سے ایک تکلیف دہ سوال کر رہے ہو ایک ایسے موضوع کا سوال کر رہے ہو کہ جس کا جواب آج تک کسی کو نہیں ملا تو تم کو کیسے ملے گا۔ اگر دشمنوں کو فرزندان فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے بارے میں معلوم ہو جائے تو وہ انکے فرزند (حضرت مہدیؑ) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے۔

(۱۲) اس ضمن میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث ملتی ہے

"وَاشْهَدُ عَلیٰ رَجُلٍ مِنْ وُلْدِ الْحَسَنِ لَا یُسَمّٰی وَ لَا یُکْنیٰ حَتّیٰ یُظْهِرَ اَمْرَهُ فَیَمْلَأَهَا عَدْلاً کَما مُلِئَتْ جَوْراً اَنَّهُ الْقَائِمُ بِأَمْرِ الْحَسَنِ بْنِ

علیؑ۔"

میں گواہی دیتا ہوں ایک مرد جو فرزندان امام حسن عسکریؑ میں سے ہوگا جس کا نام اور کنیت کسی کی زبان پر نہیں آئے گی یہاں تک کہ اس کا ظہور نہ ہو جائے جو ظاہر ہونے پر اس زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دیگا جبکہ یہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی وہی جانشین حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرائض انجام دیگا۔

البتہ یہاں پر ایک بات کا تذکرہ انتہائی ضروری ہے وہ یہ کہ اگر امامؑ زمانہ کا نام وکنیت کو برسر عام زبان پر لانے کی ممانعت تھی تو اس فلسفہ کا اطلاق زمانہ غیبت صغریٰ تک محدود رہنا چاہیئے تھا اور اس کی وجہ بھی امام زمانہؑ کی جان کی سلامتی سے مربوط تھی کیونکہ خلفائے بنوعباس اور ان کے خونخوار درندے فرزند عسکریؑ کو اپنے لیے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی جو آپؑ کی جان کے درپے تھے جبکہ غیبت کبریٰ اور موجودہ زمانہ میں اس تقیہ اور ڈر و خوف کی کوئی بھی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ اب تو کسی کو امام زمانہؑ کی جائے سکونت تک کا علم نہیں ہے اور وہ ان کی پہنچ سے دور ہیں جبکہ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ امام مہدیؑ آئیں گے، مصلح عالم آئیں گے، نجات دہندہ آئیں گے، چنانچہ یہاں پر ہم اس نکتہ کی مزید وضاحت کی خاطر مکیال المکارم نامی کتاب سے مأخوذ بعض علمائے کرام و مجتہدین عظام کی آراء سے مستفید ہوتے ہیں۔

(۱) بعض علماء آپؑ کا نام مبارک زبان پر لانے کو جائز سمجھتے ہیں مگر یہ کہ تقیہ کی حالت میں نہیں۔ مثال کے طور پر علامہ شیخ حرِ عاملیؒ جنہوں نے اپنی کتاب وسائل الشیعہ میں باب نمبر ۳۳ امر بالمعروف میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۲) بعض علمائے کرام عمومی طور پر آپؑ کا نام لینے کو حرام قرار دیتے ہیں مگر یہ کہ ان دعاؤں میں جو ائمہ معصومین کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں جیسے اسماعیل بن احمد عقیلی طبرسی جنہوں نے اپنی کتاب کفایہ الموحدین میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(۳) بعض علماء آپؑ کا نام لینے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ بعض مقامات پر مکروہ جیسے شیخ محقق انصاریؒ۔

(۴) کچھ نے آپؑ کا نام صرف بعض مخصوص محافل میں لینے کو حرام قرار دیا ہے جیسے سید محقق دانشمند متفق نوریؒ کے داماد۔

(۵) کچھ علمائے حرمت کو زمانہ غیبت صغریٰ تک مخصوص محدود کیا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ (حضرت مہدیؑ) کا نام مبارک لیا جا سکتا ہے جب آپؑ کے لیے کسی بھی قسم کے تقیہ و خوف کا اندیشہ نہ ہو، جیسا کہ عالم تشیع کے ایک بزرگ عالم دین علی بن عیسیٰ اردبلی نے نام لینے کے حق میں فتویٰ جاری کیا ہے صاحب کتاب کشف الغمہ۔ فتویٰ میں کچھ یوں لکھا ہے: اگر تقیہ کی رو سے تلفظ نام سے مہدیؑ کی ممانعت تو درست ہے پر عام حالات (لیکن آج کل کے دور میں) نام لینے میں کوئی حرج نہیں (واللہ اعلم)

مناسب یہ ہی ہے کہ مجالس و محافل میں احتیاط کے طور پر آپؑ کا نام لینے سے اجتناب برتا جائے اور آپ کے القاب مبارک سے یاد کیا جائے تاکہ شرعی ذمہ داریوں سے بچا جا سکے یہ عمل بھی امام زمانہؑ کی تعلیمات کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ روش معمول رہی ہے ائمہ معصومینؑ کے پیروکاروں میں امامؑ زمانہ کی ہمہ گیر شخصیت کا احاطہ کرتے ہوئے مرحوم مرزا حسن طبرسیؒ نے اپنی کتاب نجم الثاقب میں حالات امام زمانہؑ سے متعلق موضوع پر تقریباً آپؑ کو ایک سو اسّی (۱۸۰) نام و

القاب کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ایک کتاب (اسمائے مبارکہ حضرت مہدیؑ) میں تین سو دس اسماء والقاب ذکر کیا ہے ان اسماء والقاب کا اشارہ ہمیں بارھویں امام کی زیارت میں بھی ملتا ہے۔ لہٰذا یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اپنے امامؑ کے ان اسماء و القابات سے آشنائی حاصل کریں اور جہاں تک ہو سکے ان کے اصل نام کو زبان پر لانے سے اجتناب کریں۔

حضرتِ ولی عصر (عج) کے القاب سے متعلق معلومات

(الف) مہدی :

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: آنحضرت کو مہدیؑ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے کھوئے ہوئے مقام کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: قائم آل محمدؑ کو مہدیؑ اس لیے کہتے ہیں کہ وہؑ لوگوں کو ایسے امور کی نشاندہی کریں گے جو امور ان کی نظروں سے آج تک پوشیدہ تھے۔ آپ ہی (اصل تورات) اور دوسرے انبیائے کرامؑ کے اصلی صحف ہای آسمانی کو ان کے مخفی ٹھکانوں سے نکال کر لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔

(ب) قائم :

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: آنحضرتؑ کو قائم و قیام کنندہ کہتے ہیں وہ اس لیے کہ وہ لوگوں کی طرف بھلا دیئے جانے کے بعد قیام فرمائیں گے۔

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں: کیونکہ وہؑ حق کے لیے قیام کرے گا۔ اور امام محمد تقیؑ لفظ قائم کی وجہ تسمیہ کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ ہی وہ ہستی ہے جو امامت کو فراموش کر دینے کے بعد اور

امامت سے روگرادنی کرنے کے بعد دوبارہ اس کی شناخت کرائیں گے۔

(ج) منتظر:

حضرت امام محمد بن علی الجواد سے روایت ہے کہ آپ کو منتظر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کی غیبت کا عرصہ اتنا طویل ہوگا کہ آپ کے مخلصین شیعہ زمانہ کی طوالت (طولانی غیبت) کے باوجود آپ کا انتظار کریں گے یہاں تک کہ لوگوں کی اکثریت گومگوں کی کیفیت سے دوچار ہو کر آپ کی منکر ہو جائے گی۔ اسی طرح جعفر بن ابی دلف کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد رضا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: بعد از حسن بن علیؑ کا فرزند جو حق کو قائم کرے گا وہی منتظر خلائق ہوگا۔

میں نے پوچھا اے فرزند رسول خدا انہیں منتظر کیوں کہا جائے گا؟ امامؑ نے جواب دیا: وہ اس لیے کہ اس کی غیبت کا زمانہ انتہائی طویل ہوگا اس کے چاہنے والے منتظرین اس کے ظہور کا انتظار کریں گے' اہل تردید اس کا انکار کریں گے' جاہل اس کی یاد کا مذاق اڑائیں گے' وقت گذاری کرنے والے جھوٹے بن جائیں گے جلد بازوں کے لیے ہلاکت ہوگی اور جو اس کے اطاعت گذار ہونگے وہ نجات پائیں گے۔

(د) حجت اللہ:

بعض روایات اور دعاؤں میں امام زمانہؑ کو حجت یا حجت اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اس کی وجہ مختلف ہے ان میں سے ایک وجہ ہے کیونکہ خداوند کریم آنحضرتؐ کے توسط سے اپنے بندوں پر اتمام حجت کرے گا اور ان کے ہر سوال و

شبہات کا جواب دے گا کہ اب حق سے انکار اور سرتابی کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے گا۔

بعض روایات میں ملتا ہے کہ امام زمانہ حجت اللہ ہیں کیونکہ آپ ہی کے وسیلہ سے تمام خلائق پر حکومت الٰہی قائم ہوگی۔

(ج) صاحب الأمر:

امام مہدی (ع) کو صاحب الأمر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ آپؑ ایسے پیشوا و رہبر ہیں جس کی خود خداوند کریم نے اپنے تمام بندوں کو ان کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔" (سورہ نساء آیہ ۵۹)

اے وہ لوگ جو ایمان لائے خدا اور اس کے رسول اور صاحبان اُمر کی اطاعت کریں۔

معتبر روایات اور تفاسیر میں ملتا ہے کہ اولی الأمر سے مراد خاندان پیغمبر اسلامؐ کے ائمہ معصومینؑ ہیں کہ جس کا پہلا فرد حضرت علی بن ابی طالبؑ اور آخرین فرد حجۃ ابن الحسن العسکریؑ ہیں۔

(و) خلف صالح:

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: خلف صالح میرے فرزندوں میں سے ایک ہے وہ ہی اس امت کا مہدی ہے اس کا نام (م، ح، م، د) ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم ہے آخری زمانہ میں قیام کرے گا۔

حدیث لوح صدیقہ طاہرہ میں اس سلسلے میں ملتا ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے بعد سلسلہ امامت کو ان کے فرزند پر مکمل ہوگا۔ وہی ہستی تمام عالمین کے لیے رحمت ثابت ہوگی۔ اسی کو صفوت آدمؑ، رفعت ادریسؑ، سکینۂ نوحؑ، حِلم ابراہیمؑ، شدت وصلابت موسیٰؑ قدر ومنزلت عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ کا کمال حاصل ہوگا۔

(ز) بقیۃ اللہ:

آنحضرتؑ کو اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب آپؑ ظہور فرمائیں گے تو آپؑ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے ہوئے آپ کی زبان مبارک سے پہلی آیت جو جاری ہوگی وہ یہ ہوگی "بَقِیَّۃُ اللّٰہِ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ج" (سورہ ھود آیہ ۸۶)

اگر تم مومن ہو تو بقیۃ اللہ تمہارے لیے ہر چیز سے بہتر ہے۔

پھر آپؑ فرمائیں گے: میں ہوں بقیۃ اللہ اور حجتِ الٰہی اور خلیفۃ اللہ تمہارے لیے آج کے بعد جو کوئی آنحضرت کو سلام کرے تو وہ اس طرح کہے اس کی عبارت کچھ یوں ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا بَقِیَّۃُ اللّٰہِ فِی اَرۡضِہٖ" یہ عبارت اپنے اندر بڑی گہرائی سموئے ہوئے ہے اس میں ایک طرف آپ کی عظیم شخصیت کو اُجاگر کیا گیا ہے تو تیسری جانب آپ کو اس ہستی کی یادگار کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو مسجود ملائکہ ہے کائنات کی ہر شئی اس کے سامنے سجدہ ریز ہے اور اس کی تقدیس میں مصروف ہے۔

(ح) منتقم :

جملہ القابات مہدیؑ میں سے ایک لقب المنتقم ہے۔ اس کی علامت کچھ یوں

بیان کی گئی ہے: پیغمبر اسلامؐ کا فرمان عالیشان ہے: اوصاف مہدی آل محمد (عج) میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ تمام ستمگروں سے مظلموں کا انتقام لیں گے۔ اس کے علاوہ خود امامؑ نے بھی احمد بن اسحاق کے نام لکھا تھا کہ میں دشمنان خدا سے خود انتقام لوں گا' اس طرح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی شناخت کا موجب ایک لقب المنتقم بھی ہے۔

(ط) وارث :

ائمہ طاہرین کی زبانی بعض دعاؤں میں حضرت مہدیؑ وارث کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے اور غدیر خم کے موقع پر بھی حضور اکرمؐ نے اپنے خطبہ میں آپ کی شان میں کچھ یوں فرمایا تھا: میرے اس آخری فرزند کو کہ جسے تمام انبیاء او اوصیاء ما سبق کے علوم وکمالات و مقام ومنزلت حاصل ہوگی یا یوں سمجھو کہ تمام انبیاء کرام کے علوم کے وارث آپ ہی ہونگے۔

(ظ) موعود:

آپ کے مشہور ترین ناموں سے ایک نام جو کہ تقریباً تمام سابقہ ادیان سماوی میں بھی اس کا تذکرہ ہوتا آیا ہے وہ ہے "موعود" حضرت امام سجاد علیہ السلام تفسیر آیت "وما توعدون" کے ضمن میں اس تسمیت پر کچھ یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

قیام قائم آل محمد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ خداوند کریم نے انبیائے ما سبق کو آپ کے ظہور کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ لہٰذا آپ کی زیارت میں ہم یہ ہی پڑھتے ہیں سلام وہ اس مہدی موعود پر جس کے ظہور کا خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے اور جس کے وسیلے سے تمام لوگوں کے درمیان وحدت وہمبستگی پیدا ہوگی۔

(ک) خاتم الأوصیاء:

آپ کے القاب میں سے ایک لقب "خاتم الأوصیاء" ہے کیونکہ آپ وصی پیغمبر اکرمؐ اور سلسلہ امامت کے آخری فرزند ہیں جو اپنے ظہور کے بعد سراسر جہاں میں عدل اسلامی کی حقیقی اسلامی حکومت قائم کریں گے اس کے علاوہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے ایک خادم نے خو کو گہوارہ امامؑ کے نزدیک کیا اور آگے بڑھ کر چاہا کہ آپؑ کے چہرۂ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوں۔ آپؑ نے گہوارہ کے اندر ہی سے مجھ سے پوچھا کہ: میں کون ہوں؟ میں نے عرض کی: آپ مہدیؑ فرزند امام حسن عسکریؑ ہیں۔ حضرت حجتؑ نے فرمایا: میں نے تو اس بات کا ارادہ نہیں کیا تھا' یہ تو سب کو معلوم ہے میں نے کہا: آقا جان مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہے۔ حضرت ولی عصرؑ نے خود ہی ان الفاظ میں اپنا تعارف کروایا: اَنَا خَاتَمَ الْاَوْصِیاءُ بی یَدْفَعِ اللّٰہ البَلاءِ عَنْ اَھْلی وَ شِیعَتی۔"

(نجم الثاقب میرزا محمد حسن طبرسی نوری (دہ) ص ۶۹)

میں ہی فخر انبیاء' خاتم الاوصیاء ہوں میری ہی برکت سے خداوند کریم ہر قسم کی بلاؤں سے میرے گھر والوں میرے دوستوں اور میرے شیعوں سے محفوظ رکھے گا۔

داعی :

آپ کی زیارات میں سے ایک زیارت میں آپ کو "داعیاً اللّٰہ" کے ذریعے سے یاد کیا گیا ہے "اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا دَاعِیَ اللّٰہ۔"

(نجم الثاقب میرزا محمد حسن طبرسی نوری (دہ) ص ۷۳، ۷۴)

آپ کو اس نام سے یاد کرنے کی وجہ تسمیہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ خداوند کریم کی جانب سے اس بات پر مأمور ہیں کہ خلق خدا کو اللہ کی پرستش کی جانب دعوت دیں یہاں تک کہ کوئی فرد بھی اس سے محروم نہ رہ جائے اور سارے جہاں میں دین الٰہی پھیلا ہوا ہو' دین الٰہی کے سوا کسی بھی دین کا وجود باقی نہ رہے۔

(م) نور آل محمدؐ:

آنحضرتؑ کے القاب میں سے ایک لقب نور آل محمدؐ بھی ہے جس کی جڑیں قرآن سے جاملتی ہیں گو کے امام زمانہؑ کے نام براہ راست قرآن میں نہیں ہے پر ان سے مربوط تفاسیر و روایات میں متعدد مقامات میں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے ان آیات میں امام زمانہؑ سے مربوط اعمال اور ان کی خصوصیات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت: " وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ" اللہ خود اپنے نور کو کامل کرے گا' یا پھر یہ آیت "اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا" زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی' یا "یھدی اللہ لنورہ من یشاء" اللہ جس کی چاہے اپنے نور سے ہدایت کرے۔ مفسرین نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس سے مراد قائم آل محمد ان کے ظہور اور آپؑ کے ارشادات کو قرار دیا ہے۔

(ن) مامول :

مأمول جس کے معنی ہیں اُمیدوں کا مرکز' وہ ہستی جس سے لوگ اُمیدیں وابستہ کر لیتے ہیں' آنکھیں جس کے انتظار میں تھک جاتی ہیں یہ لقب بھی ان دیگر القاب میں سے ایک ہے ساری دنیا اس نجات دھندہ ہستی کے انتظار میں ہے تا کہ

اس دنیا میں پائی جانے والی تمام بدبختیوں سے نجات حاصل ہو سکے اور ہر طرف عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ لقب ماٗمول اسی جانب اشارہ کرتا ہے جیسا کہ بعض زیارات مثلاً زیارت آل یاسین میں آیا ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْاِمَامُ الْمَاْمُوْنُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْمُقَدَّمُ الْمَاْمُوْلُ۔" (مفاتیح الجنان شیخ قمی)

سلام ہو تم پر اے امام امین سلام تو تم پر اے سارے جہاں پر مقدم کہ یہ ساری مخلوقات تیری آرزو میں جی رہی ہیں۔

(ف) اباصالح:

آپ کے القابوں میں سے ایک لقب اباصالح بھی ہے ان کو اس لقب سے یاد کرنا کیوں ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے اکثر لوگ آپ کو اباصالح کے نام سے یاد کرتے ہیں کچھ لوگ شاید یہ پوچھیں کہ آیا آپ کے فرزندوں میں سے کسی کا نام صالح ہے جو لوگ آپ کو اباصالح کے نام سے یاد کرتے ہیں؟ یا کوئی اور وجہ ہے جو ہمیں معلوم نہیں لفظ اب عربی لغت میں باپ کے معنی میں آتا ہے اس لیے بعض لوگ حروف ترکیبی کے لحاظ سے اباصالح کے معنی صالح کا باپ عبارت کے مفہوم کے اعتبار سے تو یہ درست ہے اس شبہ کی دوری کیلئے بعض مؤمنین نے اظہار خیال کی طور پر آپؑ خاندانی زندگی کی تناظر میں آپ اپنے فرزند صالح کی وجہ سے اباصالح کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں لیکن اس قسم کے جوابات تلاش کرنا ذرا مشکل ہے اور ان دلائل کو ٹھوس قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (امام زمانہ کی زندگی کے شب و روز' مصروفیات' ازدواجی زندگی' ذریت وغیرہ) یہ ایک ایسا معمہ ہے جس پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے صد فیصد (100%) یقین سے کوئی نہیں کہہ سکتا بس روایات و

قرائن کا سہارا باقی ہے۔ (واللہ اعلم)

آیئے (اباصالح) کی مزید تشریح کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ القاب وکنیت جو نام کے ساتھ اس ہستی کے وجود سے بھی مطابقت رکھتی ہیں مثلاً پیغمبر اسلامؐ کا ایک لقب صادق وامین ہے جو واقعاً صادق بھی تھے اور امانت دار بھی تھے حضرت علیؑ کو ابوالحسن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی حسنؑ کا باپ جو ایک حقیقت بھی ہے لیکن عربی زبان میں لغوی طور پر اُمّ یا ابو کے معنی ماں' باپ کے ہونا ضروری نہیں کبھی کبھی ان کا حقیقت سے کوئی تعلق تک نہیں ہوتا۔ جیسے ابوالفضل' ابوتراب' ام القریٰ' الفساد۔ حضرت عباسؑ کو ابوالفضل کہتے ہیں حالانکہ ان کے کسی بیٹے کا نام فضل نہیں تھا' حضرت علیؑ کو ابوتراب کہتے ہیں جس کے معنی تو تراب کا بیٹا ہونا چاہے تھا۔ تو کیا حضرت علیؑ کے کسی بیٹے کا نام تراب تھا (نہیں)' ام القریٰ مکہ کی سرزمین کو کہتے ہیں کیا مکہ مکرمہ کی کوئی بیٹا ہے جب بیٹا نہیں تو پھر ماں بھی نہیں' ام الفساد' ظاہر ہے فساد کی کوئی ماں تو نہیں ہوتی تو پھر معنی کے اعتبار سے ام الفساد کو۔ فساد کی جڑ سمجھا جائے گا فساد کی ماں نہیں یہ چند مثالیں تھیں جو پیش کی گئیں۔

کن موقعوں پر ہم امام زمانہؑ کو ابا صالح کہہ کر پکارتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہم اپنے پروردگار سے دعا و مغفرت، راز و نیاز کر رہے ہوتے ہیں تو اپنے خدا کو ان ہی صفات سے یاد کر رہے ہوتے ہیں جو دعائیں ہمارے لبوں پر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور جب مغفرت طلب کرتے ہیں تو یا غفار کہتے ہیں، جب حلال روزی کی طلب ہوتی ہے تو یا رزاق کہتے ہیں اور جب راہ حق میں ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کرتے ہیں تو یا مقلب القلوب و الابصار کہہ کر پکارتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ رب العزت سے دعائیں مانگنے کے اوقات مخصوص ہیں اس کے طریقے بتائے گئے ہیں جو رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرین کی تعلیمات کے ذریعے ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک صبح کی دعا شام کی دعا آخر ماہ کی دعا اول ماہ کی دعا غرض یہ کہ کوئی گوشہ چھوٹا نہیں ہے جہاں تک امام زمانہ (ع) کی کنیت ابوصالح کے بارے میں سوال ہے کہ انہیں اس کنیت سے کہاں اور کس وقت یاد کیا جائے۔ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ " اذا ضَلَلْتَ فِی الطَّرِیقِ فَنادیا "صالِح" و "یااَبَاصَالِح

ارشدنا اِلَی الطَّرِیقِ رَحِمَکُم اللّٰہ۔"

اگر آپ دشت و صحرا و بیابان میں راستا بھٹک جائیں اور کوئی حل نظر نہ آئے تو یا ابا صالح میری مدد کو پہنچیے اور مجھے راہ دکھائیے خدا آپ پر اپنی رحمت نازل کرے اسی بنیاد پر ہمارے علمائے ربانی مؤمنین و پیروکاران امام زمانہؑ ان روحانی اجتماعات میں یہ ہی دعا مانگتے ہیں اور فریاد کر رہے ہوتے ہیں کہ اے امام زمانہؑ اے ابوصالح اے مولا صاحب الزمان اس وقت ہم لوگ ظلمت و تاریکی اور گمراہی فتنہ و فساد قتل و غارت گری کے صحراؤں میں گھر چکے ہیں نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی ہے آپ ہی ہماری مدد کیجئے۔

حالانکہ خداوند کریم تو امام زمانہؑ سے زیادہ مہربان و طاقت والا ہے، لیکن چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلیفۃ اللہ فی الأرض حجت خداوندی جیسے القاب سے نوازا گیا ہے اس لیے راہ بھٹکنے اور بے یار و مددگار اور حیرانگی کی صورت میں آپ ہی کو اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد و راہنمائی کیلئے آپ ہی کو مقرر کیا گیا ہے ایمان کی اعلیٰ ترین منزل کو پانے کیلئے آپ کی مدد ایسی ہی ہے جیسے اللہ کی مدد۔

دعائے توفیق کا پڑھنا اور شناخت امام زمانہؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ کا صحابی زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس جوان کو (امام زمانہؑ) قیامت سے پہلے ایک (طولانی غیبت) طویل عرصہ جو حکم ظہور پر اختتام پذیر ہوگا۔

میں نے پوچھا: مولا وہ کیوں؟ حضرت نے جواب دیا یہ وہی منتظر ہے جو

اس دنیا میں پائی جانے والی تمام بدبختیوں سے نجات حاصل ہو سکے اور ہر طرف عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ لقب ماٗمول اسی جانب اشارہ کرتا ہے جیسا کہ بعض زیارات مثلاً زیارت آل یاسین میں آیا ہے: " اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالْاِمَامُ الْمَأمُوْنُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالْمُقَدَّمُ الْمَأمُوْلُ۔" (مفاتیح الجنان شیخ قمی)

سلام ہو تم پر اے امام امین سلام تو تم پر اے سارے جہاں پر مقدم کہ یہ ساری مخلوقات تیری آرزو میں جی رہی ہیں۔

(ف) اباصالح:

آپ کے القابوں میں سے ایک لقب اباصالح بھی ہے ان کو اس لقب سے یاد کرنا کیوں ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے اکثر لوگ آپ کو اباصالح کے نام سے یاد کرتے ہیں کچھ لوگ شاید یہ پوچھیں کہ آیا آپ کے فرزندوں میں سے کسی کا نام صالح ہے جو لوگ آپ کو اباصالح کے نام سے یاد کرتے ہیں؟ یا کوئی اور وجہ ہے جو ہمیں معلوم نہیں لفظ اب عربی لغت میں باپ کے معنی میں آتا ہے اس لیے بعض لوگ حروف ترکیبی کے لحاظ سے اباصالح کے معنی صالح کا باپ عبارت کے مفہوم کے اعتبار سے تو یہ درست ہے اس شبہ کی دوری کیلئے بعض مؤمنین نے اظہار خیال کی طور پر آپؑ خاندانی زندگی کی تناظر میں آپ اپنے فرزند صالح کی وجہ سے اباصالح کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں لیکن اس قسم کے جوابات تلاش کرنا ذرا مشکل ہے اور ان دلائل کو ٹھوس قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (امام زمانہ کی زندگی کے شب وروز' مصروفیات' ازدواجی زندگی' ذریت وغیرہ) یہ ایک ایسا معمہ ہے جس پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے صد فیصد (100%) یقین سے کوئی نہیں کہہ سکتا بس روایات و

قرائن کا سہارا باقی ہے۔ (واللہ اعلم)

آیئے (اباصالح) کی مزید تشریح کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ القاب وکنیت جو نام کے ساتھ اس ہستی کے وجود سے بھی مطابقت رکھتی ہیں مثلاً پیغمبر اسلامؐ کا ایک لقب صادق وامین ہے جو واقعاً صادق بھی تھے اور امانت دار بھی تھے حضرت علیؑ کو ابوالحسن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی حسنؑ کا باپ جو ایک حقیقت بھی ہے لیکن عربی زبان میں لغوی طور پر اُمّ یا ابو کے معنی ماں' باپ کے ہونا ضروری نہیں کبھی کبھی ان کا حقیقت سے کوئی تعلق تک نہیں ہوتا۔ جیسے ابوالفضل' ابوتراب' ام القریٰ' الفساد۔ حضرت عباسؑ کو ابوالفضل کہتے ہیں حالانکہ ان کے کسی بیٹے کا نام فضل نہیں تھا' حضرت علیؑ کو ابوتراب کہتے ہیں جس کے معنی تو تراب کا بیٹا ہونا چاہے تھا۔ تو کیا حضرت علیؑ کے کسی بیٹے کا نام تراب تھا (نہیں)' ام القریٰ مکہ کی سرزمین کو کہتے ہیں کیا مکہ مکرمہ کی کوئی بیٹا ہے جب بیٹا نہیں تو پھر ماں بھی نہیں' ام الفساد' ظاہر ہے فساد کی کوئی ماں تو نہیں ہوتی تو پھر معنی کے اعتبار سے ام الفساد کو۔ فساد کی جڑ سمجھا جائے گا فساد کی ماں نہیں یہ چند مثالیں تھیں جو پیش کی گئیں۔

کن موقعوں پر ہم امام زمانہؑ کو ابا صالح کہہ کر پکارتے ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہم اپنے پروردگار سے دعا و مغفرت، راز و نیاز کررہے ہوتے ہیں تو اپنے خدا کو ان ہی صفات سے یاد کررہے ہوتے ہیں جو دعائیں ہمارے لبوں پر ہوتی ہیں۔ مثال کے طور جب مغفرت طلب کرتے ہیں تو یا غفار کہتے ہیں، جب حلال روزی کی طلب ہوتی ہے تو یا رزاق کہتے ہیں اور جب راہ حق میں ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کرتے ہیں تو یا مقلب القلوب و الابصار کہہ کر پکارتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ رب العزت سے دعائیں مانگنے کے اوقات مخصوص ہیں اس کے طریقے بتائے گئے ہیں جو رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرین کی تعلیمات کے ذریعے ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک صبح کی دعا شام کی دعا آخر ماہ کی دعا اول ماہ کی دعا غرض یہ کہ کوئی گوشہ چھوٹا نہیں ہے جہاں تک امام زمانہ (ع) کی کنیت ابوصالح کے بارے میں سوال ہے کہ انہیں اس کنیت سے کہاں اور کس وقت یاد کیا جائے۔ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اذاضَلَلْتَ فِی الطَّرِیقِ فَنادیا "صالِح" و "یااَبَاصَالح

ارشدنا اِلٰی الطَّرِیقِ رَحَمَکُم اللّٰہ۔"

اگر آپ دشت و صحرا و بیابان میں راستا بھٹک جائیں اور کوئی حل نظر نہ آئے تو یا ابا صالح میری مدد کو پہنچئے اور مجھے راہ دکھائیے خدا آپ پر اپنی رحمت نازل کرے اسی بنیاد پر ہمارے علمائے ربانی مؤمنین و پیروکاران امام زمانہؑ ان روحانی اجتماعات میں یہ ہی دعا مانگتے ہیں اور فریاد کررہے ہوتے ہیں کہ اے امام زمانہؑ اے ابوصالح اے مولا صاحب الزمان اس وقت ہم لوگ ظلمت و تاریکی اور گمراہی فتنہ و فساد قتل و غارت گری کے صحراؤں میں گھر چکے ہیں نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آرہی ہے آپ ہی ہماری مدد کیجئے۔

حالانکہ خداوند کریم تو امام زمانہؑ سے زیادہ مہربان و طاقت والا ہے، لیکن چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلیفۃ اللہ فی الأرض حجت خداوندی جیسے القاب سے نوازا گیا ہے اس لیے راہ بھٹکنے اور بے یار و مددگار اور حیرانگی کی صورت میں آپ ہی کو اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد و راہنمائی کیلئے آپ ہی کو مقرر کیا گیا ہے ایمان کی اعلیٰ ترین منزل کو پانے کیلئے آپ کی مدد ایسی ہی ہے جیسے اللہ کی مدد۔

دعائے توفیق کا پڑھنا اور شناخت امام زمانہؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ کا صحابی زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس جوان کو (امام زمانہؑ) قیامت سے پہلے ایک (طولانی غیبت) طویل عرصہ جو حکم ظہور پر اختتام پذیر ہوگا۔

میں نے پوچھا: مولا وہ کیوں؟ حضرت نے جواب دیا یہ وہی منتظر ہے جو

مرکز شکوک وشبہاتِ خلائق ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ آئے گا ابھی اس کی ولادت ہی نہیں ہوئی کوئی کہتا ہے کہ جب اس کا باپ فوت ہوا تو اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو کوئی کہتا ہے کہ جب وہ شکم مادر میں تھا تو اس کا باپ فوت ہوا تھا تو کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کی ولادت کے دو سال بعد اس کا باپ فوت ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا شیعوں سے یہ بھی امتحان مقصود ہے۔ اے زرارہ جب ایسے وقت میں اس قسم کے شکوک وشبہات جنم لینے لگیں تو اس دعا کو پڑھتے رہا کرو تا کہ ثابت قدم رہو۔

اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَّمْ تُعَرِّفْنِیْ نَفْسَکَ لَمْ اَعْرِفْ نَبِیَّکَ، اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَّمْ تُعَرِّفْنِیْ رَسُوْلَکَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَکَ اَللّٰھُمَّ عَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ فَاِنَّکَ اِنْ لَّمْ تُعَرِّفْنِیْ حُجَّتَکَ ضَلَلْتُ عَنْ دِیْنِیْ۔"

"یا اللہ! تُو مجھے اپنے نفس کی معرفت عطا فرما، اس لیے کہ اگر مجھے تیری معرفت حاصل نہ ہوئی تو پھر تیرے نبی ﷺ کی معرفت بھی حاصل نہ کرسکوں گا۔

یا اللہ تُو مجھے اپنے رسول ﷺ کی معرفت عطا فرما، اس لیے کہ اگر مجھے تیرے رسول ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہوسکی تو میں تیری حجت علیہ السلام (امام قائم) کی معرفت بھی حاصل نہ کرسکوں گا۔

یا اللہ! تُو مجھے اپنی حجت کی معرفت عطا فرما، اس لئے کہ اگر مجھے تیری حجت کی معرفت حاصل نہ ہوئی تو میں اپنے ذہن سے گمراہ ہوجاؤں گا۔

امام زمانہ علیہ السلام کو دوست رکھنا

امام زمانہؑ کی ہستی سے منسوب شیعیان ومنتظران کی ایک اہم فرائض

میں سے ایک فریضہ ان کی محبت کا حصول ہے۔ جو ہم کو انؑ تک پہنچانے کا ایک ذریعہ بھی ہوسکتا ہے اور اس محبت کی تاکید تو خداوند کریم کی جانب سے بھی کی گئی ہے کیونکہ محمد وآل محمد کی جانب سے پیش کی جانے والی قربانیوں کے مقابلہ میں ہماری جانب سے ان سے اظہار محبت وعقیدت تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں لہٰذا وہ تو ہیں ہی لائق محبت جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔"

(سورہ شوریٰ آیہ ۲۳)

اے محمدؐ ان سے کہہ دو کہ میں تم سے اجر رسالت کے سلسلے میں کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔

ائمہ طاہرینؑ سے دوستی تو ایمان کا حصہ ہے خدا کے نزدیک ہمارے اعمال کی قبولیت کا دارومدار بھی اسی محبت سے ہے، یہ ہی دین کی بنیاد ہے بلکہ دین کی ہم پلہ ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: "ھَلُ الدِّین اِلَّا الحُب؟" کیا دین دوستی کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟

حضرت مہدیؑ صاحب الزمان سے دوستی اور ان کی ولایت ومحبت کو قبول کرنا انسانیت کو اُوج کمال تک پہنچا سکتا ہے جو کہ اس کے لیے دنیا وآخرت میں رحمت الٰہی کا ذریعہ بھی ہے پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں کہ اگر سارے لوگ محبت علی اور ولایت علیؑ پر متفق ہوجاتے تو خدا کبھی جہنم کو خلق نہ کرتا۔ حضرت امام علیؑ ایسی دوستی کو تو انسانی عقل کا آدھا حصہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں "اَلتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ۔" (نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۲)

محمد آل محمدؐ سے دوستی کرنے والا آدھی عقل کا مالک ہوگیا۔ شیعیان ومنتظران

امام زمانہؑ کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ باطنی طور پر اپنے ائمہ طاہرین سے اپنے اور اپنے افراد خانہ سے زیادہ عشق والہانہ محبت کرتے ہوئے اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جس کا کھلا ثبوت ایام غم میں ان کی مجالس میں اور ایام خوشی میں محافل ومیلاد میں ان کی شرکت ہے۔ (اگرچہ اپنے گھر میں کوئی غم ہوا ہو)

محبت اہل بیتؑ تو ایک نسخہ کیمیا ہے جو خداوند کریم کی جانب سے ہمیں عطیہ کے طور پر ملا ہے یہ ہر کسی کے نصیب میں نہیں۔ یاد رہے کہ اس کا حصول اتنا آسان نہیں یہ تو بہت بڑی کاوشوں اور جدوجہد کے بعد ملتا ہے۔ تقویٰ الٰہی گناہوں سے پرہیز آئمہ طاہرین کے پسندیدہ اعمال کو اپنانے اور ان کے ناپسندیدہ اعمال سے اجتناب کے ذریعے ہی یہ ممکن ہے گفتار و کردار میں اگر مطابقت نہ ہو تو یہ دوستی نہ کہلائے گی بلکہ صرف دعویٰ کہا جائے گا۔ شاید اسی لیے امام زمانہؑ اس بارے میں فرماتے ہیں :

"فَالْيَعْمَلْ كُلُّ امْرِءٍ مِنكُمْ بِمَايَقْرُبُ بِهِ مَنْ مُحَبَّتِنَا۔"

تم میں سے ہر ایک اپنے کردار و گفتار کے لحاظ سے اپنے اعمال کو ایسے انجام دے جو ہماری دوستی کا موجب بنے' وہ اعمال جو ہماری تکلیف کا باعث بنیں ان سے دُوری اختیار کرے۔

بیشک امام زمانہؑ سے دوستی دنیا و آخرت دونوں کیلئے ہماری کامیابی خوشنودی ائمہ طاہرینؑ اور لطف وکرم الٰہی کا موجب قرار پاتی ہے۔

مولائے متقیان حضرت علیؑ اہل بیتؑ کی خصوصیات کے بارے میں یوں فرماتے ہیں :

"نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَمَعَادِنُ الْعِلْمِ' وَيَنَابِيعُ الْحُكْمِ ، نَاصِرُنَاوَمُحِبُّنَايَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ، وَعَدُوُّنَاوَمُبْغِضُنَايَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ۔"

"ہماری جڑیں رسالت کے سرسبز و شاداب درخت سے جا ملتی ہیں مقام رسالت و عرش الٰہی کے درمیان ہونے والی ملائکہ کی آمد و رفت کا مرکز ہیں ہم حکمت الٰہی اور علم کے چشموں سے پھوٹنے والی روشنی ہیں۔ ہمارے چاہنے والے دوست واجبات رحمت الٰہی کے زیر سایہ ہیں جبکہ ہمارے کینہ پرور دشمن اپنے منطقی انجام اور لعنت خداوندی کے سزاوار ہیں۔" مولا ایک اور مقام پر پیروی آئمہ اور دوستی سے متعلق فرماتے ہیں: "پیغمبر اسلامؐ سے دوستی کرنے والا اور پیغمبروں سے نزدیک اور عقلمند ترین شخص وہ ہے جو اپنے رب کا اطاعت گذار ہو چاہے اس کے عزیز و رشتہ دار اس سے دور ہی کیوں نہ بھاگیں اور محمدؐ کا دشمن وہ شخص ہے جو اپنے رب کا نافرمان ہو چاہے اس کے عزیز و اقارب اس سے کتنا ہی قریب کیوں نہ ہوں۔"

ابوسعید خدری کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جس کسی کو قسمت سے ہمارے خاندان اہل بیت کی محبت عطا ہوئی ہو گویا اس نے دنیا و آخرت کی فلاح پالی" بیشک وہ اہل بہشت میں سے ہوگا۔ دوستی اہل بیت کے بیس فائدے ہیں دس تو اس دنیا ہی میں حاصل ہونگے اور باقی دس آخرت میں۔

دنیاوی فوائد یہ ہیں: تقویٰ و پرہیزگاری' علم کی جستجو' دینی امور میں احتیاط پسندی' عبادت کی طرف رغبت' موت سے پہلے توبہ' نماز شب کی عادت' لوگوں

سے نا امیدی اور امر الٰہی کی اطاعت' دنیا سے بیزاری اور سخاوت۔

اور اُخراوی فوائد یہ ہیں: اس کے نامہ اعمال کو عیاں نہیں کیا جائے گا یعنی اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی گیا ہو تو اہل محشر کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے گی۔ اس کے لیے عمل کا ترازو نصب نہیں ہوگا۔ نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا آتش جہنم سے آزادی کا پروانہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔ اس کا چہرہ سفید ہوگا۔ بہشتی لباس اس کو پہنایا جائے گا۔ وہ سو اشخاص کی شفاعت کا ضامن بن سکے گا۔ رحمت خداوندی اس کا مقدر ہوگی۔ بہشتی تاج اس کے سر پر رکھا جائے گا اور بغیر حساب کتاب وارد بہشت ہوگا کتنے خوش نصیب ہونگے یہ خاندان نبوت کے چاہنے والے۔

محبت اہل بیتؑ کے قدر و قیمت کا اندازہ لگانا ناممکن ہے اسے اجر رسالت کا نام بھی دیا جا سکتا ہے محبّ اہل بیتؑ کے وسیلے سے مرکز خلائق قرار پا سکتا ہے۔ حارث بن رعود کہتا ہے ایک دن میں ظہر کے وقت خدمت امیر المؤمنین حضرت علیؑ میں پہنچا۔ حضرت نے سوال کیا یہاں کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی مولا: آپ کی محبت مجھے ادھر کھینچ لائی جو میں یہاں حاضر ہوا' اس پر مولا نے کہا کہ اگر واقعی یہ صورتحال ہے تو تم مجھے ان تین مقامات پر آمادہ پاؤ گے۔ (۱) ایک وہ وقت جب جانکنی کی حالت میں تمہارے حلق تک پہنچ چکی ہوگی۔ (۲) پل صراط کے پاس (۳) حوض کوثر کے کنارے۔

چنانچہ مذکورہ بالا حدیث سے صاف واضح ہے کہ دوستی اہل بیتؑ دنیا کی سختیوں سے رہائی اور آخرت کی شفاعت کا موجب بنتی ہے اور یہ عمل ایک خاص اہمیت کا حامل ہے خاص طور پر اس وقت جب مرنے کے بعد ہر انسان سے قبر میں

سوال کیا جائے گا۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"لَاتَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ : عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ، وَ عَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ، وَ عَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ کَسَبَہٗ وَ فِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ حُبِّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔" (خصال شیخ صدوق جلد ۱ ص ۲۳۱)

"روز قیامت ہر کسی کو ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی اجازت نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ ان چار سوالوں کا جواب دے۔ (۱) اپنی زندگی کیوں کر فنا کی (۲) جوانی میں کونسا راستہ اختیار کیا (۳) مال و زر کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا (۴) اور ہم اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں سوال ہوگا۔" اس کے علاوہ حضور اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ شب معراج خداوند کریم نے وحی کے ذریعے یہ بھی فرمایا اے محمدؐ میرے بندوں میں سے ہر ایک بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ بے حال ہو جائے اور موت کے قریب جا پہنچے لیکن اگر اس کے دل میں ولایت و محبت اہل بیتؑ نہیں وہ جہنم میں جائے گا۔ یہاں تک کے خداوند کریم چہاردہ معصومینؑ کے انوار مقدسہ کی طرف الگ الگ اشارہ کیا جب نوبت آخری حجتؑ تک پہنچی تو ارشاد ہوا یہ قائمؑ ہے اس سے محبت کرو کیونکہ میں اسے اور اس کے چاہنے والوں کو دوست رکھتا ہوں علی ابن حسن سائح کہتا ہے: میں نے حضرت امام حسن عسکریؑ سے سنا انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے یہاں تک کہ روایت حضرت علی بن ابی طالبؑ تک پہنچتی ہے پھر حضرت علیؑ سے پیغمبر اسلامؐ تک۔ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں: اے علیؑ تم سے محبت نہیں کرے گا مگر وہ کہ جس کی ولادت پاک ہوگی اور اے علی تم سے بغض و کینہ وہی رکھے گا جس کی ولادت ناپاک ہوگی تیری ولایت کو قبول نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے دشمنی نہیں کرے گا مگر کافر۔

اس پر عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو گئے اور پوچھا اے رسول خدا اپنی زندگی میں تو آپ نے یہ نشانیاں بتلا دیں آپ کے بعد لوگ بظاہر تو زبانی طور پر اسلام کے دعوے دار ہوں گے لیکن باطنی طور پر علیؑ سے بغض رکھیں گے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اے عبداللہ بن مسعود میرے بعد علیؑ میرے جانشین اور تمہارے امام ہوں گے ان کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ اسی طرح آخری حجت حضرت قائم آل محمد امام زمانہ (عج) وہی میرا قائمؑ ہوگا جو اس دنیا کو عدل و انصاف فراہم کرے گا۔ جبکہ وہ ظلم و زیادتی سے پر ہو چکی ہوگی۔ پاک ولادت والے اس کو مانیں گے اور ناپاک ولادت والے اس سے دشمنی رکھیں گے۔ جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا اور جس نے میرا انکار کیا گویا اس نے خدا کا انکار کیا۔

اے ابن مسعود ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں کوئی گرہ ہو اور شک وشبہ کے بناء پر تم کافر ہو جاؤ، خدا کی قسم میں علیؑ اور فرزندان علیؑ کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور فرمایا۔

"اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالی خُلَفَائی وَاَئِمَّۃَ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ، وَعَادِ مَنْ عَادَاھُمْ، مَنْ نَصَرَھُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا تَخْلُ الْاَرْضَ مِنْ قَائِمٍ مِنْھُمْ بِحُجَّتِکَ ظَاھِراً اَوْ خَافِیاً مَغْمُوْراً، لِئَلَّا یَنْطُلَ دِیْنُکَ وَحُجَّتُکَ وَبَیِّنَاتُکَ۔" (اکمال الدین جلد اص ۲۹۳)

اے اللہ تو میرے بعد میرے خلفاء و ائمہ کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں

سے دشمنی رکھ ان کے دوستوں کی نصرت فرما ان کے بدخواہوں کو ذلیل و رسوا فرما۔ اس دنیا کو ان میں سے آخری حجت قائمؑ آل محمد کو استقامت و پائیداری عطا فرما جو کہ تیری حجت بھی ہے اس دنیا کو اس کے وجود سے خالی نہ رکھنا۔ وہی تیرے دین حق کا محافظ ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب قیامت برپا ہوگی خداوند کریم (مالک) جہنم کے داروغہ کو حکم دیں گے کہ جہنم کی آگ کو خوب دھکاؤ۔ (رضوان) بہشت کے داروغہ کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔

حکم دیں گے کہ بہشت کو خوب آراستہ کرو پھر میکائیل سے فرمائیں گے اے میکائیلؑ پل صراط کا رُخ جہنم کی جانب موڑ دو اور جناب جبرائیلؑ سے فرمائیں گے کہ میزان عدل کو عرش کے نیچے نصب کر دو۔ اس کے بعد خداوند کریم پیغمبر اکرم سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو حساب کتاب کے لیے تیار کرو پھر خدا فرشتوں کو حکم دے گا کہ پل صراط پر مزید سات پل اور نصب کرو جس میں سے ہر پل کی لمبائی پچیس ہزار میل کے قریب ہے اور ہر پل پر ستّر ہزار فرشتے تعینات کیے جائیں تا کہ وہ ولایت امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے متعلق سوال کریں۔ جو صحیح جواب دے گا برق رفتاری سے پلک جھپکتے ہی پل پر سے گزر جائے گا اور جو ناکام رہے گا اوندھے منہ جہنم میں جا گرے گا۔ چاہے اس کے نیک اعمال ستّر ہزاروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح ابو بصیر حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کرتے ہیں امام فرماتے ہیں۔ آیا میں تمہیں ایک ایسی چیز سے متعلق خبر دوں کہ خداوند کریم اپنے

بندوں کے اعمال اس کے وسیلہ کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔

میں نے عرض کی اے میرے سردار فرمائیے۔ تاکہ ہم بھی جانیں کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی وحدانیت کی گواہی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی اور حکم خدا کے مطابق محمدؐ وآل محمدؐ سے دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی، پرہیزگاری، دینی امور کی بجا آوری کی کوشش اور صبر واستقامت کے ساتھ امام زمانہ کے ظہور کا انتظار۔

حضرت امام علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ اپنے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ۔ اگر کوئی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اپنے خداوند متعال سے ملاقات کرے جبکہ وہ کامل الایمان بھی ہو اور اس کا دین بھی سلامت ہو۔ تو اسے چاہیے کہ ولایت حجتؑ صاحب الزمان کا اقرار کرے۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جو اندھیروں میں روشنی کی علامت ہیں، ہدایت و پرہیزگاری کی نشانیاں ہیں جو کوئی ان کو دوست رکھے ان کی ولایت کا اقرار کرے میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ خداوند کریم اسے بہشت میں داخل کرے گا۔ پیغمبر اسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ میں چار قسم کے لوگوں کی قیامت کے روز شفاعت کروں گا۔ ایک وہ جو میرے اہل بیت کی نصرت و مدد کرے انتہائی مشکل حالات میں ان کے ساتھ ہمدردی کرے، اپنے دل وزبان سے انہیں دوست رکھے اور ایک وہ جو دل وجان سے ان کا دفاع کرے۔ آگے بڑھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اَثْبَتُکُمْ قَدَماً عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَیْتِی۔"

(بحار الانوار جلد ۸ ص ۶۹)

جن افراد کے دل میرے اہلبیتؑ کی محبت سے سرشار ہوں گے وہی ثابت

قدمی سے پل صراط پر سے گزر جائیں گے۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

"حُبِّی وَحُبُّ اَهْلِ بَیْتِی نَافِعٌ" فِی سَبْعَةِ مَوَاطِنِ اَهْوَالُهُنَّ عَظِمَةٌ۔"

مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت ان سات موقعوں پر کام آئے گی جن کی ہولناکیوں کا قصور کر کے ہی خوف آتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(1) جانکنی کے موقع پر۔ (2) قبر کی (وحشت) قبر کے موقع پر۔
(3) قبر سے نکلنے کے موقع پر۔ (4) نامہ اعمال کی وصولی کے موقع پر۔
(5) حساب کتاب کے موقع پر۔ (6) میزان عمل کے موقع پر۔
(7) پل صراط سے گزرنے کے موقع پر۔

شیعیان ومنتظران ائمہ معصومین وامام زمانہؑ کو چاہیئے کہ وہ ان ہستیوں سے دل کی گہرائیوں سے محبت کریں کہیں ایسے گروہ میں شامل نہ ہو جائیں جو بظاہر تو ان سے دوستی کا دم بھرتا ہے لیکن باطن میں ان کے دشمنوں جیسے کردار کا مالک ہو جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔

مولا نے پوچھا یہ کس گروہ سے ہے؟ جواباً وہ شخص خود گویا ہوا مولا میں آپ کے چاہنے والوں اور جانثاروں میں سے ہوں جواباً مولا نے اس سے کہا۔ خداوند کریم ایسے بندہ کو دوست نہیں رکھتا جب تک کہ وہ خود اس کی طرف مائل نہ ہو۔ جب چاہت میں سچائی خلوص اور فرمانبرداری ہوگی تب ہی وہ اس بندے پر جنت واجب قرار دے گا۔ مولا نے اس شخص سے دوبارہ سوال کیا کہ تم ہمارے

دوستوں کے کس گروہ میں سے ہو؟ وہ شخص خاموش رہا اس پر سُدیر نامی شخص نے سوال کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی دوستی کے دعوے دار افراد کی کتنی قسمیں ہیں؟

مولا نے فرمایا۔ ''تین قسمیں ہیں۔''

(1) ایک وہ گروہ جو بظاہر تو ہم سے دوستی جتاتے ہیں لیکن باطنی طور پر وہ ہمیں دوست نہیں رکھتے۔ یہ نچلے درجہ کے دوست ہیں یہ لوگ درباری خوشامدی ہیں ان کا ہاتھ ہمارے سر پر ہے تو ان کی تلوار ہماری گردن پر۔ (یعنی بے اعتبار)

(2) دوسرا گروہ وہ ہے جو باطنی طور پر ہم سے محبت کرتا ہے پر ظاہری طور پر نہیں۔ اپنی جان کی قسم اگر یہ لوگوں باطنی طور پر بھی سچی محبت کرنے والے ہوتے تو بھلے سے وہ ظاہر نہ بھی کرتے تب بھی یہ لوگ نماز گزار، روزے داروں میں ہوتے اور ان کی عبادت کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہوتے، ان کا شمار نرم مزاج میں ہوتا ہے۔

(3) تیسرا گروہ وہ ہے جو ظاہر و باطن دونوں طریقوں سے ہم سے دل و جان سے محبت کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے صاف وشفاف پانی پیا ہے۔ قرآنی رموز سے آگہی حاصل کی ہے۔ یہی لوگ اوّل درجہ پر فائز ہیں یہی لوگ دنیا جہان کے مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے ہیں کبھی کبھی تو اپنے ہی خون میں غلطاں کردیئے جاتے ہیں۔ گو کہ اسے لوگوں کی تعداد برائے نام ہے پر خداوند کریم کے نزدیک ان کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے۔ انہی کی برکت سے بیماروں کو شفا نصیب ہوتی ہے، خوشکسالی میں بارش ہوتی ہے۔ انہی کی برکت سے تمہاری مدد ہوتی ہے۔ مولا کے اس جواب پر آنے والے اس شخص نے عرض کی کہ مولا میں اس

گروہ میں سے ہوں جو ظاہراً و باطناً آپ کا جانثار ہے۔

مولا نے پھر عرض کیا۔ ظاہری اور باطنی طور پر ہمارے چاہنے والوں کی مخصوص نشانیاں ہیں جو ان کی خاص پہچان ہے۔ اس شخص نے پوچھا مولا وہ کون سی نشانیاں ہیں؟ مولا نے جواب دیا۔ سب سے پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی واحدانیت کا ادراک کرتے ہوئے اس پر پورا یقین رکھتے ہیں، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ان کا پکا یقین ہوتا ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں تیسرے وہ ایمان فہمی میں درجہ کمال کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کا فرمان عالیشان ہے کہ: ''اللہ کو دوست رکھو کہ اس نے تمہارے لیے بے حساب نعمتیں فراہم کیں۔

مجھے دوست رکھو اللہ کی دوستی کی خاطر اور میرے اہل بیتؑ کو دوست رکھو میری دوستی کی خاطر۔''

حضرت امام موسیٰؑ ابن جعفرؑ نے دوست داران آئمہ طاہرینؑ و امام زمانہ (عج) کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا۔

''طُوبیٰ لِشِیعَتِنَا الْمُتَمَسِّکِینَ بِحَبْلِنَا فِی غَیبَةِ قَائِمِنا، الثَّابِتِینَ عَلیٰ مُوالاتِنَا وَالبراءَ ةِمِن أعْدَائِنا، اوُلٰئِکَ مِنَّا وَ نَحْنُ مِنْهُمْ، قَدْ رَضُوبِنَا ائِمةً وَرَضِینَا بِهِمْ شِیْعَةً، فَطُوبیٰ لَهُمْ، ثُمَّ طُوبیٰ لَهُمْ، وَهُم وَللّهِ مَعَنافِی دَرَجاتِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔'' (اکمال الدین جلد۲ ص۲۴)

ہمارے شیعوں پر خوشیوں کی بارش ہو کہ وہ ہمارے قائمؑ کی غیبت میں ہوتے ہوئے بھی ہم سے متمسک رہے، ہم سے اپنے رشتے استوار رکھے۔ ہم سے دوستی اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری میں ثابت قدم رہے، وہ ہم سے ہیں اور ہم

بھی ان سے ہیں۔

انہوں نے ہمیں اپنا امام مانا ہے تو ہم انہیں اپنا شیعہ (قبول کرتے ہیں) مانتے ہیں۔ انہیں خوشیاں نصیب ہوں خدا کی قسم وہ لوگ قیامت کے دن ہمارے برابر میں مکین ہونگے۔

محمد و آل محمد سے دوستی رکھنے کی اہمیت ومقام کا تو کیا کہنا ائمہ طاہرین کی جانب سے ملنے والی روایات واحادیث سے ملتا ہے کہ ایسی مقدس ہستیوں کو چاہنے والا شخص دنیا و آخرت دونوں مقامات پر سر بلند وسرفراز ہوگا۔ خداوند کریم کے نزدیک ایسے لوگوں کا مقام شہیدانِ راہ حق کے برابر ہوگا۔ بطور دلیل حدیث پیغمبر اکرمؐ حاضر خدمت ہے:۔

"جو کوئی آل محمد کی محبت میں مرا وہ رتبہ شہادت کو پہنچا۔ آگاہ ہو جاؤ اگر کوئی محبت آل محمدؐ کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو وہ نجات یافتہ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کے جو کوئی محبت آل محمدؐ کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگا سب سے پہلے موت کا فرشتہ اسے جنت کی بشارت دیگا اسکے بعد قبر میں منکر ونکیر سے بہشت کی بشارت دیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو کوئی محبت آل محمدؐ کے ساتھ اس دنیا سے جائے گا وہ اپنے ایمان کامل کے ساتھ مرا اور اسے فرشتے جنت میں ایسے لے کر جائیں گے جیسے نو بیاہتا دلہن کو عزت واحترام کے ساتھ اسکے سسرال لے جایا جاتا ہے، اسکی قبر میں دو دروازے جن کا رخ جنت کی طرف ہوگا کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسکی قبر کو زیارت گاہ ملائکہ وفرشتگان قرار دیتا ہے اسکے علاوہ وہ سنت رسول کی پیروی کرتے ہوئے پرچم اسلام کے سائے تلے جنت میں داخل ہوگا۔

اسی طرح جو کوئی عداوت ودشمنی آل محمدؐ میں مرے گا قیامت کے روز جب وہ محشر میں داخل ہوگا تو اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا (یہ رحمت خداوندی سے محروم شخص ہے) اور وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوگا (جنت کی خشبو نہیں سونگھ سکے گا)۔

امام زمانہؑ کے عاشقین ودوستداران، ائمہ طاہرین کی دعاؤں کے حقدار ٹھہریں گے اور یہ ایک بہت بڑی سعادت یافتہ لوگوں کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:۔

"خدایا تو محبان محمد و آل محمدؐ پر صبح وشام اپنی رحمت اور درود وسلام بھیج جنہوں نے تیرے رسول کی دل وجان سے پیروی کی انکی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامے رکھا ولایت علی و آل علیؑ سے متمسک ہوگئے، انکی امامت کو تسلیم کیا، انکی اطاعت گزاری میں کوشاں رہے اور حکومت الہیٰ کے انتظار میں ایسی حکومت کے خواب سجائے ہوئے اس دنیا سے رخصت گئے۔ اسکے بعد دوبارہ پروردگار سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

اے میرے اللہ تو درود وسلام بھیج ان پر اور انکی ارواح پر انکے تقویٰ کی بنیاد پر انکے کاموں میں آسانی فرما۔ انکی حالت زار کو بہتر فرما انکی توبہ کو قبول فرما کہ تو ہی سب سے بڑا بخشنے والا ہے۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں انکے ساتھ دارالسلام (بہشت جو کہ امن وسلامتی کی جگہ ہے) قرار دے اے مہربانوں کے مہربان)۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اس بھاری ذمہ داری (امام زمانہؑ سے سچی محبت) کو نبھانے میں ہماری مدد فرمائے۔ اور ہمیں انکے حقیقی دوستوں میں قرار

دے جیسا کہ پچھلی سطور میں گذارشات امام جعفر صادقؑ کے ضمن میں اس درجہ کے گروہ میں سے قرار دے (3) (جو ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی امامؑ سے دوستی کا دم بھرتے ہیں) اور ہماری اس دوستی کے واسطے سے ہمارے دنیاوی امور کو آسان فرمادے اور مرنے کے بعد آخرت کے امور بھی آسان فرمادے اور ہمیں محمدؐ اور آل محمدؐ کے ساتھ محشور فرما۔ اور ہم میں انکی یہ محبت دن بدن پروان چڑھتی ہے ہر چند کہ ہم لاکھ کوششوں کے باوجود کما حقہ انکے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں لیکن پھر بھی ذات الٰہی سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلے میں ضرور ہماری مدد کرے گا اور اپنے بے پایاں لطف و کرم کے ذریعے ہمیں ائمہ معصومینؑ کی محبت میں ثابت قدم رکھے گا۔ آمین یارب العالمین۔

ظہورِ قائم آل محمد کی تیاری اور اسکے لیے ساز گار ماحول کی فراہمی

غیبت امام زمانہ (ع) کے دوران مومنین و منتظرین کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے سلسلے میں مطلوب وسائل کی فراہمی میں اپنا کردار ادا کریں تا کہ ایک انتہائی منظم و معیاری معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔ ایک ایسا معاشرہ جو ہر شعبہ کے ماہرین پر مشتمل ہو خاص طور پر مراجع عظام کی رہنمائی شامل حال ہو۔ جو اپنی تبلیغات کے ذریعے دشمنوں کی سازشوں کو بے نقاب کریں۔ مثال کے طور پر اگر ابھی اعلان ہو جائے کہ امامؑ ایک گھنٹہ بعد ظہور فرمائیں گے تو اس وقت ہماری کیا حالت ہوگی۔ یقیناً ہر طرف افراتفری کا ماحول ہوگا اور کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہ ہو پائے گا اب جب کہ ابھی بھی تھوڑا سا وقت باقی ہے تو ہم سب کو مل کر اپنے امام کا شایان شان طریقہ سے استقبال کرنا چاہیے۔ جسکے لیے مکمل منصوبہ بندی کی ضرورت ہے بغیر تیاری کے ظہور امامؑ کی تمنا بے معنی ہے۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ ہی ایک ایسا موثر ذریعہ ہے جس کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ امام کا محبّ و شیدائی

ہونے کے ناطے ہمیں اپنے طرز زندگی میں تبدیلی لانا ہوگی یعنی مذہبی، ثقافتی، معاشرتی، سیاسی، دفاعی اور اقتصادی شعبوں پر توجہ دینا ہوگی۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم گوشہ نشینی اختیار کرلیں اور تارک الدنیا ہو کر صرف ذکر الٰہی میں ہی مصروف رہیں اگر سب ہی یہ روش اپنالیں تو بھی حکومت الٰہی کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی۔ قیام کا مقصد ہی معاشرہ کی اصلاح کرنا ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ لوگ مذہبی عقائد سے ناآشنا ہوں لیکن فکری لحاظ سے ان میں حکومت الٰہی اور اسکی ترجیحات کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔

دنیا کی ہر تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ پہلے سے اسکی منصوبہ بندی نہ کی گئی ہو۔ اسکی کامیابی کیلئے عوامی حمایت درکار ہوتی ہے۔ ذہنوں کو تبدیل کیا جاتا ہے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام آئے یہاں تک کے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام بھی آئے لیکن وہ اس دنیا کو برائیوں سے پاک نہ کرسکے شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اس کام کیلئے ماحول سازی کیلئے منصوبہ بندی اور لوگوں میں ذہنی بالیدگی نہ ہو۔ اسکی بہترین مثال خود ہمارے حضورؐ پاک کا زمانہ ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو عرب کا معاشرہ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپؐ نے سب سے پہلے ماحول سازی کیلئے زمین ہموار کی اپنے کردار کو مثال بنا کر لوگوں کے ذہنوں کو تبدیل کیا پھر ان کا اعتماد حاصل کیا جب حالات سازگار ہو گئے تب نئے دین کی تبلیغ یا (اعلان) کا آغاز کیا۔ اب دیکھیں کہ مولائے متقیان حضرت علیؑ میں کیا کمی تھی علم میں، طاقت میں زہد و تقویٰ میں تمام قدرت کے باوجود اُن کے دور میں بدی کی جڑوں کو نہ مٹایا (اُکھاڑا) جاسکا، حکومت الٰہی کا عالمی قیام نہ کیا جاسکا۔ آخر کیا وجہ تھی؟ یہ ہی کہ کچھ افراد نے دنیاوی ترغیبات سے مرعوب ہو کر نامساعد حالات

پیدا کردیئے تھے اور مطلوبہ ماحول سازگار نہ تھا۔ لہٰذا قائم آل محمد (عج) کی حکومت الٰہی کے قیام کو اس کلیہ قائدے؟ سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا اسکے لیے بھی وہی مطلوبہ وسائل فراہم کرنا ہوں گے۔ یہ بات سب کے ذہن میں رہے کہ امامؑ کی یہ انقلاب تحریک کوئی سطحی تحریک نہ ہوگی بلکہ یہ ایک انتہائی گہری اور سارے جہان پر محیط کثیر الجہات مقاصد تحریک ہوگی جسکا مقصد پوری دنیا سے برائی کی جڑوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اُکھاڑ پھینکنا ہے، تاکہ پوری انسانیت توحید کے پرچم تلے سکون کی زندگی گذار سکے۔ جو نچوڑ ہوآدم سے لیکر خاتم النبیینؐ اور خاتمؑ سے لیکر وقت ظہور تک کی تاریخی حکمرانی کی مثال واضح رہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ اسکے لیے وہی مطلوبہ وسائل کا مہیا کرنا ضروری ہوگا۔ ظاہر ہے ایسے عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے کامیابی سے ہمکنار کرانے میں معاونت کریں (مددگار ثابت ہوں)۔ جو اس سنگین بار کو اپنے کاندھوں پر اُٹھانے کی سکت رکھتے ہوں۔ کیونکہ یہ ایک انفرادی انقلاب تو ہے نہیں بلکہ یہ تو ایک عالمی انقلاب ہے جسکی کامیابی کیلئے عوامی طاقت کی ضرورت ہے۔ اس لیے جب تک انفرادی و اجتماعی تیاری نہ ہوگی قیام امامؑ دور کی بات ہے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنا۔ معاشرتی مسائل سے عدم دلچسپی جیسے عذر ناقابل قبول ہیں ایسے کاموں سے اجتناب برتا جائے جو انسان کو فساد و پستی کے گڑھے میں دھکیل دیں جسکا نتیجہ پورے معاشرے کی تباہی کی صورت میں ظاہر ہو۔ یہ ہی اعمال تاخیر ظہور امام کا موجب ہیں۔ خود امام زمانہؑ اس سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"فَما یَحْبِسُنا عَنْهُمْ اِلّا مایَتَّصِلُ بِنامِمّانُكْرِهُهُ وَلا نُؤثِرُهُ مِنْهُمْ۔"

جو پردہ (رکاوٹ) ہمارے اور ہمارے شیعوں کے درمیان حائل ہے وہ انکی

طرف سے سرزد ہونے والے ناپسندیدہ اعمال کی خبریں جو ہم تک پہنچتی رہتی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں۔ ایک اور مقام پر حضرت اپنے ظہور میں تاخیر کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:۔

اگر ہمارے شیعہ (خدا انہیں اطاعت کی توفیق بخشے) اس عہد (وعدے) کی پاسداری کرتے جو انہوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ہے اور وہ آپس میں یک جان ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں ہماری ملاقات نصیب نہ ہو اس میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔ امام زمانہؑ زمانہ غیبت میں لوگوں کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

تم میں سے ہر فرد اس طرح اپنی ذمہ داریاں انجام دے کہ جو اسے ہمارے نزدیک تر لاسکیں اسے اَدھورا نہ کرے جو ہماری تکلیف کا سبب بنیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ ظہور قائمؑ کے سلسلے میں ماحول سازی سے متعلق تیاریوں کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"لَیُعِدَّنَّ اَحَدُکُمْ لِخُرُوجِ الْقَائِمِ وَلَوْسَهْماً فَاِنَّ اللّٰه تعالیٰ اِذَا عَلِمَ ذٰلِکَ مِنْ نِیَّتِهِ رَجَوْتَ لِاَنْ ینسِئَ فی عُمُرِهِ:۔ تم میں سے ہر شخص خروج قائمؑ کی خاطر چاہے ایک تیر ہی کیوں نہ مہیا کرے خداوند کریم اسکی نیت کی سچائی کو دیکھتے ہوئے اسکی عمر طولانی (دراز) کردے گا۔

شیخ کلینی مرحوم ایک اور روایت از حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے نقل فرماتے ہیں:۔ "من ارتبط دابته متو قعا به امرنا و یغیظ به عدونا وهو منوب الینا ادر الله رزقه، وشرح هندره وبلغه امله و کان عونا علی حوائجه"۔

ہر کوئی جو ایک گھوڑا ہی کیوں نہ ہو اسے ہماری نصرت کیلئے مخصوص کردے جو ہمارے دشمنوں کیلئے غیظ و غضب کا سبب بنے خداوند کریم اسکی روزی میں وسعت، اسکے سینہ کو کشادہ اور اسکی تمام آرزوں کو پورا کرنے میں مدد فرمائے گا۔

مرحوم شیخ کلینیؒ اُصول کافی میں ابوعبداللہ جعفی سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقرؑ) نے مجھ سے فرمایا:۔ تمہارے نزدیک رابطہ کرنے کی کم سے کم مدت کتنی ہوسکتی ہے؟ میں نے جواب دیا چالیس (40) روز اس پر مولاؑ نے فرمایا لیکن ہمارے تعلق اپنے چاہنے والوں سے ہمیشہ سے قائم ہیں اور ہمیشہ رہے گا۔ علامہ مجلسی کے فرمان کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:۔ فرمان امام: "ای یحب علی الشیعه ان یربطو انفسهم علی طاعته امام الحق وانتظار فرجه ویتهیا و النصربته" شیعوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے امام برحق کی اطاعت کریں اور انتظار فرج کی پوری طرح تیاری کریں اور نصرت امام کیلئے اپنے آپ کو آمادہ رکھیں۔

شیخ محمد حسن نجفی اپنی کتاب "جواہر الکلام" میں اس روایت کی تشریح کچھ اس طرح کرتے ہیں:۔

"وهو محمول علی اراده ترقب الفرج ساعته بعد ساعته کما جائت به النصوص لا الرباط الصطلح"

اس روایت میں مربوط رہنا کے معنی ہر آن انتظار فرج میں (شب و روز گزارنا چاہیئے) شاید اسی لیے کہہ سکتے ہیں کہ صاحب جواہر کے خیلات علامہ مجلسی کے خیلات سے ہم آہنگ ہیں جس کے مادّہ اپنے آپ کو امام زمانہؑ کی نصرت و مدد کیلئے ہمہ وقت مہیا رکھتا ہے۔

”ظہور امامؑ کے سلسلے میں ماحول سازی کی ترجیحات“

یہاں پر ہم ان گیارہ عوامل کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس دین مبین اسلام کی آبیاری کیلئے پیغمبر اسلام کی رہبری میں انجام پائے۔ جنہوں نے ایک عظیم اسلامی مملکت کی تشکیل میں ان مٹ نقوش چھوڑے تا کہ ہم بھی ان ہی سنہری اصولوں کی روشنی میں انقلاب مہدی آخرالزماں (ع) کی تشکیل حکومت الٰہی کیلئے ماحول سازی کرسکیں۔ ان کے بغیر مطلوبہ نتائج کا حصول محال ہے وہ عوامل یہ ہیں:۔

1۔ قرآن فہمی اور اسلام کی حقیقت کو سمجھنا۔
2۔ مقصد کی کامیابی کیلئے اپنی تمام صلاحیتوں کو اسکے لیے وقف کر دینا۔
3۔ ثابت قدمی، پائیداری اور بہادری کو پروان چڑھانا۔
4۔ زُھد، اخلاقی اقدار کا لحاظ اور حقوق الناس کا خیال رکھنا۔
5۔ ایمان کی پختگی اور اللہ پر بھروسہ۔
6۔ آپس میں تعاون اور روابط۔
7۔ مومنین کے آپس میں روابط اور ملاقتوں کا جاری رکھنا۔
8۔ پسے ہوئے لوگوں کے دُکھ درد میں انکی دادرسی کرنا۔
9۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کے مقابلہ میں اسلامی اتحاد کا مظاہرہ کرنا۔
10۔ قومی رہبر کا انتخاب اور اسکی پیروی وحمایت۔ (متفقہ قائد کا انتخاب)
11۔ منصوبہ بندی اور ہدف کا تعین۔
12۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کیلئے عزم پیہم۔

دشمنوں سے تقیہ کرنا اور مذہبی اِسرار ورموز کو ان سے چھپانا

شیعیان ومنتظران امام زمانہؑ کو زمانہ غیبت کے دوران بعض شرائط کے تحت تقیہ کو اپنانا چاہیے خاص طور پر دشمنان دین مذہب کے مقابلہ میں روایات کے مطابق آئمہ طاہرینؑ جانب سے اسکی بڑی تاکید کی گئی ہے اور حتی الامکان دشمن کے آمنے سامنے کے ٹکراؤ سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بعض مقامات پر تو تقیہ نہ کرنے والے کو ضعیف الایمان قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض جگہوں پر تو اسے بے دینی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ تقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے، تقیہ مومن کا محافظ ہے۔ جس کا تقیہ نہیں اسکا ایمان نہیں۔

تقیہ کی تشریح کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے:۔ جیسے ہماری ایک حدیث کی مومن تک پہنچتی ہے اور وہ اس انمول حدیث کی روح سے مستفید ہو کر اپنی دنیا وآخرت کو سنوارتا ہے اور مکمل دینداری کا ثبوت دیتا ہے اسی طرح ایک اور فرد مومن تک ہماری یہ حدیث پہنچتی ہے اور وہ اس سے مستفید ہونے کی تو دور کی بات ہے وہ اس قیمتی اثاثہ دشمنوں کی سامنے آشکار کر دیتا ہے وہ تو اس سے مستفید ہو جاتے ہیں پر وہ اس دنیا میں ذلیل وخوار ہی رہے گا۔ اور خداوند کریم اس سے وہ

نور سلب کر لے گا اسی طرح ایک اور مقام پر مولا شیعوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کبھی تمہاری طرف سے سرزد ہونے والے ناپسندیدہ اعمال کی وجہ سے مخالفین ہماری ملامت کریں۔ کیوں کہ بیٹے کی غلطیوں کی سزا باپ کو بھگتنا پڑتی ہے۔ تم لوگوں نے جب ان ہستیوںؑ کے قدموں میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا ہے تو تم ہمارے لیے باعث زینت بنو نہ کہ ننگ و عار تمہیں چاہیے کہ مخالفین کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔ نماز جماعت میں انکے ساتھ نماز پڑھو، انکے بیماروں کی عیادت کرو، انکی غمی میں برابر سے شریک رہو۔ ہر کار خیر میں ان سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین چیز خباء ہے۔

کسی نے پوچھا مولا یہ خباء کیا چیز ہے؟ مولا نے جواب دیا: تقیہ ایک قسم کا جہاد ہے وسیلہ دفاع ہے، دشمنی سے محفوظ رہنے کا نام تقیہ ہے حضرت امام جعفر صادقؑ اس آیہ مبارکہ کہ تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ الحسنته و لا الاذاعتهاور اس آیہ مبارکہ "ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک کانه ولی حمیم وبینه عداوة" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: تقیہ کی بہترین روش دفاع ہے چاہے تمہارا کیسا ہی دشمن کیوں نہ ہو تم ہر طریقہ سے دفاع کرو ایک وقت آئے گا کہ تمہارا وہی دشمن تمہارا دوست ہو جائے گا۔ حضرت امام محمد باقرؑ اسکی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"التقیه من دینی و دین آبائی و لایمان لمن لاتقیه له"

"تقیہ ہمارا دین ہے اور ہمارے آباواجداد کا دین ہے جو کوئی تقیہ نہیں کرتا اسکا ایمان نہیں۔"

حضرت امام حسن عسکریؑ امیر المومنین حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں:

"التقیه من افضل اعمال المومن" تقیہ مومن کے بہترین اعمالوں میں سے ایک اعمال ہے۔

اسی طرح حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "ان تسعة اعشاالدین فی تقیه ،ولا لمن لاتقیه له" دین کا 10/9 واں حصہ تقیہ ہے۔ جسکا تقیہ نہیں اسکا دین نہیں مذکورہ احادیث پر غور کیا جائے تو تقیہ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے تقیہ ہی سے مومن کا ایمان محفوظ رہتا ہے۔ یہ ایک مخفی ہتھیار ہے ماحول سازی کے لیے درکار عناصر میں سی ایک اہم عنصر ہے ائمہ طاہرین کی جانب سے اسے اپنانے کی تاکید کی گئی ہے۔

چھٹے معصوم کا قول ہے کہ تم اپنے دین کی حفاظت تقیہ کے ذریعے سے کرو لوگوں کے درمیان تمہاری مثال ایسی ہے جیسے پرندوں کے درمیان شہد کی مکھی اگر پرندوں کو معلوم ہوتا کہ شہد کی مکھی کے پیٹ میں کیا ہے وہ کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑتے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے دلوں میں ہماری کتنی محبت پوشیدہ ہے وہ تمہیں قتل کر کے بوٹی بوٹی کر دیتے، سر عام تمہیں پیس کر رکھ دیتے خدا کی رحمت ہو ایسے صاحبان ایمان افراد پر جو ہماری ولایت پر برقرار و ثابت قدم ہیں۔

اسی تقیہ کی بدولت ائمہ طاہرین نے اپنے دور کی ظالم حکومتوں سے نہ صرف اپنا دفاع کیا ہے بلکہ اپنے چاہنے والوں کو بھی اسکی تلقین کی۔ •

خود امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے بعد وفات رسول اکرمؐ اپنے مخالفین کی جانب سے ریشہ دوانی بے اعتنائی اور کشور کشائی اور خلافت الٰہی کے اصل وارث سے اُس کا حق باوجود یکہ آپؑ کا حق تھا بعض آرزومند افراد نے غصب کر لیا ہر طریقہ اپناتے ہوئے اتنی قدرت رکھتے تھے کہ ان واجب القتل

افراد کو تہ تیغ کر دیتے پھر بھی آپ نے انکے لیے میدان خالی چھوڑ دیا (تا کہ دین میں تفرقہ نہ پیدا ہو) اور تقیہ کو اپنانا بہتر جانا بنیاد تھی آپؑ کا یہ عمل مستقبل کی عدل وانصاف پر مبنی حکومت عدل الٰہی کا جس کی پیشگوئی پیغمبر اسلام کر چکے تھے کہ میرا آخری فرزند ظہور کریگا ان تمام حق تلفیوں کے باوجود آپ نے اپنے پیروکاروں کو تقیہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جاتے جاتے آپؑ اپنے حریف کے بارے میں لوگوں سے فرما گئے کہ "میرے بعد ایک ایسا شخص جسکی گردن موٹی ہوگی اور بڑی سی توند ہوگی وہ تم پر مسلط ہو جائیگا۔ اور اسے جو ملے گا وہ کھا جائیگا تم اسے ختم نہ کر سکو گے، آگاہ ہو جاؤ کہ وہ تم لوگوں کے دل میں میری طرف سے بدگمانیاں اور نفرتیں بھرے گا۔ تم لوگ ہر حال میں ثابت قدم رہنا اور اپنے دلوں میں میری طرف سے بدگمانیوں کو پروان نہ چڑھنے دینا۔ کہ میری ولادت فطرت الٰہی کے تحت ہوئی ہے۔ رسولؐ پر ایمان لانے اور ہجرت پیغمبرؐ میں پیش پیش رہا ہوں۔"

مولائے متقیان کے زمانے میں اور ائمہ معصومین کی سیرت میں بھی تقیہ کو دشمن سے مقابلہ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ تقیہ کے تحت انجام دیا جانے والا ہر کام جائز تھا، بشرطیکہ فساد کا اندیشہ نہ ہو، تقیہ دین اسلام کی حفاظت کیلئے ہے نہ کہ اسلام کی بربادی کیلئے عبداللہ بن عجلان نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ فرزند رسول ضحاکؑ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے ہوسکتا ہے کہ جلد ہی ہم و آپؑ کو مولا علیؑ سے اظہارِ نفرت و بیزاری کیلئے بلایا جائے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ امامؑ نے جواب میں فرمایا: تم لوگ اظہار برائت کر لینا۔ میں نے عرض کی مولا آپکی نظر میں کونسا فعل بہتر ہے؟ مولا نے کہا: تم لوگ وہی کرو جو عمار یاسر نے کیا۔ وہ ایسے کہ جب حضرت عمارؓ یاسر کو مکہ سے گرفتار کیا گیا اور ان سے رسول اللہؐ کے خلاف اظہار

بیزاری کرنے کو کہا گیا عمار نے انکا مطالبہ قبول کیا۔ اللہ نے عمارؓ کے فعل کی مجبوری کا قرآن میں ذکر کیا یعنی جب دل ایمان محمدی سے سرشار ہو تو زبانی الفاظ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تقیہ کے دوران ہم سے اظہار برائت و علیحدگی سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

اظہار تقیہ کرتے ہوئے اگر تمہارا دل ہماری محبت سے سرشار ہو تمہاری جان مال عزت و آبرو محفوظ رہے تو پھر ہم سے اظہار برائت و بیزاری کر لی جائے تو یہ کہیں بہتر و افضل ہے کہ تم اپنی جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھو اور مقصد کمزور پڑ جائے دین کی خدمت کا موقع نہ مل پائے لہذا قابل ذکر بات یہ ہے کہ خود ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے بھی تقیہ کو اپنایا گیا ہے تا کہ دین خداوندی محفوظ رہے۔ پر بحث یہ ہے کہ آخر تقیہ کا مقصد کیا ہے؟

تقیہ کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد اپنے رہبر وولی کی حفاظت اور سلامتی کیونکہ موجودہ مسائل سے محفوظ رہنے کیلئے کوئی بھی پیش قدمی مرکزی راہنما کے بغیر ناممکن ہے۔

حکومت علوی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ دو عناصر ہیں ایک تو مسلط شدہ ظالم حکومتیں دوسرے معاشرہ کا مفاد پرست سازشی ٹولہ۔ یہ دونوں کبھی بھی نہ چاہیں گے کہ ایک عدل وانصاف کی بنیادوں پر استوار حکومت (اسلامی) علوی آئے۔ آگے بڑھ کر یہ ہی انکی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے۔ لہذا یہ ہی فسادی ٹولہ اور سازشی عناصر اپنی ریشہ دوائیوں اور منفی ہتکنڈوں کے ذریعے انہیں قدم جمانے کا موقع ہی نہیں دیں گے اور قدم قدم پر نقصان پہنچائیں گے۔

’’علی کا طرز زندگی منافقت کی موت ہے‘‘

لہٰذا وقت کا تقاضہ ہے کہ حکومتی مشنری میں (تقیہ کرتے ہوئے) کچھ افراد ضرور ایسے ہوں جو ان بدخواہوں کا راستہ روک سکیں۔ اس کے لیے ماحول سازی کی اشد ضرورت ہے؟

موجودہ زمانے میں تقیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم اپنے عظیم رہبر کو مسلط شدہ حکام اور حکومتی اداروں سے محفوظ رکھیں۔ یہ ہی اراکین حکومت جب حکومت عدل الٰہی کا بڑھتا ہوا اثر و نفوذ دیکھتے ہیں تب یہ لوگ زیادہ چوکنا ہو جاتے ہیں اپنے کان بند کر لیتے ہیں اور آنکھیں موند لیتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حکومت جڑ پکڑ لے۔

تقیہ کے مقاصد میں سے ایک مقصد ایمان کی حفاظت ہے۔ بسا اوقات اس میں مومنین کی جان و مال اور انکے حقوق کی حفاظت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک تفصیلی بحث ہے جسکا یہاں موقع نہیں ہے دورانِ غیبت امام زمانہؑ میں تو تقیہ کی اہمیت و مقام کچھ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے خاص طور پر موجودہ پُر آشوب دور میں کہ ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ دشمنانِ قوم تو صرف بہانہ کی تلاش میں ہیں۔ ادھر محبان امام کو دیکھا ادھر انکو امام زمانہ (ع) کے بدخواہوں کے انتقام کی آگ میں جھونک دیا۔ لہذا موجودہ دور میں اپنی بقا کیلئے اسے موثر ترین ہتھیار کے طور پر اپنائیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں ’’کُلَّما تُقارِبُ هَذا الأَمْرُ کانَ اَشَدَّ لِلتَّقِیَّۃ‘‘ جتنا وقت ظہور قریب ہوگا تقیہ کی ضرورت بھی اتنی ہی شدید ہوگی۔

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ فرماتے ہیں: ’’جس شخص کا گناہوں سے

پرہیز نہیں اسکا دین و ایمان نہیں۔ جسکا تقیہ نہیں اسکا ایمان نہیں۔ خداوند کریم کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو تقیہ پر عمل پیرا ہو۔ آپؑ سے پوچھا گیا اے فرزند رسولؐ یہ صورتحال کب تک باقی رہے گی؟

آپؑ نے جواب دیا اس وقت معین تک جواب ظہور قائم آل محمد ہوگا۔ جس نے اسکو نہ اپنایا وہ ہم میں سے نہیں‘‘ معاشرے کے بعض افراد تقیہ کے بارے میں یہ کہتے پھرتے ہیں کہ جناب یہ تو ذمہ داریوں سے جان چھڑانے اور راہ فرار اختیار کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ یہ تو ایک بہانہ ہے مادی وسائل تک رسائی کا اور جان بچانے کا۔ یہ نظریہ بالکل درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب وقت و حالات پر منحصر ہے کہ تقیہ کو بوقت ضرورت عمل میں لایا جائے بعض افراد لاعلمی کی وجہ سے کچھ ایسے اقدامات کر بیٹھتے ہیں کہ جسکی وجہ سے دین اسلام کو ایک بڑے نقصان سے دچار ہونا پڑتا ہے۔ وقتاً فوقتاً دشمن سے ٹکراؤ کے نتیجے میں دونوں طرف کے جذبات بھڑک جاتے ہیں، اور پوری قوم بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ مانا کہ تقیہ کرنا دشمن سے دفاع کا ایک موثر ذریعہ ہے پر اگر موقع محل کے لحاظ سے اسکا صحیح مصرف نہ ہوگا تو بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہوگا۔ یہاں پر دشمن سے مقابلے کیلئے براہ راست ٹکراؤ کی نوبت آ سکتی ہے۔ ایسے موقع پر یہ ہی تقیہ مسلمان کے منہ پر طمانچہ کے مترادف ہوگا بلکہ امام زمانہؑ کیلئے باعث تکلیف ہوگا۔ عین ممکن ہے کہ یہ اُمر باعث تاخیر ظہور بھی ہو۔ جو نتیجہ ہے قوم کے بعض لاعلم و نادان دوستوں کا غیر ذمہ دارانہ طرز عمل بس ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تقیہ کو موثر ہتھیار کے طور پر اپنانا چاہیے۔ کبھی تقیہ سے تو کبھی شمشیر سے جہاد میں مصروف رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔

"اَلْـمُؤمِنُ عَلَـوِی،اَلْمُؤمِنُ مُجاهِد،اَمّافی دَوْلَة الباطِلِ بِالتَّقِيَّةِ وَفی دَوْلَةِ الْحَقِّ بِالسَّيْفِ"

ہر مومن علوی ہے،علیؑ اسکی رگ رگ میں بسا ہے،مومن مجاہدہ ہے دشمنان خدا سے ہر محاذ پر لڑتا ہے۔ چاہیے اپنوں سے ہو چاہے غیروں سے (انکے غلبہ پر تقیہ کے ہتھیار سے اور منافقین پر غلبہ تلوار سے)؟

حضرت علیؑ بھی رسول اکرمؐ کے زمانے میں اور خود اپنی حکومت کے زمانے میں بھی کفار و شرکین راہل فساد و اہل باطل سے تلوار کے ذریعے ہی جنگ کرتے تھے۔ خلفاء کے زمانے میں بھی آپ چاہتے تو اپنی تلوار کے جوہر دکھا سکتے تھے پر آپؑ نے گوشہ نشینی اور تقیہ کو اپنا شعار بنایا اور اپنے جانثاروں کو ماحول سازی کی تربیت میں انکی مدد کی۔ لہذا منتظرین امام اور مومنین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے امام کی پیروی کرتے ہوئے ماحول سازی کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں اپنے مشتر کہ دشمن کیلئے تر نوالہ نہ بن جائیں۔ وسائل کی کمی کو بہانہ نہ بنائیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کب اور کس موقع پر اس مہم کو منظم طریقہ سے چلایا جائے اور حق کی آواز پر لبیک کہا جائے۔ حق کو باطل کا شکار نہ ہونے دیا جائے۔ حق کو اس طرح پیش کیا جائے کہ باطل اسکی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ پائے اور ایسا کوئی موقع نہ دے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے بلکہ حق باطل پر ایک ایسی کاری ضرب لگائے کہ وہ پھر کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے۔

(امام زمانہؑ سے منسوب افراد کا احترام اور آپکے مقربین کی عزت تکریم)

"منسوبین امام زمانہ (ع) اور انکے مقربین کا احترام"

ایسے افراد جو کسی نہ کسی طرح امام زمانہؑ سے منسوب ہوں یا انکا شمار مقربین امام میں ہوتا ہو شیعیان و منتظرانِ امام زمانہؑ کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ جس نے انکی عزت کی گویا اپنے امام کی عزت کی۔ چاہے وہ ہستیاں جسمانی شکل میں ہوں یا روحانی شکل میں جیسے سادات علوی و فاطمی (ن)، علمائے دین اور برادران ایمانی۔ ائمہ معصومینؑ نے بڑی تعداد میں ایسے افراد کی نشاندہی کی ہے جنکا احترام واجب ہے۔ یہ کسی محدود زمانہ کیلئے نہیں بلکہ یہ حکم یہ ہر موقع و ہر زمانہ کا احاطہ کرتا ہے۔

جیسا کہ علامہ حلیؒ نے اپنے فرزند سے اس اُمر کے بارے میں یوں فرمایا:

اے میرے فرزند تم پر واجب ہے کہ ذریت طاہرہ علویہ (ساداتِ کرام) اور ان سے مربوط تمام ہستیوں کا کما حقہ احترام کرو اس عمل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ جیسے خداوند کریم نے ان ہستیوں سے محبت و دوستی ہی کو اُجر رسالت کے طور پر ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودته فی القربی"

اے پیغمبر کہہ دو:۔

"اَلْمُؤمِنُ عَلَوِی، اَلْمُؤمِنُ مُجاهِد، اَمّافی دَوْلَۃ الباطِلِ بِالتَّقِیَّۃِ
وَفی دَوْلَۃِ الْحَقِّ بِالسَّیْفِ"

ہر مومن علوی ہے، علیؑ اسکی رگ رگ میں بسا ہے، مومن مجاہدہ ہے دشمنان خدا سے ہر محاذ پر لڑتا ہے۔ چاہیے اپنوں سے ہو چاہے غیروں سے (انکے غلبہ پر تقیہ کے ہتھیار سے اور منافقین پر غلبہ تلوار سے)؟

حضرت علیؑ بھی رسول اکرمؐ کے زمانے میں اور خود اپنی حکومت کے زمانے میں بھی کفار و شرکین/اہل فساد و اہل باطل سے تلوار کے ذریعے ہی جنگ کرتے تھے۔ خلفاء کے زمانے میں بھی آپ چاہتے تو اپنی تلوار کے جوہر دکھا سکتے تھے پر آپؑ نے گوشہ نشینی اور تقیہ کو اپنا شعار بنایا اور اپنے جانثاروں کو ماحول سازی کی تربیت میں انکی مدد کی۔ لہٰذا منتظرین امام اور مومنین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے امام کی پیروی کرتے ہوئے ماحول سازی کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں اپنے مشترکہ دشمن کیلئے تر نوالہ نہ بن جائیں۔ وسائل کی کمی کو بہانہ نہ بنائیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کب اور کس موقع پر اس مہم کو منظّم طریقہ سے چلایا جائے اور حق کی آواز پر لبیک کہا جائے۔ حق کو باطل کا شکار نہ ہونے دیا جائے۔ حق کو اس طرح پیش کیا جائے کہ باطل اسکی طرف میلی آنکھ سے نہ دیکھ پائے اور ایسا کوئی موقع نہ دے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے بلکہ حق باطل پر ایک ایسی کاری ضرب لگائے کہ وہ پھر کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے۔

(امام زمانہؑ سے منسوب افراد کا احترام اور آپکے مقربین کی عزت تکریم)

"منسوبین امام زمانہ (ع) اور انکے مقربین کا احترام"

ایسے افراد جو کسی نہ کسی طرح امام زمانہؑ سے منسوب ہوں یا انکا شمار مقربین امام میں ہوتا ہو شیعیان و منتظرانِ امام زمانہؑ کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ جس نے انکی عزت کی گویا اپنے امام کی عزت کی۔ چاہے وہ ہستیاں جسمانی شکل میں ہوں یا روحانی شکل میں جیسے سادات علوی و فاطمی (س)، علمائے دین اور برادران ایمانی۔ ائمہ معصومینؑ نے بڑی تعداد میں ایسے افراد کی نشاندہی کی ہے جنکا احترام واجب ہے۔ یہ کسی محدود زمانہ کیلئے نہیں بلکہ یہ حکم یہ ہر موقع و ہر زمانہ کا احاطہ کرتا ہے۔

جیسا کہ علامہ حلیؒ نے اپنے فرزند سے اس اُمر کے بارے میں یوں فرمایا:

اے میرے فرزند تم پر واجب ہے کہ ذریت طاہرہ علویہ (ساداتِ کرام) اور ان سے مربوط تمام ہستیوں کا کما حقہ احترام کرو اس عمل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ جیسے خداوند کریم نے ان ہستیوں سے محبت و دوستی ہی کو اُجر رسالت کے طور پر ظاہر کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودته فی القربیٰ"

اے پیغمبر کہہ دو:۔

لوگوں میں سے تم سے اپنے پیغام ورسالت خداوندالٰہی کوتم تک پہچانے کی کوئی اُجرت نہیں لیتا مگر یہ کہ تم (میرے) قرابت داروں سے محبت کرو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"انی شافع القیامته لاربعته اصناف ولو جائوا بذنوب اهل الدنیا. رجل نصر ذریتی، ورجل بذل ماله لذریتی عندالمضیق، ورجل احب ذریتی باللسان وبالقلب، ورجل یسعیٰ فی حوائج ذریتی اذاصرادوا ائوسردوا" آپؐ نے فرمایا: میں قیامت کے روز چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا چاہے وہ کتنے ہی گناہ گار کیوں نہ ہوں:

1۔ ایک وہ شخص جس نے میری ذُرّیت کی نصرت ومدد کی۔

2۔ ایک وہ شخص جس نے میری ذُرّیت کی حالت تنگی میں مدد کی۔

3۔ ایک وہ شخص جس نے میری ذُرّیت کو دل وجان سے چاہا۔

4۔ ایک وہ شخص جن نے میری ذُرّیت کی اس وقت دادرسی کی جب اسے بے گھر کیا گیا یا اسے جلاوطن کیا گیا۔

ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جب روز قیامت برپا ہوگی منادی ندا کرے گا اے لوگوں خاموشی اختیار کرو حضرت محمد مصطفیٰؐ تم سے مخاطب ہوا چاہتے ہیں:۔ سب لوگ فوراً خاموش ہوجائیں گے۔ آنحضورؐ کھڑے ہوکر لوگوں سے گویا ہونگے:۔ اے لوگوں تم میں سے جس شخص نے بھی کسی بھی صورت میں مجھ پر احسان کیا ہے وہ کھڑا ہوجائے تاکہ اسکے احسان کا بدلہ ادا کیا جائے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے اے میرے آقا ومولا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہمارا احسان وہ بھی آپ پر کیسا احسان؟ کیسی نیکی؟ بلکہ احسان تو آپکا اور

خداوند کریم کا ہم پر اور ساری خلقت پر ہے آنحضورؐ فرمائیں گے ہاں اگر کسی نے میری ذریت میں سے کسی کو اپنے ہاں پناہ دی، یا انکے ساتھ کوئی نیکی کی، یا انہیں لباس پہنایا، یا انہیں پیٹ بھر کے کھانا کھلایا ہو وہ کھڑا ہوجائے تاکہ اسکی تلافی کرسکوں تب ان میں سے ایک گروہ کھڑا ہوجائے گا۔ ندا آئی گی اے محمدؐ تمہیں مکمل اختیار ہے کہ انہیں جو چاہو بخش دو آنحضرتؐ ان سب کو (وسیلہ) نامی ایک مقام ہے جنت میں وہاں کی بشارت دیں گے اور وہ سب آپکے قریب ہونگے۔

آپ نے دیکھا کہ محمدؐ وآل محمد کے سچے شیدائیوں کا کیا مقام ہے اللہ (جل جلالہ) ورسولؐ کے نزدیک اب کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دانستہ یا نادانستہ طور پر اصلی سادات کے ساتھ گستاخانہ رویہ اختیار کریں۔ یہ انکی توہین نہیں بلکہ آپکے اپنے امام زمانہ (عج) کی توہین ہے جو کہ حرام ہے۔

حضرت امام موسی کاظمؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہماری زیارت نہ کرپائے۔ حالات اسکی اجازت نہ دیں تو اسے چاہیے کہ وہ ہماری نیک وصالح پیروکارانِ آئمہ کی زیارت کرے اسکا بھی وہی اجروثواب ہے جو ہماری زیارت کا ہے اور اگر کوئی ہمارے احسان کو نہ لوٹا سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہمارے نیک وصالح پیروکاروں کے ساتھ وہی احسان کرے اسے بھی وہی ثواب ملے گا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔ تم میں سے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ اگر وہ کسی مومن ومحبّ اہل بیتؑ کو شادومسرور کرے گا یا اس نے اسے خوش نہیں کیا بلکہ خدا کی قسم اس نے ہمیں خوش کیا اور اس نے پیغمبر اسلام کو خوش کیا۔

مومنین ومقربین امام زمانہ کے احترام کا انداز ایک ہی صورت پر موقوف نہیں بلکہ اسکی کئی شکلیں ہیں مثال کے طور پر سخت مصیبت پر اسکی مدد کرنا، تنگ دستی سے اسکو

نجات دلانا، اسکی مادی ومعنوی ضروریات کو پورا کرنا، خوشی وغمی میں اسکا ہاتھ بٹانا خوش دلی سے اسکی حوصلہ افزائی کرنا۔ یہ سارے اعمال خوشنودی امام زمانہ کا موجب ہیں۔

ہر شخص کا چاہیے کہ وہ حسب استطاعت چاہے خمس کے ذریعے چاہے زکات کے ذریعے اپنے مومن کی مدد کرے۔ انکو روزگار دلانے میں انکی راہنمائی کرے اور مالی اعانت بھی کرے حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں :۔ ''ہر کوئی جو ہمارے چاہنے والوں کے لاوارث یتیموں کی پرورش اپنے ذمہ لے دینی علوم سے انہیں آشنا کروائے، اور انکی بہترین راہنمائی کرے خداوند کریم اس سے فرمائے گا اے میرے کریم سخی ومددگار بندے تو اس لائق ہے کہ تیرے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جائے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ وارفع انعام سے نوازا جائے پھر اپنے فرشتوں کو حکم دے گا جتنے حروف اس نے ان یتیموں کو تعلیم دلوائے اُس کے عوض دس لاکھ آرستہ وزرین محل اسے عنایت کیے جائیں۔

لہٰذا وشیعیان ومنتظران امام زمانہ جو آپ کے براہ راست ملاقات سے محروم ہیں وہ ایسے طریقوں سے حسب توفیق اپنی عنایات سے نادار وبے سہارا افراد کو فیضیاب کریں یاد رہے کہ ہمارے سارے اعمال امام کی نظروں سے پوشیدہ نہیں خاص طور پر ایسے مواقع پر ضرور مدد کریں جب وہ افراد اور یتیم وبے سہارا بچے دشمنان اسلام ودشمنان اہل بیتؑ کے ظلم وستم وبربریت کا شکار ہوں اگر ان بے سروسامان کو سر چھپانے کی جگہ درکار ہو تو وہ سارے اسباب انہیں مہیا کیے جائیں۔ کیونکہ وہ سب اللہ سے محبت اور محبت رسولؐ وآل رسول کے جرم میں یہ سزا بھگت رہے ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کی عزت وتکریم کرنا ایسے ہے جیسے آپ نے خود امام زمانہؑ کی عزت وتکریم کی ہو اللہ ہمیں ایسے نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(زمانہ غیبت امام (ع) میں شخصیت سازی اور مہذب رویہ)

شخصیت سازی اور تہذیب نفس یہ ایک ایسے عوامل ہیں کہ جن پر ہر سچے مومن ومنتظر امام کو خاص توجہ دینی چاہیے۔ اس روش پر عمل درامد کیلئے زمان ومکان کی کوئی قید نہیں، آپس کے روابط کو استحکام بخشنے میں اسی مہذب رویہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خداوند کریم نے گیارہ مقامات پر تہذیب نفس کا ذکر فرمایا ہے۔

''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰها. وَقَدْ خابَ مَنْ دَسّاها''

''جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اسنے فلاح پائی اور جس نے اپنے نفس کو بے لگام چھوڑا وہ ناکام ونامراد ہوا۔'' حقیقی معرفت اور پرہیزگاری کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کیلئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ پہلے وہ اپنے آپ کو روحانی اور جسمانی آلودگیوں سے پاک کرے اور اسکی جگہ صفات حمیدہ کو اپنائے۔ اور چونکہ وہ ایک ایسے مرحلہ سے گذر رہا ہوتا ہے جہاں پر اسے اپنا شمار جانثاران امام زمانہؑ میں کرنا ہو تو پھر ان پسندیدہ صفات کے بغیر مقصد کا حصول ناممکن ہے۔ وہ گناہ آلمود زندگی گذارنے والا تو شیعہ کہلانے کے بھی لائق نہیں چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو منتظرین امام زمانہ سمجھنے لگے۔ تو یہ خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔

پاکیزگی نفس، اور اعمال صالحہ کی انجام دہی ائمہ معصومین علیہم السلام کی قربت حاصل کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ہماری ولایت حاصل کرنی ہے تو پرہیزگاری اپنانا ہوگی۔ ناصران امام زمانہ میں شامل ہونا ہے تو اسے بحالتِ انتظارِ امامؑ میں ہونا ہوگا۔ نیک خصلتوں کو اپنانا ہوگا۔ اگر وہ اس حال میں فوت ہو جائے تو اسکا شمار مولا کے ہم رکابوں میں ہوگا گویا (اس نے امام سے ملاقات کی اے گروہ مومناں تمہیں رحمت خداوندی مبارک ہو۔ مذکورہ گذارشات کی روشنی میں قول معصوم حاضر ہے:۔

"مَنِ سَرَّاَنُ یَکُونَ مِنُ اَصُحابِ الُقائِمِ فَلُیَنُتظِرُ وَلُیَعُمَلُ بِالُوَرَعِ وَمَحاسِنِ الُاَخُلاقِ وَهُوَ مُنُتَظِرُ" جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکا شمار امام زمانہ (عج) کے دوستوں میں ہو اسے انتظار کے امتحان سے گذرنا ہوگا۔ نیک اعمال انجام دنیا ہونگے اور بداعمالیوں سے توبہ کر کے اخلاق حمیدہ اپنانے ہونگے تب جا کر وہ منتظر امام کہلائے گا۔

ایک اور مقام پر حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔

"اِذا اَردت اَنُ تَعُرَفُ اَصُحابی نَظَر اِلی من اشتدّہ ورعہُ، وَخافَ خالقہ، وَرجا توابہ، فاذِا رایت ہولاء، فہولاء اصحابی"

"جب تمہیں ہمارے دوستوں کی پہچان مقصود ہو تو تم یہ دیکھنا کہ کون زیادہ صاحب تقویٰ ہے۔ کون خدا سے زیادہ ڈرتا ہے، کون فضل الٰہی کا زیادہ طالب ہے۔ جن میں یہ صفات پائی جائیں سمجھ لو کہ یہ ہی ہمارے دوست ہیں۔" آپؑ مزید فرماتے ہیں:۔ ہمارے شیعہ اہل ہدایت، اہل تقویٰ، اہل خیر اہل ایمان اور

اہل کامرانی ہیں چنانچہ آپ (ع) نے اپنے دستخط سے ایک خط جو شیخ مفید (رح) کو لکھا تھا اس میں اپنے اور چاہنے والے شیعوں کے درمیان حائل دوری کے اسباب کچھ یوں بیان کیے ہیں ان میں سے چند جملے حاضر خدمت ہیں۔ آپ (ع) فرماتے ہیں:۔ ہمارے اور ہمارے چاہنے والوں کے درمیان حائل سب سے بڑی روکاوٹ وہ ہیں انکے ناپسندیدہ اعمال جو ہم تک پہنچتے ہیں۔ اس سے ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ اور اُن سے بہتری کی کوئی امید بھی نہیں ہے کہ وہ شخصیت سازی اور اخلاق سازی اور اصلاح نفس پر توجہ دیں گے جسکی متعدد مقامات پر اپنانے کی تاکید و سفارش کی گئی ہے۔

مولا علیؑ شخصیت سازی کے مراحل کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:۔ اے لوگوں جو کچھ خداوند کریم کی جانب سے تم تک پہنچا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ، نصیحت آمیز قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کرو قرآن کی نصیحتوں کو قبول کرو، جان لو کہ خدا نے اپنی واضح اور روشن دلیلوں کے بعد تمہارے فرار کے تمام راستے بند کر دیے ہیں اور اس نے اپنی حجت تمام کر دی ہے۔ اپنے پسندیدہ اعمال کو پہنچوا دیا ہے اور ناپسندیدہ اعمال کی نشاندہی کر دی ہے۔ اب آگے تمہیں اختیار ہے کہ چاہے نیکیوں کی پیروی کرو اور برائیوں سے دوری اختیار کرو یا پھر اسکے برعکس۔

جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "اِنَّ الُجَنَّةَ خُفَّتُ بِالُمَکارِہِ، وَاِنَّ النّارَ خُفَّتُ بِالشَّھَواتِ"

"جنت کا حصول آلام و مصائب اور دشواریوں کے سائے میں اور جہنم کا حصول ہوا و ہوس اور شہوت پرستی میں۔"

شخصیت سازی اور اصلاحِ نفس یا کردار سازی کی اہمیت تو غیبتِ امامؑ کے زمانے میں کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے شیعیان ومنتظران امام کو اپنی ساری توجہ اعمال صالحہ کی جانب مرکوز کرنی چاہیے اور اپنے امام (ع) کی خوشی کی خاطر نیک اعمال کی جانب رغبت اور ناپسندیدہ اعمال سے دوری اختیار کرنی چاہیے۔

"فليعمل كل امرىء منكم بما يقرب به من محبتنا وليتجنب مايدينه من كراهتنا وسخطنا،فان امرنا بغتته فجاءت حين لاتنفقه توبته ولاينجيه من عقابنا ندم علىٰ حوبته" پس تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اسکا ہر وہ فعل جس میں ہماری دوستی ومحبت کی جھلک ہو اسکو اپنی معمولات زندگی میں شامل کرے اور اسکا وہ طرز عمل جس سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہو اسے ترک کردے۔ کیونکہ ہمارا حکم اچانک تم کو آلے گا اسوقت تمہاری طرف سے توبہ وندامت اور ہماری طرف فریاد لے کر پہنچنا بے سود ہوگا۔ اور وہ ہماری سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ اس لحاظ سے امام کے ظہور میں تاخیر کی ایک وجہ مومنین کی طرف سے گناہوں پر اصرار اور ناپسندیدہ افعال ہیں جنکی نشاندہی آپؑ نے مرحوم شیخ مفید (رح) کو اپنے خط کے ذریعے کردی ہے۔ مولا فرماتے ہیں:۔

"فما يحبسنا عنهم الا يتصل بنا ممانكرهه، ولا نوثره منهم"

ایک واحد پردہ جو ہمارے شیعوں کے درمیان حائل ہے وہ انکی طرف سے کی گئی اللہ کی نافرمانیاں ہیں۔ جن کی فہرست ہم تک پہنچتی ہے۔ جو ہمارے لیے باعث اذیت ہے۔

ایک حقیقی شیعہ اور منتظر امام ہی اپنے سارے اعمال خوشنودی خداوند کریم اور ائمہ معصومین میں انجام دیتا ہے۔ اور ہر وقت انہیں راضی کرنے کی فکر میں رہتا

ہے۔ اسے اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ کونسا فعل پسندیدہ ہے اور کونسا ناپسندیدہ جوان مقدس ہستیوں سے دوری کا سبب بنتا ہے۔

وہ اعمال جن سے خوشنودی ورضایت امام زمانہ (ع) حاصل کی جاسکتی ہے جنکا تذکرہ قرآن مجید اور روایات معصومین میں بارہا ہوچکا ہے اتنا کہیں اور نہیں ملتا۔ یا اسے یوں سمجھیں کہ ایک حقیقی منتظر ومخلص شیعہ وہی ہے جو قرآن مجید اور ارشادات معصومینؑ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جسکا اہم ہدف رضائے الہیٰ وخوشنودی معصومین ہے یہاں تک تاریخِ بشریت میں جتنے بھی انبیائے کرام تشریف لائے انکا فریضہ بھی ہدایت بشریت تھا تا کہ مقصدِ خلقت پورا ہوسکے۔ (اور شیطان کا دعویٰ باطل ہوجائے)

یاد رہے امام زمانہؑ نے غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کے دوران احادیث وزیارات اور مختلف ذرائع سے اپنے چاہنے والوں کی ہدایت کیلئے کوئی گوشہ خالی نہیں چھوڑا کہ جس سے انکی راہنمائی نہ کی گئی ہو۔ تاکہ وہ شیعہ اپنی کردار سازی اور نفسانی خواہشات پر قابو پاتے ہوئے ایک مثالی منتظر کے طور پہچانا جاسکے۔

مثلاً مفاتیح الجنان میں موجود ایک دعا جسکی ہر نماز کے بعد پڑھے جانے کی سفارش کی گئی ہے وہ یہ ہے:۔ "اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنا توفيقَ الطاعَةِ وبُعْدَ الْمَعْصِيَةِ وَصِدْقَ النيَّةِ وَعِرْفانَ الْحُرمَةِ وَاَكْرِمْنا بالْهُدى وَالا سْتِقامَةِ وسَدِّدْ اَلْسِنَتَنا بِالصَّوابِ وَالْحِكْمَةِ واملاء قُلُوبَنا بِالْعِلْمِ والْمَعْرِفَةِ وَطَهِّرْبُطُونَنا عَنِ الْحَرامِ وَالشُّبْهَةِ واكْفُفْ اَيْدِينا عَنِ الظُّلْمِ والسَّرِقَهِ واغْضُضْ اَبْصارَنا عَنِ الْفُجُورِ وَالْخِيانَةِ واسْدُدْ اَسْماعَنا عَنِ اللَّغْوِ وَالْغِيبَةِ۔"

”یا اللہ تو ہمیں توفیق اطاعت وفرماں برداری عطا فرما۔خدایا تو ہمیں گناہوں سے دوری کی توفیق عطا فرما۔ ہماری نیتوں میں خلوص پیدا کر اور ہم تیرے مقرر کردہ حرام وحلال کو سمجھ سکیں، اور ہمیں ہدایت فرما کہ تیرے فرامین پر ثابت قدم رہیں اور ہماری زبانوں میں سچائی اور حکمت کی طاقت عطا فرما، ہمارے دلوں کو علم ومعرفت سے بھردے۔ ہمیں رزقِ حلال کھانے کمانے کی توفیق عطا فرما، ہمیں لوگوں پر ظلم زیادتی اور چوری کی عادت سے محفوظ فرما، ہماری نگاہوں کو نامحرموں پر نظر ڈالنے اور خرافات سے بچنے میں ہماری مدد فرما ہمارے کانوں کو غیبت اور لغویات کی سماعت سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔“ آمین یارب العالمین اسکے علاوہ اسی دعا کو آگے بڑھاتے ہوئے ملت کے پیروجوان، علماء، حکمران کی جانب اشارہ فرماتے ہیں۔

”وتفضل علیٰ علمائنا بالزهد والنصيحته وعلیٰ المسلمين بالجهدوالرغبه وعلیٰ المستمعين بالدتباع والموعظته وعلى المرضى المسلمين بالشفاء والراحته وعلى اموتاهم بالرافته والرحمته وعلیٰ مشايخنا بالوقادو السكينته وعلى الشباب بالامابته والتوبته وعلى النساء بالحياء والعفته ولی الاغنياء بالتواضع والسعته وعلى الفقراء بالصبروالقناعته وعلى انفزات بالنصروالغلبه وعلى الاسراء بالخلاص والراحته وعلى الامراء بالعدل واشفقته وعلى الرعيته بالانصاف وحسن والسيرت وبارک الحجاج والزوار فیٔ الزاد والنفقته واقض ماوجبت عليهم من الحج والعمرت بفضلک ورحمتک یاارحم

الراحمین۔

بارالہا ہمارے علماء ورہبران قوم کو زہد وحسنِ عمل کی توفیق عطا فرما، طالب علموں کو علم کی طرف رغبت ہو اور حصول علم میں انکی جدوجہد شامل ہو۔ سامعین پر واعظین کی نصیحتوں کا اثر ہو، ہمارے بیماروں کو شفائے کامل وعاجل عطا فرما، مرحومین کی مغفرت فرما، اور ان پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے بوڑھوں کو وقاروشائستگی اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ نوجوانوں کو اپنی جوانی کی حفاظت میں مدد فرما۔ عورتیں کو حیاء وعفت کی توفیق عطا فرما۔ صاحب ثروت افراد کو ناداروں کی خبرگیری کی توفیق عطا فرما۔ غریبوں کو صبر وقناعت کی توفیق عطا فرما۔ لشکر اسلام کو نصرت وغلبہ عطا فرما۔ قیدیوں کو رہائی ملے۔ حکمرانوں کو عدل وانصاف اور رعایا پروری کی توفیق عطا فرما۔ رعایا کو آپس میں حسن سلوک کی توفیق عطا فرما، حجاج کرام وزائرین عظام کو انکے توشیہ سفر میں برکت نصیب ہو اور وہ اپنے فرض کی ادائیگی کے بعد خیریت سے اپنے وطن کو لوٹیں۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

(تہذیب نفس اور شخصیت سازی میں پرہیزگاری اور تقویٰ کا کردار)

قرآنی منطق اور اسلامی ثقافت کی رو سے تو معراج انسانی اور اسکے مقصود خداوندی ہے۔ اور یہ ہی اسکی خلقت کا مقصد بھی ہے۔ ظاہر ہے تقویٰ ہی انسان کو اسکے کمال تک پہنچانے میں سواری کا کردار ادا کرتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے بھی اوج کمال تک پہنچنے کا ذریعہ تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں آپؐ نے فرمایا۔

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقیکُم۔"

تقویٰ ہی وہ مدافتی طاقت ہے جو انسان کو ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے باز رکھتی ہے اور ان پر غلبہ پاتی ہے جتنا انسان میں تقویٰ کا عنصر طاقتور ہوگا اتنا ہی اس میں گناہوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت دوگنی ہوگی، تقویٰ بندگی کی علامت ہے۔ اور بے بندگی انسان کے ناشکرے پن کی آخری حد ہے، طوق عبودیت اپنی گردن سے اتار پھینکنے کی علامت، خوف الٰہیٰ کے احساس کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ شیعہ اور اہل بیتؑ سے رابطہ کا نقطہ آغاز، فخر تشیع کی نشانی تقویٰ الٰہی ہے روایات معصومین میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ بے تقویٰ میں ملوث افراد اپنے آپ کو شیعہ کہلوانے کے اہل نہیں ہیں۔ آخرت کی بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔

مفضل بن عمر حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے نقل فرماتے ہیں کہ جس میں کہا گیا ہے "تقویٰ کے ساتھ کیا گیا مختصر سا عمل لاکھ درجہ بہتر ہے اس عمل سے جس میں بے تقویٰ کی جھلک تک نہ ہو۔ ایک اور مقام پر ولید بن عباس حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں مومن کا گوہر اور شائستگی اسکے تقویٰ میں پوشیدہ ہے۔ اسی طرح حضرت امام علیؑ تقویٰ کی فضیلت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔ "فَاعْتَصِمُو اِبَتقُوَی اللّٰہِ، فَاِنَّ لَھَا حَبْلاً وَثِیقاً عُرُوَتُہُ، وَمَعْقِلا مَنِیعاً ذِرُوَتُہ"

مولائے متقیان فرماتے ہیں بس اب تم تقویٰ اور خوف خدا کو اپنی پہچان بناؤ کہ جسکا ناطہ مضبوط ہے، اسکی گرفت مستحکم ہے۔ یہ ایک ایسی بلند و بالا پناہ گاہ ہے کہ جس میں بے خوف و خطر رہا جاسکتا ہے۔ ایک اور مقام پر مولا فرماتے ہیں کہ یہ تقویٰ ہی ہے جو بیمار دلوں کی دوا ہے، دلوں کی روشنی ہے، جسمانی درد کا علاج ہے۔ زخموں کا مرہم ہے۔ پاکیزگی روح کا ذریعہ ہے تاریکی چشم کا اجالا ہے۔ بے سکونی میں آرام کا نام تقویٰ ہے۔ تمہارے اندر کی تاریکی کو مٹانے کا ذریعہ ہے۔

اگر کسی نے تقویٰ اختیار کرلیا تو سمجھ لیں کہ ہر قسم کی سختیاں اور پریشانیاں اس سے دور بھاگیں گی۔ کڑواہٹیں مٹھاس میں بدل جائیں گی، مشکلات کے دباؤ اور بے سکونی سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ اسکی عظمتِ رفتہ بارش کے قطروں کی رفتار سے اس تک لوٹ آئی گی۔ سلب شدہ نعمتیں و برکتیں واپس اسکے دامن میں آ گریں گی۔

(تقویٰ کے اصلی معنی کیا ہیں؟)

لفظ تقویٰ کا مرکزی حرف "وقی" بچنا سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں اپنی

حفاظت اللہ کی طرف سے منع کیے گئے اسکے ناپسندیدہ اعمال سے یعنی اجتناب (محرمات الہیتہ) سے دوری لفظ قی دراصل وہ مرکزی نقطہ ہے جسکی روح مجموعہ ہے قدرت، قوت، طاقت یا دوسرے لفظوں میں (قوت مدافعت) سے اور یہ قوت ایک دم انسانی جسم میں جگہ نہیں بناتی بلکہ بتدریج آہستہ آہستہ ترک گناہ کی مشق، کے ذریعے ریاضت وضبطِ نفس کی مشق سے حاصل ہوتی ہے اور جو خوش قسمت فرد اسمیں کامیاب ہوگیا وہ تو خوشنودی الٰہی کا حقدار ٹھہرا۔ لہذا ہر وہ عبادت جس میں تقویٰ نہیں وہ عبادت نہیں۔ کیوں کہ دنیا وآخرت کی فلاح وسعادت اسی تقویٰ میں ہے۔ ہر فرد اور ہر معاشرہ کی عزت کا محور تقویٰ الہیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین افراد اہل تقویٰ ہیں۔

خداوند کریم لباسوں میں بہترین لباس اور زاد راہ میں بہترین زاد راہ سفر آخرت کیلئے اسی تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ اسی لیے کرہ ارض کا مقدس ترین ٹکڑا وہ قطعہ زمین ہے۔ جس پر مسجد کی تعمیر ہوتی ہے ظاہر ہے اسکی بنیاد گزاری اور تعمیرات کا مرکزی ہدف تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے بغیر انسانی عیوب پوشیدہ نہیں رہتے۔ اسی تقوے کے مرہون منت ہم معجزۂ خداوندی (قرآن مجید) سے فیوض وہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کی گہرائیوں تک پہنچ رہے ہیں۔ اسی تقویٰ کی مدد سے بندگان خدا بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ یہ اسی تقویٰ کا کرشمہ ہے کہ ہم شیطان مَردُود کے بچھائے ہوئے گمراہی کے جال سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

یہ تقویٰ ہی ہے کہ جس کی بدولت انسان سے سرزد ہونے والے اعمال سے عزم محکم کی جھلک ظاہر ہوتی ہے۔

خداوند کریم سے محبت ودوستی وہ عظیم عطیہ ہے الٰہی ہے جو صرف ان افراد کو

نصیب ہوتی ہے جو تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی گذار رہے ہوتے ہیں۔ یہ تقویٰ ہی ہے کہ جس کی بدولت صابرین بلند مرتبہ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اسکو اپنانے والے گردش ایام کی صعوبتوں سے چھٹکارہ پاتے ہیں۔ کیونکہ خداوند کریم اہل تقویٰ میں سے ہے؟ اسی لیے وہ مومنین کے دلوں کو بھی تقویٰ کے ذریعے آزماتا ہے۔ اور اپنی بارگاہ میں جذبہ پرہیزگاری کے تحت پیش کیے جانے والے اعمال کو ہی شرف قبولیت بخشتا ہے۔

(تقوے کی قسمیں)

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ:۔ تقوے کی تین قسمیں ہیں:

1۔ ایک وہ تقویٰ خدا جو صرف ذات الٰہی سے مخصوص ہے۔
اسکی تشریح کچھ یوں ہے: تقویٰ کی پہلی قسم میں۔

1۔ ایسی حلال اشیاء کا ترک کرنا جن کی اشد ضرورت نہ ہو۔
(اسکے لیے قلیل مقدار پر ہی قناعت کر لی جاتی ہے)

یا ان میں ذرہ برابر شبہ کا امکان ہو، اسکا شمار تقویٰ خاص الخاص میں ہوتا ہے۔

2۔ تقویٰ الٰہی:۔ ایسی مشتبہ اشیاء ترک کرنا چہ جائیکہ حرام اشیاء۔ (مکروہات سے بھی اجتناب کرنا) یہ خاص لوگوں کا تقویٰ ہے۔

3۔ آتش جہنم وعذاب الٰہی سے خوف کا تقویٰ:۔ اس سے مراد ہر حرام چیز سے بچنا)۔ یہ عام لوگوں کا تقویٰ ہے۔

تقویٰ کی پہلی دو قسمیں انبیاء کرام، ائمہ معصومین اور خاص طور پر خدا سے

تعلق رکھتی ہیں۔ ایک عام آدمی کے بس سے باہر ہے کہ وہ ان دو اقسام پر عمل پیرا ہو، ہاں البتہ تقویٰ کی تیسری قسم کا تعلق عام لوگوں سے ہے۔ لہذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس تیسری قسم کے تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں بلکہ ایک دوسرے کو اسکی دعوت دین اور ہر قسم کے محرمات سے بچنے کی تلقین کریں۔ مثال کے طور پر ایک باپ جو کہ سربراہ خانہ ہے اسے چاہیے کہ تمام افراد خانہ کو تقویٰ کی تلقین کرے۔ انہیں ایسی تربیت فراہم کرے کہ وہ شروع ہی سے اس پر عمل پیرا رہیں۔ اگر کسی کی اُٹھان پاک و پاکیزہ بنیادوں پر استوار ہو، اسی طرح متعدد خاندان اسی روش کو اختیار کریں تو ایک مثالی معاشرہ تشکیل وجود میں آ سکتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق اس حدیث کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ تقویٰ اس نہر میں بہتے ہوئے پانی کی مانند ہے جس کے کنارے مذکورہ تینوں اقسام کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ہر درخت خصلت ایک دوسرے سے مختلف ہے، اُونچائی میں، جسامت میں، پتوں میں، شاخوں میں، پھلوں کے ذائقے میں الگ الگ ہیں۔ لوگ ان سے مستفید بھی ہوتے ہیں پر ایک کی قدر و اہمیت الگ الگ ہے بالکل مذکورہ تینوں اقسام کے تقوے کی طرح۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:۔

"صِفْوانٌ وَغَيْرِ صِفْوانٍ يُسْقى بماءٍ واحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَها عَلى بَعْضٍ في الْأُكُلِ"

نخلستان کی زمین پر پھیلے ہوئے کھجور کے درخت انواع واقسام کی کھجوریں ان پر لدی ہوئی ہیں سب کا مزہ الگ الگ ہے۔ جبکہ وہ سب کے سب ایک ہی نہر کے پانی سے سیراب ہوئے پھر بھی کھانے میں بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ لہذا عبادت میں تقویٰ کی حیثیت اس پانی کی ہے جس سے درخت سینچے جاتے

ہیں۔ جس طرح میووں کی درجہ بندی کی گئی ہے اسی طرح تقویٰ کا بھی مرتبہ ہے۔ جتنا تقویٰ اپنی ارتقائی منزلیں طے کرے گا اتنا ہی روح انسانی میں بالیدگی آئے گی اور وہی متقی اللہ تعالیٰ سے قریب ہوگا۔ پرخلوص عبادت قابل قبول ہوتی ہے اور بغیر خلوص و تقویٰ کے وعبادت مسترد وفنا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

"افمن اسس بنيانه على التقوى من الله ورضوان خير امن اسس بنيانه على شفا جرف هار فانهاربه فى نار جهنم"

آیا وہ شخص جس نے اپنے سارے امور کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہو اور جو رضائے الٰہی کا طالب ہو بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنے سارے کاموں کی بنیاد ایک کمزور بند کے سہارے پر رکھی ہو جو سیلاب کے ایک ہی ریلے میں بہہ جائے اور انجام کار وہ اوندھے منہ جہنم میں جا گرے؟ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز میں خطرہ ہو اسکے تو قریب بھی نہ جائے۔ درحقیقت تقویٰ ایک ایسی اطاعت ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی نافرمانی نہیں، ایک ایسی یاد ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی غفلت نہیں، ایک ایسا علم ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی جہل نہیں، اور ایک ایسی دعا ہے کہ جس میں نامنظوری کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

تقویٰ اور پرہیزگاری دورانِ غیبت

امام زمانہ (ع)

جیسا کہ پہلے بھی کہا جاچکا ہے کہ دین اسلام میں انسانی برتری کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری اور گناہوں سے دوری ہے۔ اور اس میں زمان ومکاں کی کوئی قید نہیں۔ خاص طور پر منتظران امام مہدی (ع) کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہی ہے۔ اس مقصد کا حصول اتنا آسان نہیں بجز پرہیزگاری اور پاکیزگی نفس کے ذریعے زمانہ غیبت میں انتظار ظہور امام زمانہ (ع) کی فضیلت کا تو اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ رسولؐ خدا کے نزدیک تو ایسے افراد کا شمار راہ خدا میں شہید ہونے والے مجاہدین اسلام کے برابر ہے جیسے وہ کفار سے جنگ کرتے ہوئے اپنے ہی خون میں نہا گئے ہوں۔ جو کوئی دنیاوی رعنائیوں، شیطانی حربوں اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں مگن رہے اسکا شمار دوستداران امام (ع) میں نہی رہتا۔

دین سے بے اعتنائی اور گناہوں کے ارتکان سے بے خوفی برتنے والا خود کو شیعہ کہلانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو منتظرین امام زمانہ کہتا پھرے مطلوبہ معیار پر پورا اترنے والے افراد ہی لشکر امام میں شامل ہوسکتے ہیں۔

ایسے افراد دنیا کی تلاش میں مارے نہیں پھرتے بلکہ دنیا خود انکے شکار میں

لگی رہتی ہے۔ یہ دنیا سے بے پرواہ وہ افراد ہیں جنکی خواہشات نفسانی مرچکی ہیں۔ ضروریاتِ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ منتظرین امام زمانہ آپؑ کی غیبت کے دوران ان دوصفات ایک اپنے امام (ع) کا انتظار اور دوسرے تقویٰ وپرہیزگاری کے سہارے زندگی بسر کررہے ہوتے ہیں۔ اور اپنے امامؑ کے جانثاروں کی تعداد میں اضافہ کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔

"مَنْ سَرَّاَنْ یَکُونَ مِنْ اَصْحابِ الْقائِمِ فَلْیَنْتظِر وَلْیَعْمَلْ بِالْوَرَعِ وَمَحاسِنِ الْاَخلاقِ وَهُوَ مُنْتَظِر"

ہر شخص کو اس بات کی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اسکا شمار بھی امامؑ کے دوستوں میں ہو۔ اسکے لیے اسے پرہیزگاری وخوش خلقی کی بنیاد پر اپنے امام کا انتظار کرنا ہوگا۔ تاکہ دیکھنے والے بھی اسے منتظرِ امام کہیں۔ لہذا امام کے دوست وہ افراد ہیں جو چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے ارتکاب کا تصور بھی نہ کرتے ہوں اور ہر وقت خوف خدا انکے پیش نظر ہو کہ کہیں وہ گناہ کے مرتکب اور دینِ خدا کی ناراضگی مول نہ لے لیں۔ یا اپنے خدا کو ناراض نہ کردیں) مولا متقیان حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

اے لوگوں آگاہ ہوجاؤ کے یہ گناہ ایک ایسے سرکش گھوڑے کی مانند ہے جو بے لگام ہو اور وہ اپنی پیٹھ پر گناہ گاروں کو لاد کر انجام کار انہیں جہنم کی آگ میں اوندھے منہ دھکیل دے گا اور آگاہ ہوجاؤ کہ تقویٰ ایک ایسی سواری ہے کہ جو اپنے سوار کو اپنی مہار پکڑائے راہی جنت ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں:۔ "اتَّقِ اللّٰهَ بَعْضَ التُّقی وَاِنْ قَلَّ وَاجْعَلْ بَیْنَکَ وَبَیْنَ اللّٰهِ سِتراً وَاِنْ رَقَّ"

اے لوگوں تقویٰ اختیار کرو چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے اور اپنے رب

کے دمیان ایک پردہ ہی لگادے چاہے وہ باریک ہی سا کیوں نہ ہو۔

لہٰذا حقیقی منتظرین ایسے ہی افراد ہیں جن میں اہل تقویٰ کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں، اور وہ تمام نیک صفات سے آراستہ ہوں جیسے حادثات سے دچار ہونے پر صبر واستقامت، زندگی کے ہر شعبہ میں سنت رسول اور اسلامی تعلیمات کی پیروی، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا، اللہ تعالیٰ کی صناعی پر غور وخوص کرنا۔ اپنی نیت میں خلوص لانا، اپنے باطن کو بھی پاک وصاف رکھنا، اپنے نفس کی سرکشی پر قابو پانا، یہاں تک کہ یہ روحانی سفر اپنی پہلی منزل علم الیقین پھر دوسری منزل عین الیقین اور پھر تیسری اور آخری منزل حق الیقین تک پہنچ کر کامیاب وکامران ہو۔

اپنے اندر نیک وشائستہ اخلاق کی دولت سے بہرہ مند ہونا

وہ افراد جو خود کو حکم امامِ مہدی (ع) کے منتظر گردانتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ائمہ معصومین کی سیرت کو نمونہ حیات کے طور پر اپنائیں اور عملی طور پر انکی تعلیمات کی پیروی کریں اور اس بات کی ائمہ طاہرین کی طرف سے بار بار تاکید بھی کی گئی ہے یہاں تک کے انہوںؑ نے ایسے افراد کی نشاندہی بھی کردی ہے کہ جنکی پیروی مقصود ہے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔

"لایصح الاقتدار الا بصحہ قسمتہ الارواح فی الازل وامتراج نور الوقت بنور الاول، ولیس الاقتداء بالترسم بحرکات الظاھر والتنسب الی اولیاء الدین من الحکماء والائمتہ"

ہر شخص کی پیروی کرنا صحیح نہیں بلکہ پیروی کا معیار ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ بعینہ وہ معیار جو خالق حقیقی کی طرف سے مقرر کردہ ہو۔ اقتدا وہ نہیں کہ ایک انسان بغیر سوچ سمجھے اندھی تقلید کے طور پر کسی کے ظاہری حرکات وسکنات کی پیروی کرے اور اپنے آپ کو ان اولیاء وائمہ دین سے نسبت دے کر مطمئن ہوجائے

ارشاد بارتعالیٰ ہے:۔

"یوم تدعوا کل اُناس بامامھم"

اس دن قیامت کے روز ہر شخص کو اسکے امام کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ یعنی جس کسی نے صاحب حق کا اقتداء کیا ہوگا وہی نجات یافتہ ہوگا۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون"

جب صور پھونکا جائے گا اسوقت نہ کوئی حسب نسب کام آئے گا اور نہ رشتہ داری سے مدد لی جاسکے گی اور ایک ہوشیار مومن کیلئے اس سے بہتر کوئی راہ نہیں کہ وہ صحیح راہنما کی اقتدا کرے۔

اللہ رب العزت اپنے حبیبؐ کے ذریعے کہتا ہے۔

"اولیئک اللذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ"

"یہ وہ لوگ ہیں جو خداوند کریم کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں لہٰذا اب تم انکی ہدایات پر عمل کرو۔ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔ **"ثم اوحینا الیک ان اتبع ملتہ ابراھیم حنیفا"** پس ہم نے تم پر وحی نازل کی کہ تم دین ابراہیم (یعنی دین حق) کی پیروی کرو۔

اسی لیے چونکہ خداتعالیٰ کے نزدیک یہ ہی راستہ (دین) قابل (پیروی) تھا اسی لیے خداوند کریم نے اپنے پیغمبروں اور ولیوں کو اسی کی پیروی کا حکم دیا۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:۔ دلوں میں ایک نور پایا جاتا ہے جسکا دیدار اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان حق کی پیروی کرتے ہوئے درست راہ کا انتخاب کرے اور وہ ہے نورِ پیغمبران جو کہ اماناً مومنین کے دلوں میں داخل کیا گیا ہے۔

خوش اخلاق آئمہ معصومین علیہم السلام کی نظر میں

مومنین ومنتظرین امام زمانہ کی جانب سے ائمہ طاہرین کی اقتداء و پیروی اپنانے کی بہترین مثال انکی سیرت واخلاق کو اپنی زندگی کا شعار بنانا ہے۔ تمام پیغمبران کرام وائمہ معصومین اخلاق ربانی کا مکمل نمونہ تھے۔ طالب ہدایت کو چاہیے کہ وہ ان مقدس ہستیوں کے اخلاق واطوار کا بغور جائزہ لے اور ان سے سبق حاصل کرے۔ نیک اخلاق وکردار انسانی زندگی پر اپنے گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔

کفار ومنافقین پر پیغمبر اسلام کے غلبہ وفتح کے بے شمار اسباب میں سے سب سے پہلا تو نصرت تائید الٰہی شامل ہے اسکے بعد آپؐ کے اخلاق وکردار کے ذریعے ان بے لگاموں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ ویسے تو آپکی زندگی میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں پر سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں بس ایک ہی مثال پیش خدمت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار ومشرکین گرفتار ہوئے آپ نے ان سب کو خلاف توقع (عام انسان کی توقع) بجائے محاسبہ کے عفو ودرگذر سے کام لیتے ہوئے سب کیلئے عام معافی کا اعلان کر دیا یہی وجہ ہے کہ وہ سب کے سب آپکے اس اقدام سے بہت متاثر ہوئے اور دین اسلام کی طرف راغب ہوئے تب یہ

آیت نازل ہوئی:۔

"یدخلون فی دین الله افواجا"

جو لوگ اپنے آپ کو دین اسلام اور پیغمبر اکرمؐ کے پیروکار قرار دیتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کو اللہ کی جانب سے بھیجے ہوئے رسول کے طور پر مانتے ہیں۔ تو اس زمانہ میں اسی پیغمبرؐ اسلام کے آخری فرزند حضرت مہدی (ع) آخر الزمان کو دین اسلام کی تکمیل کا علمبردار مانتے ہوئے اپنے آپ کو منتظران امامؑ کی صف میں شامل دیکھنا چاہتے ہیں؟ ایک ایسی حکومت الٰہی جو مکمل طور پر اخلاق اقدار سے آراستہ ہو اسکے لیے انہیں بھی اپنے آپ کو اس لائق بنانا ہوگا۔ کیا ایسا کوئی شخص ہوگا جو بداخلاق وناپسندیدہ محبین امام زمانہؑ میں خود کو شمار کرے؟ نہیں منتظران ومحبان امام تو وہی ہوسکتا ہے جو شخص خوش اخلاق ہو جیسا کہ حضور اکرمؐ نے اپنی بعثت کو تکمیل فضائل اخلاقیات کا مرہون منت قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں کہ فضائل اخلاقی کی تکمیل کر سکوں حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:۔ "ان اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا" ایمان کے لحاظ سے کامل ترین شخص وہ ہے جسکا اخلاق سب سے اچھا ہو۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔ جس شخص میں یہ چار چیزیں پائی جاتی ہیں اسکا ایمان کامل ہے۔ گرچہ سرتا پیر گناہ اسکا کچھ نہیں بگاڑ سکتے: وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ "هو الصدق واداء الامانته والحیاء و حسنه الخلق" سچ بولنا، امانت لوٹانا، حیا اور خوش اخلاقی اسی طرح رسولؐ خدا فرماتے ہیں:۔

"اکثر ماتلبه به امتی الجنته تقوی الله و حسنه الخلق"

سب سے زیادہ چیز جو میری امت کو بہشت لے جائیگی وہ ہے تقویٰ الٰہی اور حُسنِ خُلق۔

حضرت امام جعفر صادقؑ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

"البر وحسن الخلق یعمران الدیار ویزیدان فی الاعمار"

ایک کاموں کی طرف رغبت اور حسن خلق سے گھر آباد ہوتے ہیں اور زندگیاں بڑھتی ہیں۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"ان حسن الخلق یبلغ بصاحبه درجته الصائم القائم"

(خوش اخلاق شخص کا درجہ اتنا بلند ہے کہ جتنا ایک روزے دار اور نماز شب کے لیے بیدار ہونے والے کا)۔ایک اور مقام پر امام فرماتے ہیں:۔

"ان الخلق الحسن یمیت الخطئته کماتمیث الشمس الجلد"

"خوش اخلاقی سے گناہ ایسے دہلتے ہیں جیسے سورج کی گرمی سے برف پگھلتی ہے۔"

"حسن الخلق نصف الدین"

پیغمبر اکرمؐ نے تو خوش خلقی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔دنیاوی زیور وخوبصورتی کا نام خوش اخلاقی ہے۔ یہ ہی قرب الٰہی اور اکمال دین کا ذریعہ ہے۔اور یہ عطیہ خداوندی ہر ایک کے نصیب میں نہیں ماسوائے اللہ کے برگزیدہ بندے، اولیائے کرام۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں:"خاتم زماننا حسن الخلق والخلق الحسن انطف شی دی الدین واثقل شی فی المیزان.وسوء الخلق یفسد العمل کمایفدالخل العسل وان ارتقی فی الدرجات فمصیره الی الهوان"

خوش اخلاقی کی ہر دور کے زمانے میں بلند ترین مقام حاصل ہے۔دین کی نفیس ترین چیز خوش خلقی ہے۔روز قیامت میزان عمل کی بھاری ترین شے خوش خلقی ہے۔اسی طرح بد خلقی انسانی اعمال اور عبادات کو برباد کر دیتی ہے۔جس طرح شہد میں سرکہ گر جانے سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔جو کوئی اس روش پر کار بند رہتا ہے اسکا انجام دربدری ہے گر چہ وہ بلند مقام ہی کیوں نہ حاصل کر لے۔اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"حسن الخلق شجرت فی الجنته وصاحبه متعلق بعضها یجذبه الها وسوء الخلق شجرته فی النار فصاحبها متعلق بعضها یُزبه الیها"

خوش خلقی بہشت کے اس درخت کی مانند ہے جسکی شاخوں پر لگے پھل اس کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اسی طرح بد خلقی بھی جہنم کے اس درخت کی مانند ہے جسکی ٹہنیاں اسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

حقیقی شیعہ کا شمار محبان اہلبیتؑ میں تب ہوگا جب وہ خوش اخلاق ونیکوکار ہو اور وہ بد اخلاق اور بد چلنی سے مکمل پرہیز کرتا ہو جس نے کردار ائمہؑ کو نمونہ عمل بنالیا ہو وہ کیسے بد اخلاقی کا تصور کر سکتا ہے۔

کیونکہ ائمہ معصومین نے ہمیشہ لوگوں کو خوش اخلاقی کا درس دیا ہے اور بد اخلاقی سے اجتناب کرنے کو کہا ہے۔رسولؐ خدا کا فرمان عالی شان ہے:۔

"خصلتان لا یجتمعان فی مسلم البخل وسوء الخلق"

دو خصلتیں مسلمان کے دل میں نہیں سما سکتیں ایک کنجوسی دوسری بد خلقی

حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے اجداد سے روایت فرماتے ہیں:۔ کہ پیغمبر اکرمؐ نے ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے فرمایا:۔ اے علی ہر گناہ کی توبہ موجود ہے ماسوائے بداخلاقی کے کیونکہ ایک بداخلاق شخص اپنے ایک گناہ سے نکل نہیں پاتا کہ دوسرے گناہ میں الجھ جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا اپنے اجداد سے نقل فرماتے ہیں:۔ کہ رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے: "علیکم بحسن الخلق فان اخلق فی الجنته لامحالته وایاکم وسوء الخلق فان سوء الخلق فی النار لا محالته" خوش اخلاقی اختیار کرو کیونکہ خوش اخلاقی کا مقام یقیناً جنت میں ہے اور بداخلاقی سے بچو کہ اسکا مقام یقیناً جہنم ہے اسی طرح امام جعفر صادقؑ اپنے اجداد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:۔

"مامن ذنب الا وله توبه ومامن تائب الاوقد تسلیم توبته ماخلاالی الخلق لانه لایتوب من ذنب الا وقع فی غیره اشرمنه"

کوئی گناہ ایسا نہیں کہ جسکی توبہ نہ ہو اور کوئی تائب ایسا نہیں جسکی توبہ جوں کی توں ایسی ہی پڑی ہو سوائے اسکے کہ وہ بداخلاق شخص ہو کیوں کہ ایسا شخص کسی گناہ کی توبہ نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ یکے بعد دیگرے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے رسولؐ اللہ سے روایت ہے کہ: خداوند کریم کو ایسے شخص کی توبہ سے کراہیت آتی ہے جو بداخلاق ہو پوچھا گیا کہ اے رسول اللہ وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا:۔ وہ ایسے کہ جب وہ ابھی ایک گناہ سے توبہ نہیں کر پاتا کہ ایک اور بڑے گناہ میں پڑ جاتا ہے ان تمام روایات واحادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خوش اخلاقی ائمہؑ طاہرین سے قربت کا ذریعہ

ہے اور بداخلاقی ان ہستیوںؑ سے دوری کا سبب ہے۔ دوران غیبت امام زمانہؑ منتظران امام کو چاہیے کہ وہ خوش خلقی کو فوقیت دیں اور بداخلاق وشائستگی کو مدنظر رکھیں جبکہ بداخلاقی سے اجتناب برتیں۔ اس سلسلے میں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

"من سران یکون من اصحاب القائم فالینتظر ومن یعمل بالورع ومحاسن الاخلاق وهو منتظر فان مات وقام القائم بعده کان له من الاجر مثل اجر من ادرکه"

جو کوئی یہ خواہش رکھتا ہو کہ وہ محب امام زمانہ اور آپکے ہم رکاب ہو اسے منتظر امام کے مرحلے سے گذرنا پڑے گا اور منتظر امام کی شرط اخلاقی اقدار کو اپنانے کے ساتھ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور اگر وہ اسی حالت میں انتقال کر جائے اسکے بعد امام کا ظہور ہو اسکا اجر وثواب وہی ہوگا جو امام کے زندہ جانثاروں کا ہے۔

محبان اہلبیت علیہم السلام سے محبت اور ان علیہ السلام سے دشمنی رکھنے والوں سے نفرت

(تولیٰ وتبرّیٰ)

اللہ تعالیٰ اور محمد آل محمد سے دوستی رکھتا اور دشمنان خدا اور سول اور رسول سے دشمنی رکھنے والوں سے نفرت و بیزاری کرنا مسلمانوں کے اہم ترین وظائف میں شامل ہے خصوصیت سے دوران غیبت امام زمانہؑ اس وظیفہ کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے ایک حد تک پیروان اہلبیتؑ کی پریشانیاں وتکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ لہذا امام زمانہ کے دوستوں سے دوستی اور انکےؑ دشمنوں سے دشمنی ہی امام زمانہ کے منتظرین کی خصوصیت ہے۔

درحقیقت اگر ہم چاہیں کہ پیروان امام زمانہ کی شناخت میں ہمیں کوئی دھوکا نہ ہو تو ان ہی دو خصوصیات کو معیار قرار دیں جس کے ذریعے مشکل ترین کام کو بھی آسان بنایا جاسکتا ہے۔ ساری گتھیاں سلجھائی جاسکتی ہیں تولیٰ بروزن ترقی ہے اسکا مصدر باب تفعّل بمعنی ولایت لغت میں اسکے ہیں معنی کسی کی ولایت قبول کرنا یا اپنا ولی ماننا) لیکن عربی زبان میں اسکے معنی دوست کے ہیں۔ یا سرپرست ومددگار کے ہیں۔ لہٰذا تولیٰ کے معنی کسی کی دوستی کو قبول کرنا اور اسے اپنا سرپرست وراہنما

ماننا ہے۔ پر اس لفظ کے آیات وروایات میں استعمال ہونے کی روشنی میں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ دوستی وسرپرستی اور جس سے دوستی کی جائے دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ جب کسی کو دل دے دیا تو سر دینے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی یہ عمل خودسپردگی کی آخری حد ہے۔

اسی طرح تبریٰ بھی اسی وزن کا لفظ ہے۔ اسکا مصدر برائت سے ہے جسکے معنٰ بیزاری کے ہیں۔

اور اسکا ان دولفظوں کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے احساسات وجذبات کی کیفیت کے تابع ہو کر جسے چہ چاہتا ہو اس سے اور اسکے چاہنے والوں سے دل سے محبت کرے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہو اس سے اور اسکے چاہنے والوں سے دل سے عداوت ونفرت برتے۔ اس مسئلہ کے اصل متن واصل عبارت کا روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ رسولؐ اللہ کا فرمان عالیشان ہے:۔

خوش نصیب ہیں وہ منتظرین جو اپنے آخری امام کے وقت ظہور سے جاملیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اسکے ظہور سے پہلے بھی میرے آخری فرزند کی مکمل اطاعت کی اور ظہور کے بعد بھی وہ انکے جانثاروں میں شامل رہے۔ انؑ سے والہانہ محبت کی اور انکےؑ دشمنوں سے شدید نفرت اور مخالفانہ برتاؤ کیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔ سعادت مند ہے وہ جس نے میرے آخری فرزند قائم آل محمد (ع) کے دوستوں سے محبت کی اور انکے مخالفوں سے نفرت کی ایسے افراد خود میرے دوست ہیں، قیامت کے روز انکا شمار میری امت کے بہترین لوگوں میں ہوگا۔

فضل بن یسار جنکا شمار محبان امام جعفر صادقؑ میں ہوتا ہے فرماتے ہیں:۔

"سالت ابو عبداللہ من الحب والبغض امن الایمان هو؟فقال: وهل الایمان الا الحب والبغض"

میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کیا دوستی ودوشمنی جزوایمان ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ:۔"کیا ایمان کے علاوہ بھی دوستی ودشمنی کی کوئی اور کسوٹی ہے۔"اسی طرح ایک اور مقام پر آپؑ کی جانب سے روایت نقل ہے کہ رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ایمان کی محکم ترین بنیاد ونشانی کیا ہے؟ اصحاب نے کہا: خدا اور اسکا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔ بعض نے کہا نماز ہے بعض نے زکات، بعض نے روزہ، بعض نے حج وعمرہ، اور ایک گروہ نے جہاد کو قرار دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم میں سے جس نے جو بھی جواب دیا اسکی فضیلت اپنی جگہ لیکن ایمان کی اہم ترین بنیاد اللہ کی راہ میں اولیاء اللہ سے دوستی اور انکی پیروی اور دشمنان خدا سے نفرت وبیزاری۔ پیغمبر اکرم اپنے آخری فرزند کے زمانہ غیبت میں تولیٰ وتبریٰ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:۔"طوبیٰ لمن ادرک قائم اهل بیتیؑ وهو تم فی غیبته قبل قیامه یتولیٰ اولیائه ویعادی اعدائه"

"سعادت مند ہے وہ جس نے قائم اہلبیتؑ کی ولایت کو پالیا۔ اسکے زمانہ غیبت کے دوران اسکی اطاعت وپیروی کی اسکے دوستوں سے محبت کی اور اسکے دشمنوں سے نفرت ودشمنی کی۔"

امام زمانہ (عج) کی طرف سے صدقہ دینا

شیعیان ومنتظران حقیقی امام زمانہ کو چاہیے کہ وہ اپنے امام (عج) کی ترجیحات وخواہشات کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیں۔ اس طرح انکی ہر خواہش کو مقدم جاننا ان

سے سچی محبت ووابستگی کی نشان ہے۔ ایسے لوگ اپنی خوشی سے پہلے امام کی خوشی کو یاد کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کے جب وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کا صدقہ نکالتے ہیں تو پہلے اپنے امام کی سلامتی کیلئے صدقہ نکالتے ہیں۔ سید ابن طاووس اپنی کتاب "کشف المحجته" میں اس ضمن میں اپنے فرزندوں سے مخاطب ہوتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:۔ اے میرے بیٹوں تم اپنے امامؑ کی پیروی، عشق ووفاداری میں اس طرح مستعد وتیار رہا کرو جیسا کہ خدا ورسول خدا اور انکے اجداد یہاں تک کے آپ (عج) خود بھی ایسی مستعدی کے تم سے خواہش مند ہوں۔ جب بھی تم نماز حاجت بجالاؤ آنخضرت کی حوائج کو اپنی حاجتوں پر مقدم جانو۔ پہلے آنخضرت کی طرف سے صدقہ اتارو پھر اپنا اور اپنے گھر والوں کا صدقہ اتارو، پہلے اپنے امام کی صحت وسلامتی کی دعا مانگو پھر اپنی اور اپنے گھر والوں کی صحت وسلامتی کی دعا کرو۔ خلاصہ یہ کہ ہر نیک کام میں ان سے وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ پہلے انہیں یاد کیا جائے پھر اپنے آپ پر توجہ دینی چاہیے۔ اس طرز عمل سے تم لوگ ان کے احسان وتوجہ کے حقدار قرار پاؤ گے اور انکی نظر میں تمہارا مقام بلند ہوگا۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں:۔ کوئی بندہ ایمان نہیں لاسکتا جب تک خودا سکے مقابلہ میں زیژزیادہ محبوب نہ ہوں۔ اسکی نظر میں میرا گھرانہ اسکے اپنے گھرانے سے افضل وبرتر اور محبوب تر نہ ہو اور وہ میری عزت ومیری ذات کو اپنی عزت واپنی ذات سے مقدم ومحبوب تر نہ جانے۔ ایک روایت میں منصور ہراج نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کی اے میرے مولا میں آپ کی زبان سے سلمان فارسی کے بارے میں کثرت سے سنتا ہوں ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: انہیں سلمان فارسی نہ کہو بلکہ مسلمان محمدیؐ کہو اسکی وجہ یہ ہے کہ:۔ میں انکی تین

خصلتوں کی وجہ سے اکثر انہیں یاد کرتا ہوں پہلی یہ کہ وہ اپنے آقا امیر المومنین حضرت علیؑ کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسری وہ امیروں اور دولت مندوں کے مقابلہ میں غریبوں اور فقیروں کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ علم اور اہل علم حضرات سے دوستی رکھتے ہیں وہ بندہ صالح ومسلمان ہے مشرکین میں سے نہیں۔

اپنے برادران دینی کے حقوق کا خیال رکھنا

اپنے اردگرد کے معاشرے میں پائے جانے والے عمومی مسائل پر توجہ دینا اسلامی معاشرے کے افراد کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ دازی ہے۔ لوگوں سے کنارہ کش ہو کر رہنا اور اجتماعی مسائل سے بے خبر رہنا اور برادران مومنین کی ضروریات سے بے اعتنا رہنا ایک ناقابل قبول بہانہ ہے۔ لہذا اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اسکا شمار بھی شیعیان ویاوران امام زمانہؑ سے ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اسلامی بھائیوں کے حقوق کا بھی خیال رکھے۔ واضح طور پر اس بات کی نشاندہی ہو چکی ہے کہ پیروی امام زمانہ کا دعویٰ کرنے والا شیعہ ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ اپنی طرز زندگانی میں دوسروں کے حقوق غصب کیے بیٹھا ہو۔ ایسا فرد نہ صرف امام زمانہ کا یار و مددگار ہونے کے لائق نہیں بلکہ اسکا شمار دشمنان اہلبیت میں سے ہوگا۔

گو کہ برادران دینی کے حقوق کا خیال رکھنے کی سفارش متعدد مقامات پر کی جا چکی ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان میں سے چند اُمور کی نشاندہی کی جا رہی ہے:۔ حضرت امام جعفر صادقؑ حقوق برادران دینی کے ضمن میں اپنے ایک صحابی ''معلیٰ بن خنیس،، کیلئے حقوق برادران دینی کے سلسلے میں یوں تشریح

فرماتے ہیں:۔ ''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے؟ حضرت نے فرمایا: سات حق واجب ہیں اگر ان میں سے ایک کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو گویا وہ ولایت واطاعت خداوندی سے نکل گیا اور سے اطاعت وبندگی کا کوئی بھی صلہ نہیں ملے گا۔'' میں نے عرض کی اے میرے مولا وہ کون سے حقوق ہیں۔ امامؑ نے فرمایا ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم انہیں برباد نہ کر دو ان حقوق سے آگاہ ہونے کے بعد بھی ان پر عمل درآمد نہ کرو۔'' میں نے عرض کی:۔ ''لا قُوّت الّا بِالله'' پھر آپ نے فرمایا: ان میں سے سہل ترین یہ ہیں:

1۔ جو تم اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرتے ہو ویسا ہی اپنے لیے پسند کرو اور جو تم اپنے مسلمان بھائی کیلئے ناپسند کرتے ہو ویسا ہی اپنے لیے ناپسند کرو۔

2۔ یا جس بات سے تمہارا مسلمان بھائی غضبناک ہو اس سے پرہیز کرو اور جس کام میں اسکی رضاعت شامل ہو اسے انجام دو اسکے احکام کی اطاعت کرو۔

3۔ اسکی ہر طرح سے مدد کرو: دل جان ہاتھ پیر سے زبان سے، پیسے سے جیسے بھی ہو اسکی خبر گیری رکھو۔

4۔ اسکے لئے آنکھ، آئینہ اور راہنمائی کا کام انجام دو۔

5۔ ایسا نہ ہو کہ تم تو سیر ہو تمہارا پیٹ تو بھرا ہوا اور تمہارا مسلمان بھائی بھوکا ہو۔
تم سیراب ہو اور تمہارا مسلمان بھائی پیاسا ہو۔
تم تو اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہو اور تمہارا مسلمان بھائی بوسیدہ کپڑے پہنے ہو۔

6۔ اگر تمہارے پاس نوکر ہوں اور تمہارے مسلمان بھائی کے پاس کوئی بھی نوکر نہ ہو تو تمہیں چاہیے کہ تم اسکے پاس اپنے نوکر کو بھیجو تا کہ وہ اسکے کپڑے دھوئے، اسکے

لیے کھانا تیار کرے اور اسکا بستر ٹھیک کرے۔

7۔ اپنے مسلمان بھائی کی ذمہ داریوں سے عہدہ براہونے میں اسکی مدد کرو اور اس کو قسم اور عہد (اگر نذر و قسم و عہد کر رکھا ہو) سے نجات دلاؤ۔

اسکی دعوت کو قبول کرو ٹھکراؤ نہیں۔ بیماری میں اسکی عیادت کرو، فوت ہو جانے پر اسکے جنازے میں شرکت کرو، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اسے کوئی حاجت ہے تو اسکی حاجت روائی میں جلدی کرو (ایسا نہ ہو کہ) قبل اسکے کہ وہ تمہارے آگے ہاتھ پھلائے بلکہ اسمیں پہل کرو اسکے بعد امام جعفر صادقؑ نے اپنے جملوں کا اختتام یوں کیا: "فاذا فعلت ذلک وصلت ولایتک بولایت وولایت بولایتک" جب تم ایسا کرو گے تو گویا تم نے اپنی دوستی کو اسکی دوستی میں اور اسکی دوستی کو اپنی دوستی میں پرو کر دیا۔

اگر چہ ایک شیعہ و منتظر امام زمانہؑ اپنے موجودہ معاشرے میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ لاسکے (حالانکہ یہ ناممکن نہیں) پر کم از کم جتنا اسکے اختیار میں ہے کمزور و بے سہارا لوگوں کی دادرسی تو کر سکتا ہے اور انکے ساتھ نرمی و مہربانی سے تو پیش آسکتا ہے۔ اس نیک کام میں سستی سے احتراز کرے۔ دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، اپنی ذمہ دایوں کو پورا کرے۔ دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکلات جان کر انہیں دور کرنے کی کوشش کرے۔ دوسروں کی کم مائگی کا بوجھ رہبران کے کاندھوں پر نہ ڈال دے۔ مجموعی طور پر اپنے دینی برادران کے حقوق کی خبر گیری کرتا رہے اور انکے حقوق کو اپنے حقوق پر مقدم جانے۔

اس زمانے میں جب دوران غیبت امام زمانہ حضرت امام مہدی آخرالزمان (ع) کا آخری زمانہ ہو گا فتنوں اور غارتگری کی بھرمار ہو گی ابھی ایک ختم نہ

ہونے پائے گا کہ دوسرا فتنہ سر اُٹھائے گا۔ لوگوں کی بے سروسامانی میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس موقع پر جو لوگ ظلم و ستم کا شکار ہونگے انکے حقوق پامال ہونگے۔ لوگ اپنے جائز حقوق سے محروم ہونگے۔ اس نازک موقع پر منتظران امام کی دوہری ذمہ داری ہوگی ایک خبر گیری دوسرے اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کا دفاع کرنا جو کہ بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ہی وہ موقع ہے کہ شیعیان و منتظران امام کو چاہیے کہ وہ اپنی پوری توانائی کے ساتھ ان فتنوں اور ناانصافیوں کو لگام دیں اور بے سہارا و ستم رسیدہ افراد کی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور انکے حقوق کی واپسی کیلئے ایک لمحہ کیلئے بھی آرام سے نہ بیٹھیں۔ اس طرح وہ شخص اپنے امام زمانہ کے لطف و کرم سے انکے رضا و خوشی کا حقدار ٹھہرے گا۔ حکومت الٰہی کے قیام کا مقصد بھی یہ ہی ہے کہ ہر طرف عدل و انصاف کا چرچا ہو مظلوموں کی دادرسی ہو۔ ایسے شخص کا شمار امامؑ کے مددگاروں میں ہوگا۔ اور اگر وہ آپؑ کے ظہور سے پہلے فوت ہو جائے تو اسکا شمار شہیدوں میں ہوگا۔

غیبت امام زمانہ (ع) کے دوران عوامی خدمت

آئمہ معصومین کے پُرنور ارشادات کے ذریعے انسانی خدمت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس ضمن میں ان مقدس ہستیوں کی جانب سے روایات واحادیث کی ایک بڑی تعداد ہمیں ملتی ہے جس میں خاص طور پر شیعیان و منتظران امام زمانہ کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طور پر خود بھی اور لوگوں کو بھی ائمہ طاہرین کو نمونہ عمل کے طور پر پیش کرتے ہوئے انسانی خدمت کی ترغیب دیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر سے شریک ہوں۔ چاہے اس کام میں انہیں

اپنا ہی آرام وسکون کیوں نہ برباد کرنا پڑے۔ آخر وہ کس کے ماننے والے ہیں اس علیؑ کے چاہنے والے جو اپنے آرام وسکون کو چھوڑ کر کوفہ کی جان سوز گرمی کے موسم میں مظلوموں و بے آسرا لوگوں کی دادرسی دپناہ گاہ فراہم کرتا ہے۔ سعد ابن قیس ہمدانی نے علی کے اسی طرز عمل کو دیکھ کر تو پوچھا تھا مولا اتنی تیز گرمی اور آپ اسوقت یہاں جواب میں مولا نے فرمایا:۔ "مَاخَرَجْتُ اِلّا لِأعِینَ مَظْلُوماً اَوْاُغیثُ مَلْھُوناً"۔

یہاں پر مولائے متقیان نے اس بات کی سختی سے ممانعت کی ہے کہ خبردار اس بے لوث انسانی خدمت کے دوران کہیں تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی شہرت دکھاوا یا احسان جتانے جیسے خیال نہ آنے پائیں ورنہ تمہاری ساری جدوجہد رائیگاں چلی جائیگی۔ اسی سلسلے میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"من مشی فی حاجتہ اخیہ المومن کتب اللہ عزوجل لہ عشر حسنات ورفع لہ عشر درجات وحط عنہ عشر سیئات واعطاہ عشر شفاعات"

جو کوئی اپنے مومن بھائی کی حاجت راوئی کیلئے قدم بڑھائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسکے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا۔ اور اسکا قدم دس درجہ بلند فرمائے گا۔ اسکے دس گناہ معاف کردے گا اور اسکو روز قیامت دس آدمیوں کی شفاعت کا حق حاصل ہوجائے گا۔ آپؑ نے ایک اور مقام پر فرمایا:۔

جس شخص نے اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے قدم بڑھائے گویا اس نے صفاومروہ کے درمیان سعی انجام دی۔ اور جس شخص نے اپنے برادر مومن کی تکلیف دور کی گویا اس نے راہ خدا بدر واحد میں جنگ کے دوارن اپنے ہی خون

میں غلطان ہوا۔ خدا کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ قوم اپنے ہی معاشرے کے ضرورت مندوں کی خبرگیری سے غافل ہو۔ عوامی خدمت کی ذاتی قدرومنزلت ہے ہی اسکے ساتھ غیر مومن وغیر مسلم کی خبرگیری بھی ایک بلند مقام رکھتی ہے اس مقولہ کے تحت "الخلق عیال اللہ" ساری مخلوق اللہ کی ہے۔ جس طرح سورج کی تمازت ہر ذی روح پر پڑتی ہے مسلم پر بھی اور کافر پر بھی۔ اس میں کوئی امتیاز نہیں برتتا۔

حضرت امام موسیٰؑ کاظم فرماتے ہیں:۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کرہ زمین پر ایسی مخلوقات پائی جاتی ہیں جو لوگوں کی ضروریات کی تلاش میں رہتی ہے۔ ایسی ہی ہستیاں قیامت کے روز بے حد مطمئن و بے خوف ہونگی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔ "قَالَ اللّٰہ عَزَّوجَلَّ: اَلْخَلْقُ عیالی فَاَحَبُّھُمْ اِلی اَلْطَفُھُمْ بِھِمْ وَاَسْعاھُمْ فی حَوَائِجِھِمْ"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ساری خلقت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے یہ سب میرے گھر کے افراد ہوں ان میں میرے نزدیک محبوب ترین فرد وہ ہے ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے انکی حاجت روائی میں کوشاں رہے۔"

عبداللہ نجاشی جو کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے دوستوں میں سے تھے انہیں جب خلیفہ وقت کی جانب سے صوبہ اہواز کا گورنر مقرر کیا گیا انہوں نے امام کو ایک خط لکھا جس میں طرزِ حکومت کی ہدایات کی درخواست کی آپ نے انکے خط کے جواب میں یوں لکھا:۔ تمہارا خط پڑھنے کے بعد جس میں بحیثیت گورنر تمہاری تقرری کا پڑھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی تو دوسری طرف ملال بھی ہوا خوشی اس بات پر ہوئی کہ شاید خداوند کریم تمہارے ہی وسیلے سے مظلوموں کی دادرسی، دوستانِ آل

محمد کو مصائب سے نجات ملے۔ان میں سے ذلت وخواری میں مبتلا مومنین کو عزت نصیب ہو، مفلسوں کو تن ڈھانپنے کے کپڑے نصیب ہوں کمزوروں کو توانائی ملے اور وہ مخالفین کے شر سے محفوظ رہیں۔ جس بات سے مجھے ملال ہوا وہ یہ کہ مجھے تمہاری طرف سے بڑی تشویش ہے کہ کہیں تم سے اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت نہ ہو جائے جسکے اثر میں تم بہشت کی خوشبو سے محروم نہ ہو جاؤ۔ خدمت خلق کی فضیلت کہیں زیادہ ہے، ایک ہزار حج مقبول سے، ایک غلام کو آزاد کرنے سے، اور راہ خدا میں ایک ہزار سامان سے لدھے گھوڑوں کو انکے زین ولگام کے ساتھ خیرات کرنے میں۔

(کتنا حسین تصور ہوتا ہے جب انسان کسی اجتماعی المیہ کے دوران مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کر کے سکون حاصل کرتا ہے)

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ شخص جو ہمہ وقت اپنے آپ کو تیار و دستیاب رکھتا ہے تا کہ وقت ظہور امام انکے لشکر میں شامل ہو کر سارے جہان سے ظلم وستم کی بیخ کنی کر سکے اور عدل وانصاف کی فراہمی میں پیش پیش ہو وہ اس موقع پر کیسے خاموش تماشائی بنا ہے اور تمام حالات سے بے اعتنائی برتے؟

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: ”تم میں سے جو طاقتور ہیں وہ لاچاروں وناتوانوں کی مدد کریں اور دولت مند غریبوں کی خبر گیری کریں۔ جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو ویسی ہی چیز تم اپنے دینی بھائیوں کیلئے بھی پسند کرو، تمہیں چاہیے کہ اسرار ورموز آل محمد کی حفاظت کرو نہ کہ انہیں فاش کرو، لوگوں کو ہمارے خاطر پریشانی میں نہ ڈالو۔

اگر تم نے ہمارے کہنے پر عمل کیا تو تم میں سے ہر ایک چاہے اس دنیا سے

گذر ہی کیوں نہ جائے۔ اور اسکی اپنے امام سے ملاقات بھی نہ ہوئی ہو اسکا شمار شہیدوں میں ہوگا۔“ ان تمام گذارشات کا حتمی نتیجہ یہ ہی نکلتا ہے کہ وقت کے حساب سے ہر زمان ومکان میں شیعیان ومنتظران امام زمانہ مکمل طور پر اپنی ذمہ داریوں کو جانیں۔ اسلامی احکام کی پابندی کریں خدمت خلق کے سلسلے میں اپنے عہد پورا کریں۔ تمام انحرافات وخرافات سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ اللہ سے پناہ مانگیں۔ اپنے آپ کو حضرت حجت القائمؑ کے مخلص دوستوں کی صف میں شامل کریں۔ اپنے سارے امور خالصتاً اللہ کی خوشنودی کیلئے انجام دیں جو ہر قسم کی ریاکاری سے پاک ہوں ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر احسان جتا کر اور ریاکاری کے وجہ سے اپنی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگیں جو انکے امام سید الساجدین نے مانگا تھا۔ یعنی بغیر کوئی احسان جتائے لوگوں کی خدمت کی توفیق ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّد وَاَجْرِ لِلنَّاسِ عَلٰی یَدَی الْخَیْرَ وَلَا تَمْحَقْهُ بِالْمَنِّ“ پروردگارا محمد وآل محمد پر درود بھیج اور میرے ہاتھوں کو لوگوں کے لئے کارہائے خیر انجام پذیر ہوں اور کہیں یہ ساری نیکیاں احسان جتانے کے سبب ضائع نہ ہو جائیں۔

معاشرے کے مسائل پر توجہ اور ان میں پائی جانے والی خامیوں کا ازالہ

اگر ہم اسلامی معاشرے کو ایک انسانی جسم کی تشبیہ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اب اگر جسم کے کسی ایک عضو کو نقصان پہنچتا ہے یا وہ حصہ سخت تکلیف میں ہو تو اس سے اسکا پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے جب تک اس نقص کی اصلاح نہیں ہو جاتی زندگی کی حرکت منجمد رہتی ہے۔ یہ ہی حال اسلامی معاشرے کا بھی ہے۔

اس معاشرے کے ہر فرد کی اہمیت الگ الگ ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک مثالی معاشرہ کی کامیابی میں اتحاد و ہم آہنگی کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ معاشرہ کی ترقی و تابنا کی کیلئے اتحاد و ہم آہنگی ایک اہم عنصر کا کام انجام دیتا ہے جس کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ بدنِ مردہ میں بھی جان پیدا کی جاسکتی ہے۔ لہذا زمانہ غیبت امام زمانہؑ بھی ایسے ہی جذبہ کا متلاشی ہے اور شیعیان و منتظران امامؑ بھی اسی پر توجہ کا طالب ہے تا کہ اسلامی معاشرہ بے توجہی کا شکار نہ ہونے پائے۔ معاشرہ کے مسائل سے بے توجہی، بے اعتنائی، کنارہ کشی جیسے عذر نا قابل قبول ہیں چنانچہ ائمہ معصومین کی جانب سے ایسے رویوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

پیغمبرؐ اسلام فرماتے ہیں:۔ جو شخص اپنے شب و روز مسلمانوں کے اُمور کی اصلاح پر توجہ دیے بغیر گزارے وہ شخص مسلمان نہیں ہر قسم کی گوشہ نشینی اور اسلامی

اجتماعات سے دوری اختیار کرنا دین اسلام سے دُوری کے مترادف ہے۔ اس سلسلے میں وضاحت کے طور پر نماز کی مثال پیش خدمت ہے۔ جب ہم نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں ہمیں چاہیے کہ نماز کے دوران ادا کیے جانے والے الفاظ کا بغور جائزہ لیں تو ہم پر واضح ہوگا کہ اسکا حکم اجتماعی ہے نہ انفرادی اب سورہ الحمد کو پڑھیے ساری آیتوں میں جمع کے کا صیغہ استعمال ہوا ہے مثلاً "ایاک نعبد وایاک نستعین" ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں ہم سب تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اھدنا، ہم کو علیھم، ان پر۔

اور اس سلسلے کی دوسری ترجیح جسکی ائمہ معصومین کی طرف سے بارہا تاکید کی گئی ہے وہ ہے اسلامی اجتماعات حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔ جو شخص بھی اسلامی اجتماعات میں بالشت برابر بھی رکاوٹ بنے اسکے گردن سے عہد ایمانی ساقط ہو جائے گا۔ (یعنی وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا)۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:۔

"والزموا عماعقد علیه حبل الجماعة"

جو بندھن تمہارے آپس کے تعلقات کو جوڑنے کا سبب بنا ہوا ہے خبردار اسے کبھی کمزور نہ ہونے دینا غالباً اس سے مراد دینی اجتماعات و نماز با جماعت ایک اسلامی معاشرہ میں باہمی تعاون ایک روشن و درخشاں مستقبل کیلئے ماحول سازی کے سلسلے میں بہت اہمیت رکھتا ہے جتنے آپسی تعاون و روابط زیادہ ہونگے ترقی رفتار بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی اور آگے بڑھ کر اس قوم پر مثبت و دور رس اثرات ظاہر ہونگے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم و جس معاشرہ نے اس قاعدہ و اُصول کو اپنایا وہ ترقی کرتا گیا اور اس کے برعکس جس قوم و جس معاشرہ نے اس اصول کو نظر انداز کیا

اوراجتماعیت سے راہ فراراختیار کرنے کی کوشش کی تباہی و بربادی اسکا مقدربنی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ہمارے ائمہ طاہرین ہمیشہ اجتماعی مسائل میں بھائی چارگی، باہمی تعاون ایک دوسرے کی مدد کرنے پر زور دیا ہے۔ اور ہمیں آگے بڑھنے کا درست راستہ دکھایا ہے۔ رسول اللہؐ کا ارشاد گرامی ہے:۔ ''ایک مومن کی ایک دوسرے مومن کے ساتھ دوستی وغمگساری بالکل ایسے ہے کہ جیسے اعضائے جسمانی جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے باقی سارے اعضاء بھی تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔'' حقیقت میں اگر یہ ہی احساس ہمارے معاشرے میں پیدا ہوجائے تو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری ترقی بے مثال ہوجائے گی۔ مطلوبہ مقاصد کے حصول کیلئے دوسرا اہم عنصر جو کارفرما ہے وہ ہے باہمی اتحاد و پیوستگی۔ ایک ایسا عوامی طاقت کا طوفان جسکی بپھری ہوئی لہروں کے سامنے بڑی سے بڑی باطل وسرکش طاقت خس وخاشاک کی طرح بہہ جائے حضرت امام مہدیؑ آخرالزمان کی حکومت الٰہی کیلئے ایسے ہی بپھرے ہوئے طوفان کی ماحول سازی کی ضرورت ہے۔ لہذا مومنین کو باہمی رنجش اور اپنے فروعی اختلافات کو بھلا کر اپنے مشترکہ دشمن سے مقابلہ کیلئے اتحاد وہم آہنگی کے ذریعے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہونا ہے اور اپنے مصلح جہانی کے ظہور کی راہ ہموار کرنی ہے۔ دشمن سے مقابلہ کے دوران اسی اتحاد و پیوستگی کے سبب انکی طاقت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اسکی مثال بارش کے اس قطرہ کی ہے جو ایک اکیلا تو کچھ نہیں البتہ سارے قطرے آپس میں پیوستگی کے ساتھ برستے ہیں تو ایک سیلاب کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں۔ اب مضبوط ترین بند بھی اسکا راستہ نہیں روک سکتا۔ پیغمبر اسلامؐ کا فرمان عالیشان ہے: ''المومن للمومن کالبنیان یشید بعضه بعضاً۔''

''باایمان افراد آپس میں ایک دوسرے کیلئے ایسے ہیں جیسے کسی عمارت کی اینٹیں جو ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔''

زمانہ غیبت کے دوران منتظرین امام کو بھی اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ وہ ہر موقع و ہر سانحہ پر اپنی اجتماعی حاضری کو موثر بنائیں اور اسمیں غفلت نہ برتیں۔ اور کوشش کریں کہ معاشرہ کی خامیوں کو دور کریں۔ اسکے لیے ہر فرد کو اپنی اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانی پڑے گی۔ اسکی ایک مثال یہ ہے کہ معاشرے میں جب تک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو عام نہیں کیا جائے گا اور اسلام کے منافی بیہودہ خُرافات کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا مقصد تک پہنچنے میں تاخیر ہوگی۔ یاد رہے کہ واقعہ کربلاء کے حوالے سے حضرت امام حسینؑ کے قیام کا مقصد بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اُجاگر کر کے معاشرے کی اصلاح تھا کیوں کے دین اسلام کی شکل کو بگاڑا جا رہا تھا۔

ہر ایک شیعہ ومنتظر امام اُس کو چاہیے کہ وہ اصلاح معاشرہ کی خاطر اپنے اپنے حصہ کی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کوشاں رہے۔ حق وانصاف کی خاطر ظلم وحق تلفی کے خلاف آواز اٹھائے، مصلح جہانی (ع) کے منتظر کو خود بھی صالح و مصلح بننا پڑے گا۔

عدالت و پارسائی کے زیور سے آرستہ ہونے کا واحد ذریعہ تقویٰ الٰہی ہے۔ شریعت مقدس اسلام نے ہر قسم کے اخلاقی سیاسی واجتماعی فساد سے نبرد آزما ہونے کے عمل کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے تعبیر کیا ہے۔ فقہ اسلامی کی نظر میں یہ ایک واجب شرعی فریضہ ہے۔ اسے انجام دینے والے کو مصلح کہا جاتا ہے۔

اسلام میں اسکی خاص اہمیت ہے جیسا کہ ان آیات واحادیث میں کیا گیا ہے:۔

''کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَتْ للنّاسِ تَامُرونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنْھَونَ عَنِ

الـمُـنـكَرِ وَتُؤمِنونَ باللّٰهِ ...." تم لوگ معاشرے کے بہترین انسانوں میں سے ہو جو لوگوں کو بھلائی کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے:۔"یا أَیُّھَاالنّاس اِنَّ اللّٰهَ یَقُولُ لکُمْ: مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنْھَوعَنِ المُنْکَرِقَبْلَ انْ تَدعُو فَلا أُجیبَ لَکُمْ وَتسَألونی فَلا أُعطیکُمْ وتَستَنْصِرُونی فَلا انصُرَکُمْ" اے لوگوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو قبل اس کے کہ تم مجھے یاد کرو اور میں کوئی جواب نہ دوں، تم مجھ سے درخوست کرو اور میں تمہیں محروم کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری کوئی مدد نہ کروں۔" حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:۔ان الامر بالمعروف وانھی عن المنکر سبیل الانبیاء ومنھاج الصلحاء فریضة عظیمة بھا تقام الفرائض وتامن المذاھب وکل المکاسب وتردا المظالم وتعمر الارض وینتصف من الائداء ویستقیم الامر ۔ بیشک امر بالمعروف ونہی عن المنکر پیغمبروں کا راستہ ہے۔ صالحین کا طریقہ کار ہے۔ یہ ایک بہت ہی عظیم فریضہ ہے۔ کہ جس کے توسط سے سارے دینی فرائض انجام پذیر ہوتے ہیں۔ روزگار حلال ہوتا ہے۔ مظالم دور ہوتے ہیں زمین آباد ہوتی ہے۔ دشمنوں سے انتقام لیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی کی ترتیب منظم ہو جاتی ہے۔

منتظران امام زمانہؑ کے اہم فرائض میں سے ایک فریضہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کو ہر قسم کے منکرات سے محفوظ رکھنا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے حکومتی اہلکاروں کو مناسب طریقہ سے ان منکرات سے روکنا ہے۔

چاہے اسکے لیے اسوۂ حسینی پر ہی عمل کیوں نہ کرنا پڑے۔ جیسا کہ حضرت

امام حسینؑ نے پوری انسانیت کو شہادت کے ذریعے ایک عظیم درس دے کر اسلامی احکام پر عمل کرنے کی صحیح راہ دکھائی۔ امیر المومنینؑ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں حکومتی پہلو کی یوں توضیح کی ہے:۔

"اِنَّ الامَرِبالْمَعْرُوفِ وَانھی عَنِ المُنکَرِ لا یُقرّبانِ من أجلٍ ولا یَنْقُصانِ مِن رزقٍ، وافضلُ مِن ذلِک کلّه کلمةُ عدلٍ عنه امام جائر"

آپؑ فرماتے ہیں: امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے نہ تو موت قریب آتی ہے اور نہ ہی رزق میں کمی ہوتی ہے۔ مگر سب سے بڑا کارنامہ یہ کہ ظالم وجابر حاکم کے سامنے اپنی زبان سے کلمۂ حق جاری کرنا ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"من مشی الی سلطان جائر فامره بتقوی الله ووعظه وخوفه کان له مثل اجر الثقلین من الجن والانس ومثل اعمالهم"

"جو کوئی ظالم وجابر حکمران کے سامنے جائے اور جرارتمندانہ طریقہ سے اسے خوف خدا دلائے اسے وعظ ونصیحت کرے اللہ تعالیٰ اسکا اجر وثواب جن وانس کی عبادت کے برابر اسے عطا کرے گا۔" اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے ملکی حکمرانوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین کو ایک عظیم ترین جہاد قرار دیا ہے:"فضل الجهاد کلمة عدل عند امام جائر" برترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے اپنی زبان سے کلمہ حق جاری کرنا ہے۔

لہٰذا ہر طریقہ فکر جسکی خواہش ہو کہ بشریت کو سعادت کی بلندیوں تک پہنچائے اسے چاہیے کہ وہ اپنے اردگرد موجود افراد پر انفرادی واجتماعی طور پر توجہ دے اور انکے آپسی تعلقات وروابط کے فروغ کیلئے کوشاں رہے۔ مثال کے طور پر

اگر کوئی شخص باہر سے آ کر ایک ایسے علاقہ میں زندگی بسر کرنے لگے جہاں کے لوگ (گھٹن زدہ) کے مالک ہوں، آدم بیزار ہوں گوشہ نشین ہوں، بے حس ہوں ظاہر ہے نیا آنے والا شخص بھی انہیں کے رنگ میں رنگ جائے گا اسکی ساری صلاحتیں زنگ آلود ہو جائیں گی۔ان تمام حالات سے بچنے کا واحد راستہ ان ہی دو فرائض سے جاملتا ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ،اسلام ہی ہمیں اس بات کا سبق دیتا ہے کہ ہر مسلمان کا مقدر ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔

پیغمبر اکرم اسلام کی اجتماعی قدروں کی پہچان کچھ اس طرح کرواتے ہیں:۔

آپ فرماتے ہیں۔

معاشرہ میں لوگوں کی مثال ان افراد جیسی ہے جو ایک کشتی میں سوار سفر کر رہے ہیں ان میں سے ایک فرد اٹھتا ہے اور اپنی نشست کے نیچے کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیتا ہے۔اور یہ کہتا ہے بھی جاتا ہے کہ مجھے تو کسی سے کوئی سروکار نہیں میں تو صرف اپنی نشست کے نیچے سوراخ کرر ہا ہوں۔کیا یہ ممکن ہے کہ کشتی میں سوار دوسرے افراد خاموش رہیں اور تماشا دیکھتے رہیں؟اور بالکل اسی طریقہ سے جو شخص معاشرے میں موجود برائیوں اور بدکاریوں سے چشم پوشی کرے تو اسکا نقصان فرد واحد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو پہنچے گا ویسے ہی جیسے کشتی میں بھرنے والا پانی نہ صرف کشتی میں سوراخ کرنے والے کو غرق کرے گا بلکہ کشتی میں سوار تمام افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کی ایک بہت بڑی واجب عبادت میں شمار ہوتی ہے۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ قیامت کے روز تمام برائیوں اور بدکاریوں کو دیکھنے کے باوجود خاموشی اختیار کرنے والے کو اس خاموشی کی سزا ضرور ملے گی۔کیا اسکے بعد بھی ہم اپنے اردگرد کے حالات

سے بے اعتنائی کریں؟و بے خبری سے گذر جائیں گے؟

لہٰذا ہماری کوشش یہ ہی ہونی چاہیے کہ ان دونوں فرائض کو احسن طریقہ سے ادا کریں اور دوسروں کو بھی اسکی تلقین کریں۔پہلے خود عمل کریں بعد میں دوسروں کو نصیحت کریں، پہلے اپنی اصلاح کریں بعد میں دوسروں کی۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔"اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم" "آیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو" یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ ہر وہ کام جو صحیح طور طریقہ سے انجام دیا جائے اسکا نتیجہ بھی بہتر ہی برآمد ہوتا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی یہ ہی صورتحال ہے۔یعنی اگر اس فریضہ کو درست پیرائے کے ساتھ انجام نہ دیا جائے گا تو اسکا نتیجہ بھی اُلٹا نکلے گا۔جو کہ نہ صرف معاشرے پر اپنے غلط تاثرات چھوڑے گا بلکہ اس سے معاشرے میں ایک قسم کی نفرت و بیزاری اور ایک دوسرے سے باہمی رابطوں کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے گا جسکا انجام اس معاشرے کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

لہٰذا ایک شیعہ مسلمان فرد کیلئے یہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک قیمتی اثاثہ ہے۔خاص طور پر حقیقی منتظران امام مہدی (ع) آخر الزمان پر تو اسکی کچھ زیادہ ذمہ داری ہے۔

اپنے امام کے ظہور کیلئے راہ ہمواری و ماحول سازی کرنے والے اپنے آقا کی پیروی میں پیش پیش ہوں اور منکرات کے خلاف صف آرا ہوں، اور حتی الامکان انکی بیخ کنی کریں۔دوران غیبت امامؑ زمانہ انکی یہ ہی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔اپنے اس عمل سے اپنے آقا و مولا کی رضایت و خوشنودی کے حصول کی خاطر اپنی عملی تیاری کا ثبوت دیں۔

حضرت مہدیؑ آخرالزماں

''اپنے آقا و مولا (عج) کی خدمت میں

تحائف پیش کرنا''

منتظران امام مہدی (عج) کے فرائض میں سے ایک فریضہ اپنے امام زمانہ کی خدمت میں تحائف پیش کرنا ہے۔ اب تحائف سے مراد یہ مادی و دنیوی تحائف نہیں بلکہ یہ معنوی تحائف کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اسکا یہ طریقہ کار کچھ ایسا ہے کہ عاشقان امام زمانہؑ کچھ ایسے اعمال بجالاتے ہیں جنکی ادائیگی کے بعد ان اعمال کے ثواب کو اپنے امام کی خدمت میں ہدیہ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض اعمال امام زمانہ کی طرف سے انجام دیے جاتے ہیں جس سے نہ صرف امام زمانہ بلکہ خدا بھی خوش ہوتا ہے بلکہ ان کا ثواب خود کار ثواب انجام دینے والے کو ہی ملتا ہے۔ ایک معتبر روایت ابو بصیر حضرت امام جعفر صادقؑ نقل فرماتے ہیں:۔

''جو کوئی ایصال ثواب کی خاطر اپنے اس عمل خیر کا ثواب اپنے والد یا کسی قرابت دار کو ہدیہ کرتا ہے وہ ثواب مرحوم کے گرد طواف کر کے واپس اسی ارسال کنندہ کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے ہے جو کوئی اپنے کسی عزیز کی طرف سے طواف خانہ کعبہ کرتا ہے اسکا ثواب بھی پلٹ کر اسی کو پہنچ جاتا ہے۔'' اب اگر کوئی نیک عمل امام زمانہ کی نیابت میں انجام دیتا ہے اور اسکے ثواب کا ہدیہ امام زمانہؑ کی

خدمت میں ارسال کرتا ہے تو اسکے ثواب کی جزاء کتنی ہوگی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مومنین کرام کو محمد و آل محمدؐ کے صدقہ میں ایسے ہی کارہائے خیر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں پر چند ایسے اعمال کا تذکرہ کرتے چلیں جنہیں ہم ہدیہ کے طور پر اپنے امام کی خدمت میں پیش کرسکتے ہیں۔

1۔ قرآن پاک کی تلاوت کا ہدیہ

امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں

اس عمل کی فضیلت کے بارے میں شیخ محمد یعقوب کلینی کی نقل کردہ روایت جسکا ذکر (اصول کافی) میں ہے انہوں نے علی بن مغیرہ سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰؑ کاظم سے عرض کی؟؟ آقا میرے والد نے آپکے جد امجد سے ہر شب کو ایک قرآن مجید کے ختم کے بارے میں پوچھا تھا، آپکے جد بذرگوار نے فرمایا تھا کہ: وہ پورا قرآن پڑھ کر آپکیؑ خدمت میں ہدیہ کرتے تھے تو کیا ماہِ رمضان میں بھی؟ آپکے جد نے (ایسا کرنا) فرمایا تھا: ہاں ماہ رمضان میں بھی میرے والد نے آپؑ کی خدمت پیش کیا تھا۔ ہاں، جتنا مجھ سے ہوسکتا تھا؟ اسکے بعد میرے والد قرآن پاک کا چالیس بار ختم کرتے تھے؟ ان کے بعد میں نے بھی اسی طرح ختم کیا۔ کبھی کبھی اس سے زیادہ پڑھ دیا کرتا تھا اور کبھی اس سے کم بھی۔ اسی طرح ہر مرتبہ عیدالفطر تک کبھی ختم قرآن کا ثواب رسول اکرمؐ کی خدمت میں ہدیہ کرتے تھے تو کبھی مولا علیؑ کی خدمت میں تو کبھی جناب فاطمہؑ زہرا

کی خدمت میں یہاں تک کے آپکے نام تک فرداً فرداً ہر امام کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتے تھے۔ مولا اس کا کیلئے میرا کیا انعام ہوگا؟ مولا امام موسیٰؑ کاظم نے فرمایا: تمہارا انعام یہ ہوگا کہ تم قیامت کے روز ان ہی ہستیوں کے ساتھ محشور ہوگے۔ میں نے عرض کیا: اللہ اکبر میرے لیے اتنا بڑا انعام!؟ امام نے جواب دیا: ہاں۔

بس کتنا اچھا ہو کہ شیعیان ومنتظران امام (عج) زمانہ اپنے آقا کی خدمت میں قرآن کی تلاوت کا ہدیہ پیش کریں تا کہ اس عمل کے ذریعے وہ اپنے امام کا قرب حاصل کریں یقیناً اسکے جواب میں وہ ہم کو بے پایاں فیوض وبرکات سے مستفید کردینگے۔

2۔ امام زمانہ کی خدمت میں نمازوں کا ثواب ہدیہ کرنا۔

وہ ایسے کہ جب کوئی مومن ومنتظر نماز پڑھے تو اس نماز کا ثواب اپنے امام زمانہ کی خدمت میں ہدیہ کردے۔ اس نیک کام میں نہ کوئی حد مقرر ہے اور نہ کوئی وقت بس جب بھی موقع ملے۔ جہاں تک نمازوں کی تعداد کا تعلق ہے تو اس بات کا انحصار محبوب کی محبت پر ہے۔ آپکی اپنے مولا سے کتنی محبت ہے کتنی وابستگی ہے۔ آپ میں کتنی طاقت ہے، اسکی فضیلت کے بارے میں ایک روایت کے مطابق جسے سید بن طاوٴس نے اپنی کتاب ''جمال الاسبوع'' میں نقل کیا ہے اسکی جانب اشارہ کرتے چلیں۔

''ابو محمد صمیری سے منقول ہے: وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بجلی نے اپنے زمانے کے امام سے نقل کیا ہے'' وہ کہتے ہیں۔

جو شخص اپنی نمازوں کے ثواب کو ہدیہ کرے گا رسولؐ خدا کی خدمت میں، یا امیر المومنین حضرت علیؑ یا ہر ایک امام کا نام لیکر انکے نام ہدیہ کرے تو خداوند کریم ان نمازوں کے اجر وثواب اتنا زیادہ ہے کہ کہیں گنتے گنتے سانس تھک نہ جائے یعنی روح اسکے جسم سے نہ نکل جائے، پھر اس سے کہا جائے گا اے فلاں تمہارا بھیجا ہوا ہدیہ ہم تک پہنچ گیا۔ آج تمہاری نیکیوں کی جزاء کا دن ہے۔ تمہیں اسکی خوشی مبارک ہو، تمہاری آنکھیں روشن ہوں۔ یہ عطیہ لطف الٰہی تمہیں مبارک ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے امام سے عرض کیا وہ اپنی نماز کا ثواب کس طرح ہدیہ کرے۔ طریقہ کیا ہے؟ مولا نے فرمایا: ''پہلے نیت کرے کہ میں نے اس نماز کے ثواب کو ہدیہ کیا۔'' رسولؐ خدا کی خدمت میں اسی طرح نماز کا ہدیہ امام زمانہ کی خدمت میں کیا جاسکتا ہے جس کی تفصیل کتاب ''مکیال المکارم'' میں درج ہے۔ وہ اسطرح:۔

مستحب ہے کہ ہر انسان جمعہ کے روز آٹھ رکعت نماز پڑھے چار رکعت کا ثواب رسولؐ خدا کی خدمت میں اور چار رکعت کا ثواب حضرت فاطمۃ الزہراء کی خدمت میں پیش کرے۔

اسی طرح ہفتہ کے دن چار رکعت کا ثواب حضرت امیر المومنین علیؑ بن ز بی طالب کی خدمت میں اسی ہفتہ کے ساتوں دن چار چار رکعت کا ثواب کا ہدیہ ہر معصوم کی خدمت میں ارسال کرے۔ جمعرات کے دن چار رکعت کے ثواب کا ہدیہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں ارسال کرے۔ ہر دو رکعت کے درمیان یہ دعا پڑھے:۔

"اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام حینا ربنا منک السلام اللھم ھذہ الرکعات ھدیة منی الی فلان ابن فلان فصل علی محمدؐ وآل محمدؐ وبلغہ ایاھا واعطنی املی ورجائی فیک وفی رسولکؐ صلواتک علیہ وآلہ"

بار الہا تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی کی ابتداء تجھ ہی سے ہے اور انتہا بھی تجھ ہی پر ہے پروردگارا ہماری سلامتی کو دوام بخش، بار الہا ان نمازوں کے ثواب کا ہدیہ میری طرف سے فلاں ابن فلاں کو پہنچے۔ اور محمد وآل محمد پر درود و سلام بھیج اور میرے اس تحفہ کو ان تک پہنچا دے محمد وآل محمدؐ کے صدقہ میں میری خواہشوں کو پورا فرما۔

3۔ امام زمانہ کی طرف سے طواف خانہ کعبہ

حجۃ الاسلام و مرد ثقہ، شیخ کلینیؒ نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں خود اپنی ذمہ داری پر موسی ابن قاسم کی طرف سے روایت کی ہے جنہوں نے حضرت امام محمد ابن علی التقی الجواد سے عرض کی:۔ مولا میں چاہتا تھا کہ آپکی طرف سے طواف خانہ کعبہ کروں لیکن مجھ سے کہا گیا کہ اوصیاء کی نیابت سے طواف کرنا درست نہیں۔ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جس قدر طواف کرنا چاہو کر سکتے ہو کہ یہ جائز ہے۔ پھر اس کے تین سال بعد آنحضرت سے میں نے عرض کیا مولا میں نے آپکی طرف سے اجازت ملنے کے بعد توفیق خداوند کے سبب آپکی طرف سے اور آپکے والد کی طرف سے طواف خانہ کعبہ کیا، اسکے بعد میرا دل چاہا کہ ایک اور عمل بھی کر لوں سو میں نے وہ عمل بھی کر لیا۔ امام جوادؑ نے پوچھا کہ وہ کونسا عمل تھا؟

میں نے عرض کی ایک دن میں نے رسول خدا کی طرف سے بھی طواف کیا مولا نے تین مرتبہ صلوات پڑھی پھر میں نے عرض کی کہ دوسرے دن امیر المومنین حضرت امام علیؑ کی طرف سے طواف کیا اور تیسرے دن حضرت امام حسنؑ کی طرف سے چوتھے دن امام حسینؑ کی طرف سے پانچویں دن امام علی ابن الحسین کی طرف سے چھٹے دن امام محمد باقرؑ کی طرف سے ساتویں دن امام جعفر صادقؑ کی طرف سے آٹھویں دن آپکے جد بزرگوار موسیٰؑ کاظم کی طرف سے نویں دن آپکے والد بزرگوار علیؑ الرضا کی طرف سے دسویں دن آپؑ کی طرف سے طواف کیا۔ ان ہی ہستیوں کی ولایت کے صدقے میں اطاعت خداوندی میں مشغول ہوں۔ اس پر امام جوادؑ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو خدا کی قسم تم ایسے دین الہٰی کی اطاعت کر رہے ہو کہ اس دین کے علاوہ خدا کو کوئی اور دین قبول ہی نہیں پھر میں نے عرض کی مولا میں نے آپکی جدہ بزرگوار حضرت فاطمۃ الزہراؑ کی طرف سے بھی طواف کیا۔ آپ نے اس عمل کے کرنے پر مزید اصرار کیا اور کہا کہ یہ بہترین کام ہے جو تم نے انجام دیا۔ اس روایت پر اگر غور خوص کیا جائے تو اسکی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی محبّ اپنے امام زمانہ کی طرف سے طواف خانہ کعبہ انجام دے تو یقیناً وہ شخص امام کی خوشنودی و تقرب حاصل کرے گا۔ اور ایک اجر عظیم کا حقدار ٹھرے گا دلیل کے طور پر ابو بصیر کی روایت جو اس نے اپنے امام جعفر صادقؑ سے سنی ہے:

آپؑ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص اپنے والد یا اپنے کسی عزیز کی طرف سے طواف خانہ کعبہ کرتا ہے تو جتنا ثواب اسکے والد یا لواحقین کو ملے گا اتنا ہی ثواب پلٹ کر اسے بھی ملے گا۔ کیوں کے اس نے ان رشتوں کے تقدس کو برقرار رکھا۔''

4۔امام زمانہؑ کی طرف سے روضہ رسولؐ پر حاضری اور ائمۃ و معصومینؑ کے روضہ ہای مقدس کی زیارت

امام زمانہ کی طرف سے لوگوں کو زیارت پر بھیجنا شیعیان ومنتظران کی ترجیحی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ یہ دستور جاری وساری ہے تو صدیوں سے شیعیان ومومنین کا سب سے بڑا صلہ یہ ہے ثواب عظیم کے علاوہ عاشق امام زمانہ کی اپنے امام سے دلی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔اس سلسلے میں متعدد روایات کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے جن میں اس کام بڑی اہمیت وترجیح دی گئی ہے۔

ان ہی روایات میں آئمۃ طاہرین کی طرف سے بھی اشارۃ اس امر کی سفارش کی گئی ہے۔اس کی واضح دلیل موجودہ دور میں مومنین کی جانب سے حج بدل، عمرہ بدل ومومنین کو اہل ثروت کی جانب سے زیارات کیلئے بھیجنا ہے اُصول کافی میں از علی ابن ابراہیم حضرمی نے اپنے والد کی زبانی حضرت امام موسی ابن جعفرؑ سے روایت کی ہے۔جس میں آپؑ نے فرمایا ہے:۔

''پس جب تم روضہ رسولؐ کی زیارت کے لیے جاؤ تو قبر رسول کے نزدیک پہنچ کر تم پر لازم ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرو اسکے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو اور کہو:۔اے پیغمبرؐ خدا آپ کو میری طرف سے سلام میرے ماں باپ کی طرف سے

سلام، میرے بیوی بچوں کی طرف سے سلام اور میرے تمام متعلقین کی جانب سے سلام قبول ہو اور میرے تمام شہر والوں کی طرف سے بھی سلام، پھر تم کسی سے بھی کہہ سکتے ہو میں نے تمہارا سلام پیارے نبی کو پہنچا دیا ہے اور یہ کوئی جھوٹ بھی نہ ہوگا۔'' جب ان مشاہد مقدسہ کی زیارت عام مومنین کی طرف سے انجام پذیر ہونگی تو چہاردہ معصومین کی طرف سے ان زیارات کی کتنی فضیلت ہوگی۔ اور یہ عمل باعث خوشنودی ائمہ طاہرین خاص طور پر امام زمانہؑ کی خوشی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ ائمہ معصومین کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ انکے شیعہ کثرت سے یہ فریضہ انجام دیں یہاں پر ایک روایت کا تذکرہ مناسب ہوگا جس میں اس کار خیر کی امام زمانہؑ کی طرف سے تائید کی گئی ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے ایک مرد مومن کو اپنی طرف سے روضہ امامِ حسینؑ کی زیارت کی غرض سے بھیجا: اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ:۔ خداوند کریم کے نزدیک اس کرہ ارض پر ایسے چند مقامات ہیں اسکی خواہش ہوتی ہے کہ دعا کی جائے تا کہ وہ اس دعا کو قبول کرے۔ ان میں سے ایک مقام قبر امام حسینؑ کا سرہانہ ہے۔ عالمِ دین محدث عاملیؒ اپنی کتاب ''وسائل الشیعہ'' میں ایک روایت از داودصرمی کی زبانی جس میں امام حسن ابن علی العسکریؑ سے منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں ایک دفعہ میں نے اپنے امام سے عرض کیا: مولا میں نے آپکے والد بزرگوار کی زیارت کی اور اس زیارت کو آپکے نام قرار دیا امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم تمہارے بڑے شکر گذار ہیں۔

مذکورہ تمام روایات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اور یہ بات بھی

میں آتی ہے کہ امام زمانہ کی نظر میں شیعیان ومنتظران کی طرف سے مشاہدِ مقدسہ کی زیارات ایک بہترین عمل ہے۔ یہ عمل نہ صرف باعث اجر وثواب ہے بلکہ اس سے انکے امام (ع) کو دلی مسرت ہوتی ہے۔ ہماری خداوند کریم سے التجا ہے کہ وہ ہمیں احسن طریقہ سے اس کار خیر کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور ہمارے آقا و مولا ہم سے راضی ہو جائیں۔ انشاءاللہ

5۔ امام زمانہ کی نیابت میں حج کرنا یا کسی نائب کو انکی طرف سے حج کرنے کیلئے بھجوانا

مستحب کاموں میں سے ایک کام جسکی انجام دہی شیعیان ومنتظران امام زمانہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے وہ ہے حضرت حجت (ع) کی نیابت میں حج کرنے کی حتی المقدور کوشش جبکہ یہ سلسلہ برسہابرس سے جاری وساری ہے جو کہ باعث اجر وثواب بھی ہے۔ نمونہ کے طور پر کتاب مکیال المکارم سے جنکا ذکر مرحوم موسوی اصفہانی نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ تین روایات حاضر خدمت ہیں:۔

1۔ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: بقول راوی کے میں نے اپنے مولا کی خدمت میں عرض کیا: مولا اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی نیابت میں حج کرے تو اسے کتنا ثواب ملے گا؟ مولا نے جواب دیا ایسے شخص کو دس مرتبہ حج کرنے کا اجر وثواب ملے گا۔

2۔ شیخ صدوق امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ ان بزرگوارؑ سے سوال کیا گیا کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کیلئے فریضہ حج ادا کرے تو کیا اسے

بھی ثواب کا کچھ حصہ ملے گا؟ حضرت نے جواباً فرمایا:۔

ایک ایسے شخص جس نے کسی دوسرے شخص کی نیابت میں فریضہ حج ادا کیا ہو پہلے تو اسے دس گنا ثواب ملے گا۔ دوسرے اسکو اور اسکے ماں باپ کو اور لڑکے لڑکیوں کو اور بھائیوں بہنوں کو چچا چچی کو اور خالہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش یافتہ قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بڑا ہی رحیم کریم ہے۔

3۔ اصول کافی میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:۔ اگر کوئی فریضہ حج ادا کرے اور اپنے اس فریضہ حج کو کسی دوسرے شخص یا اپنے کسی عزیز کے نام کردے خود اسکو بھی پورے حج کا ثواب ملے گا اور جسکے نام کیا گیا ہو اسے بھی پورے حج کا ثواب ملے گا۔ یہ سب رب کریم کی کرم نوازی ہے۔ لہذا امام زمانہ کی نیابت میں حج کرنے کی قدر ومنزلت ہی کچھ اور ہے اسکا اجر وثواب انتہائی عظیم ہے۔ اسی لیے ائمہ معصومین نے حج نیابت کی بہت ہی تاکید کی ہے۔ اور وہ بھی اپنی طرف سے لوگوں کو حج نیابت کی غرض سے مکہ مکرمہ بھجوایا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر روای کہ جسکا نام محمد بن عیسیٰ یقطینی ہے کہتا ہے کہ حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ نے خود میرے لیے سفر حج کے واسطے زادراہ کا بندوبست کیا بلکہ ایک غلام بھی ساتھ کیا۔ (دوسرے میرے ایک اور مسلمان بھائی موسیٰ بن عبید کا زادراہ) اور تیسرے یونس بن عبدالرحمٰن کا۔ ہم تینوں کو حج کیلئے بھیجا گیا تا کہ ہم تینوں امام کی نیابت میں حج ادا کریں۔ یہاں پر ایک نہایت ہی اہم نکتہ اور اہم شرط جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ وہ شخص امام زمانہ کی نیابت میں یا دوسرے لفظوں میں انکی طرف سے معیارؑ پر پورا اترتا ہو اور اس میں امام زمانہؑ کی مرضی وتائید بھی شامل ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس مقدس ہستی کی طرف سے یہ کام انجام دے رہا ہے وہ

اسکی صلاحیت بھی رکھتا ہے کہ نہیں۔

کیوں کے معیار پر پورا اترنے والے شخص کا حج قابل قبول ہوگا اس کے برعکس ایک ایسے شخص کو امام کی طرف سے حج کیلئے بھیجا جائے جو فاسق وفاجر ہو دین سے بے بہرہ ہو محرومات کا عادی ہو ایسا شخص امام کیلئے ناراحتی وتکلیف کا باعث بنے گا۔ ایسے شخص کو بھجوانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ من جملہ دیگر واقعات کے ایک واقعہ جسکا ذکر قطب راوندی نے اپنی کتاب ''الخرائج والرائج'' میں کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ابومحمد علی جنکا شمار محدثین میں ہوتا ہے ان کے دو فرزند تھے ایک کا نام ابوالحسن تھا جو نسبتاً صحیح طور پر گذر بسر کر رہا تھا پیشے کے لحاظ سے وہ مردوں کا نہلاتا تھا۔ جبکہ دوسرا فرزند حرام کاری میں مبتلا تھا مفلس احمق وکمینہ صفت شخص تھا۔ ایک دن کسی صاحب ثروت نے ابومحمد کو امام زمانہ کی نیابت میں حج پر بھجوانے کا بندوبست کیا اور زادراہ کے طور پر ایک بڑی رقم اسکے حوالے کی۔ اس زمانے میں حج پر بھجوانے کا رواج عام تھا۔ ابومحمد نے اپنے اس ناخلف بیٹے کے اصرار پر اس امانت میں سے کچھ رقم اسے دے دی اور باقی رقم لے کر وہ حج پر روانا ہوگیا۔ جب وہ حج سے واپس لوٹا تو اس نے یوں بیان کیا:۔ حج کے دوران جب میں وقوف عرفات میں کھڑا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان، گندمی رنگت والا میرے برابر کھڑا عبادت الٰہی میں مشغول ہے۔ جب میدان عرفات سے مجمع چھٹنے لگا، اس نوجوان نے میری طرف رخ کر کے فرمایا:۔ اے شیخ کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ میں نے عرض کی اے میرے سردار کس بات کی شرم؟

اس پر انہوں نے کہا: تمہیں جو رقم کسی کی طرف سے حج کرنے کی غرض سے دی گئی تھی تم نے اس رقم میں سے کچھ رقم اپنے فاسق وفاجر بیٹے کو دے دی جو کہ

شراب پیتا ہے۔ بہت جلد تمہاری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی گی۔ یہ کہہ کہ اس نے میری آنکھ کی طرف اشارہ کیا اور میں اس دن سے ایک تشویش وپریشانی میں مبتلا ہوں، اسکی ان باتوں کو ابوعبداللہ محمد بن محمد النعمان (شیخ مفید) نے بھی سنا، راوی کہتا ہے کہ ابھی چالیس دن بھی اسے آئے ہوئے نہ گذرے تھے کہ اسی آنکھ سے جس پر اس نوجوان نے اشارہ کیا تھا جراحتی مواد باہر آیا اور بینائی چلی گئی۔ اس روایت پر باریک بینی سے نظر کی جائے تو اسکا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ جو بھی امام زمانہ کی نیابت میں سفرحج پر جاتا ہے اسے چاہیے کہ وہ تقویٰ کے معیار پر پورا اترے اور اس میں امام کی مرضی بھی شامل ہو۔ جیسا کہ مذکورہ واقعہ سے ظاہر ہے کہ ابومحمد نے دی ہوئی امانت میں سے کچھ رقم اپنے نالائق بیٹے کو دے دی۔ اب اگر کوئی بے کرادار شخص امام کی نیابت میں حج کرے تو اسکا یہ عمل امام کی ناراضگی کا باعث بنے گا کہ نہیں؟

سچی توبہ پر ڈٹ جانا/اور اپنے ذمہ واجب الادا لوگوں کے واجبات واپس لوٹانا

غیبت امام زمانہ (ع) کے اسباب میں سے ایک سبب ہم سے سرزد ہونے والے ناپسندیدہ اعمال اور گناہان ہیں۔ یہ گناہ ہی ہیں جو روح انسانی کیلئے زہر قاتل ہیں۔ جب انسان اس دنیا کی پُرفریب اَداوٗں کے جال میں پھنس کر گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعے ان کی تباہ کاریوں سے چھٹکارا پائے اور ماضی کی غلط کاریوں پر پشیمانی

کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ سے اُمید مغفرت کرتے ہوئے اسکی بے کراں رحمت کا حقدار قرار پائے۔

جیسا کہ امام زمانہ (ع) نے حسن بن فضل یمانی کے ارتکاب گناہ کے سلسلے میں اسکی جانب سے پیش کی گئی عرضداشت کے جواب میں جس میں اس نے بڑے معذرت طلب کی تھی آپنے اسے یوں لکھا:۔جب بھی تم سے کوئی گناہ یا غلطی سرزد ہو فوراً بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کرلیا کرو۔خداوند کریم تمہاری توبہ کو ضرور قبول کرے گا۔توبہ ہی اپنے معبود تک رسائی کا ذریعہ ہے۔باالفاظ دیگر توبہ اللہ تعالیٰ کی بے کراں نعمتوں میں سے خودنوازی جیسی نعمت ہے کس کا اختیار خود انسان کو دے دیا گیا ہے۔بے شک خداوند کریم نے استغفار کو وسعت روزگار کا ذریعہ قرار دیا ہے۔اور اپنی رحمت کو بخشش کا وسیلہ بناتے ہوئے فرمایا ہے:۔تم اپنے رب سے مغفرت چاہو بیشک وہی گناہوں کو بخشنے والا ہے۔آسمان سے تم پر اپنی رحمتوں کی بارش کرنے والا ہے،بے حساب دولت بخشنے والا ہے،تمہارے بیٹوں کی مدد کرنے والا ہے سرسبز باغات اور بہتی نہریں تمہارے اختیار میں دینے والا ہے۔

مولائے متقیان حضرت امام علیؑ سے پوچھا گیا کہ خیر کیا ہے؟''مولا نے جواب دیا:۔خوبی یہ نہیں کہ مال واولاد کی فروانی ہو بلکہ خیر وخوبی اس میں ہے تمہارے علم میں فروانی ہو،تمہارے حلم وبردباری میں اضافہ ہو۔اور تم خدا کی بندگی میں سب سے آگے ہو۔جب تم سے نیکی سرزد ہو تو خدا کا شکر ادا کرو اور جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو فوراً اللہ سے مغفرت طلب کرو۔

اس دنیا میں ان دو کے علاوہ کسی کیلئے خیر نہیں۔ایک وہ گناہ گار جو توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے گناہوں کی تلافی کرے دوسرے وہ نیکوکار جو نیک

کاموں کی انجام دہی میں جلدی کرے۔''

ایک اور مقام پر مولانے توبہ کو آخرت سنوارنے والی شفاعت کے نام سے یاد کیا ہے۔اور حقیقی توبہ کی سفارش کی ہے۔جب حقیقی توبہ کی بات چل رہی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ حقیقی توبہ ہے کیا اور اسکی کیا شرائط ہیں؟

جو شخص حقیقی توبہ کا خواہش مند ہو تو اسے چاہیے کہ توبہ کی تمام شرائط کو مکمل طور پر جانے اور اس لفظ کی ہر زاویہ سے خوب تحقیق کرے ورنہ مکمل اور صحیح توبہ سے محروم رہ جائے گا۔شرائط توبہ میں سے ایک گذشتہ گناہوں کے ارتکاب سے دل کی گہرائیوں سے ندامت وپشیمانی اور آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان سے بیزاری اور پھر کبھی انکی طرف نہ لوٹنے کا عزم اور ہر قسم کے نازیبا کاموں سے اجتناب ودوری۔

امیر المومنین کی طرف سے نہج البلاغہ میں روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

یقیناً کسی کہنے والے نے بغیر سوچے سمجھے بھرے مجمع میں کہہ دیا:''استغفر اللہ''

امام نے اس سے فرمایا: تیری ماں تجھ پر روئے، تجھے معلوم ہے کہ استغفار کے معنی کیا ہیں؟ یقیناً استغفار اعلیٰ وارفع مقام کا درجہ رکھتا ہے۔ورنہ یہ وہ نام ہے جو کچھ ستونوں پر قائم ہے۔

1۔ گذری ہوئی کوتاھیوں پر شرمندگی۔

2۔ ان گذرے ہوئے گناہوں پر پلٹ کر نہ آنے کا مصمم اور پکا ارادہ۔

3۔ حقوق الناس کی واپسی یعنی ہر قسم کے واجبات کی ادائیگی کہ جب قیامت کے روز خدا کا سامنا ہو تو کوئی اپنے حق کیلئے تمہارے پیچھے نہ بھاگے اور تم ہر قسم کے قرضوں سے سبکدوش ہو جاؤ۔

4۔ اپنے تمام پچھلے واجبات وفرائض کی ادائیگی جو تم سے چھوٹ گئے ہیں (نماز

روزہ وغیرہ)

5۔ اس گوشت کی طرف متوجہ ہونا جو تمہارے جسم پر حرام کمائی کے ذریعے چڑھا ہے اسے گھلانا ہے رنج وغم اور فکروں کے ذریعے سے یہاں تک کے کھال ہڈی سے چپک جائے اور پاک غذا سے نیا گوشت پیدا ہو۔

6۔ یہ کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی تلخی کو جسم سے چپکاتا ہے جس طرح تم نے نافرمانی کی مٹھاس کو اپنے جسم سے لگار کھا تھا۔اب تم کہہ سکتے ہو "استغفراللہ"

گناہوں کا ارتکاب انسان کو تقرب الٰہی اور تقرب معصومین سے دور کر دیتا ہے اور وہ نورانی صلاحیتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارے امام زمانہ کی غیبت طولانی کا اصل سبب بھی یہ ہی وہ گناہ ہیں جنکا ہم رات دن ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے خط میں اپنے دستخط کے ذریعے اس بات کی جانب ارشاد فرمایا ہے:۔ یقیناً جو پردہ ہمارے اور ہمارے چاہنے والوں کے درمیان حائل ہے اسکی وجہ وہ گناہ ہیں جو ہم تک پہنچتے ہیں جو ہمیں سخت ناپسند ہیں۔اب ان سے اچھائی کی کوئی امید نہیں۔ **وللہ المستعان وھو حسبنا ونعم الوکیل۔**

لٰہذا شیعیان ومنتظران امام مہدی (عج) کو چاہیے کہ اپنی پوری زندگی میں ایسے اعمال انجام دیں کہ جو امام زمانہ کی خوشنودی کا سبب بنیں۔اور آگے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اصلاح معاشرہ کی جانب بھی توجہ دیں ایک ایسا پروقار معاشرہ جسکی تشکیل تمنائے امام زمانہؑ ہو۔مولا فرماتے ہی:۔

ہمارے شیعہ اسوقت اپنے نیک ہدف انجام کو پہنچے گے جب وہ بارگاہ الٰہی کی جانب سے منع کیے گئے گناہوں سے مکمل طور پر پرہیز کریں گے۔کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کا تصور تک نہ لائیں گے۔ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:۔

تم میں سے ہر فرد اپنے امور اسطرح انجام دے کہ جنکی ادائیگی انہیں ہمارے قریب لائے۔اور جو کام ہماری رنجش کا باعث بنیں ان سے مکمل پرہیز کریں۔

انسان کو چاہیے کہ وہ اس جانب قدم بڑھائے جو اسے ابدی سعادت کی طرف لے جائیں مانا کہ انسان خطا کا پتلا ہے وہ کوئی معصوم بھی نہیں اور بسا اوقات وہ تردد، غلط فہمی اور شک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔وہ ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جو اسے نہ صرف سعادت وخوش بختی سے دور کر دیتا ہے بلکہ اسکے وہ اعمال امام زمانہؑ کیلئے باعث تکلیف بن جاتے ہیں۔

اسے چاہیے کہ کچھ اس طرح اپنے اعمال انجام دے کہ جب اسکے اعمال امام کے حضور پیش ہوں (روایت میں ہے کہ ہفتہ میں دوبار ہمارے اعمال آپکی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں) اور وہ ہمارے اعمال پر نظر ڈالیں ان کا چہرہ مسکرا اُٹھے۔خدانہ کرے ایسا ہو کہ وہ ان پر نظر ڈال کر ملول ہو جائیں اگر کوئی کبھی غلطی سے کسی خطا کا مرتکب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً سے پیشتر توبہ واستغفار کے ذریعے دلی ندامت کے ساتھ اسکی تلافی کرے اور ایسے گناہوں کا سبب بننے والے عناصر کو مٹا دے۔اور اپنے رب سے عفو ودرگذر کی التجا کرے۔اسے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ رب العزت سچی توبہ کرنے والوں کو ہمیشہ معاف کر دیتا ہے۔

جیسا کہ امام زمانہ کی ایک حدیث میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے:۔

"اذا استغفرت اللہ فاللہ یغفر لک"

مرحوم شیخ کلینیؒ اس حدیث شریف کو حدیث امام زمانہؑ کے ضمن میں اسطرح نقل فرماتے ہیں:۔

اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ: یمانی نام کا ایک شخص شہر سامرہ میں وارد ہوتا

ہے۔ اسے امام زمانہؑ کی جانب سے ایک تھیلی جس میں دو دینار اور جوڑے کپڑوں کے اسے ملتی ہے۔ وہ شخص اس تحفہ کو حقیر جان کر واپس لوٹا دیتا ہے۔ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اسے اپنے طرز عمل پر ندامت ہوتی ہے اور وہ مولا کو خط لکھنے بیٹھ جاتا ہے۔ جس میں طلب معذرت کے ساتھ اپنے پچھتاوے کا بھی اظہار کرتا ہے اور دل میں یہ نیت کرتا ہے کہ اب اگر دوبارہ وہ تھیلی اسے ملے تو اسے بخوشی قبول کر لے گا۔ کچھ عرصہ بعد وہ تھیلی اس تک پہنچتی ہے۔ جس میں امام زمانہؑ کے دستخط کے ساتھ ایک پرچی بھی ہوتی ہے۔ جس میں آپؑ فرماتے ہیں:۔ تم نے ہمارے تحفہ کو واپس کر کے غلطی کی اگر تم اللہ سے معافی مانگو اور مغفرت طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور تم کو معاف کر دیگا۔

آپکے اس دستخط شدہ پرچے سے دو اہم اور بنیادی نکتوں کی نشاندہی ہوتی ہے جو غور طلب ہیں۔ ایک نکتہ یہ کہ امام زمانہ (ع) ہمارے ہر ظاہری و باطنی فعل سے آگاہ ہیں یہاں تک کے وہ ہماری نیتوں سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہیں (اس نکتہ کی دیل کے طور پر حضرت امام جعفر صادقؑ کی یہ روایت پیش خدمت ہے جسکا ذکر درج ذیل آیۃ شریفہ کے بعد کیا جائے گا)۔

"قل اعملو افسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون"

اے رسولؐ کہہ دو کہ تم عمل کرو: بہت جلد خدا اور اسکا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کا مشاہدہ کریں گے۔ مذکورہ آیت میں والمومنون سے مراد آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں جو تسلسل کے ساتھ ہمارے اعمال سے آگاہ ہیں۔

دوسرا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ خداوند کریم سے طلب مغفرت گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ اب اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کی طلب کا تعلق دل سے ہوتا ہے ایسی چاہت الفاظ کی محتاج نہیں ہوتی۔ طلب مغفرت ایک روحانی رابطہ کا

نام ہے۔ اس عمل میں جو چیز کام کی ہے وہ ہے سب سے پہلے ندامت دوسرے گناہ کی طرف نہ پلٹنے کا عزم مصمم اور تیسرے توبہ کی قبولیت کا یقین۔ باقی تمام شرائط وہی ہیں جنکا ذکر مولا علیؑ کے فرمان میں ہو چکا ہے۔

امام زمانہؑ کا وجود اقدس خود اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ آپ شیعہ خود ایک دوسرے کیلئے طلب استغفار کرتے رہیں کیونکہ جب تک طلب استغفار کا عمل جاری رہے گا وہ روئے زمیں پر ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

آپ فرماتے ہیں:"لولا استغفار بعضکم لبعض لھلک من علیھا" اگر تم لوگ ایک دوسرے کے حق میں طلب مغفرت نہ کر رہے ہوتے تو تمام اہل زمین ہلاک ہو جاتے خداوند کریم نے قرآن مجید میں اس جانب اشارہ کیا ہے:۔

"ماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون"

خداوند عالم ان پر کبھی عذاب نازل نہ کرے گا کہ جب وہ طلب استغفار کر رہے ہوں گے۔

مجموعی طور پر اس دنیا میں لوگوں کے گناہوں کے باعث عذاب نازل ہوتے ہیں اور ہر طرف ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اور استغفار سبب مغفرت و بخشش ہے۔ خاص طور پر اگر ایک دوسرے کے حق میں استغفار کیا جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔

(الحمد للہ رب العالمین)

دعاء العهد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے اس کے نام سے شروع کرتا ہوں

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النُّوْرِ الْعَظِیْمِ وَرَبَّ الْکُرْسِیِّ

اے خدا جو پروردگار ہے نور بزرگ کا اور کرسی بلند

الرَّفِیْعِ وَرَبَّ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ وَمُنْزِلَ

کا اور جوش مارتے ہوئے سمندر کا اور جو نازل کرنیوالا ہے

التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالزَّبُوْرِ وَرَبَّ

توریت و انجیل اور زبور کا اور جو

الظِّلِّ وَالْحَرُوْرِ وَمُنْزِلَ الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ

سایہ اور حرارت کا پروردگار ہے قرآن عظیم کا نازل کرنیوالا ہے

ضمیمہ

دُعائے عہد

و

زیاراتِ امام زمانہ (ع) واستغاثہ

وَرَبَّ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْاَنْبِيَآءِ وَ

اور جو ملائکہ مقربین اور نبیوں اور رسولوں کا

الْمُرْسَلِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِوَجْهِكَ

پروردگار ہے اے اللہ میرے! تیری کرم نواز توجہ اور چہرہ

الْكَرِيْمِ وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ وَمُلْكِكَ

روشن کے نور و سالمنت قدیم کے ساتھ سوال

الْقَدِيْمِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ

کرتا ہوں اے ہمیشہ سے زندہ اور قائم رہنے والے میں سوال کرتا ہوں تیرے اس

الَّذِيْٓ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرَضُوْنَ

نام سے جس کی وجہ سے ساری زمینیں اور سارے آسمان روشن ہیں

وَبِاسْمِكَ الَّذِيْ يَصْلَحُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَ

و تیرے اس نام سے سوال کرتا ہوں جسکی وجہ سے اول و آخر کے

الْاٰخِرُوْنَ يَا حَيًّا قَبْلَ كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيًّا بَعْدَ

لوگ اصلاح پاتے ہیں اے ہر زندہ سے پہلے زندہ اور ہر زندہ کے بعد

كُلِّ حَيٍّ وَيَا حَيًّا حِيْنَ لَا حَيَّ يَا مُحْيِيَ

زندہ رہنے والے اے اس وقت زندہ رہنے والے جب کوئی زندہ نہ تھا اے

الْمَوْتٰى وَمُمِيْتَ الْاَحْيَآءِ يَا حَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

مردوں کو زندہ کرنیوالے اور اے زندوں کو مارنے والے اے ہمیشہ زندہ رہنے والے تیرے سوا کوئی

اَنْتَ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ مَوْلَانَا الْاِمَامَ الْهَادِيَ

خدا نہیں۔ اے پروردگار عالم (اللہ!) نازل فرما ہمارے آقا و مولا و امام و ہادی و

الْمَهْدِيَّ الْقَآئِمَ بِاَمْرِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ

مہدی پر جو تیرے حکم سے قائم ہیں اور ان کے پاک و پاکیزہ

عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰبَآئِهِ الطَّاهِرِيْنَ عَنْ جَمِيْعِ

والدین پر اللہ کی رحمت ہو تمام

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فِيْ مَشَارِقِ

مومنین و مومنات کی طرف سے جو مشرق

الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا سَهْلِهَا وَجَبَلِهَا

مغرب ہموار و پہاڑی خشکی و

وَبَرِّهَا وَبَحْرِهَا وَعَنِّي وَعَنْ وَالِدَيَّ

سمندری علاقوں میں ہیں اور میرے اور میرے والدین کی طرف سے اور میرے

مِنَ الصَّلَوَاتِ زِنَةَ عَرْشِ اللهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ وَمَا

بھائی بہنوں کی طرف سے ایسا درود و سلام جو عرش الٰہی کے ہم وزن ہو اور اسکے کلمات کی سیاہی کے برابر ہو

اَحْصَاهُ عِلْمُهُ وَاَحَاطَ بِهِ كِتَابُهُ اَللّٰهُمَّ

اور جتنا اس کا علم احصا اور اسکی کتاب احاطہ کر سکے اے اللہ!

اِنِّي اُجَدِّدُ لَهُ فِي صَبِيحَةِ يَوْمِي هٰذَا وَمَا

میں آج کے دن کی صبح کو اور

عِشْتُ مِنْ اَيَّامِي عَهْدًا وَّعَقْدًا وَ

جب تک میں حیات رہوں ان امام آخرالزمان کے اس عہد اور

بَيْعَةً لَّهُ فِي عُنُقِي لَا اَحُولُ عَنْهَا وَلَا

اقرار بیعت کی تجدید کرتا ہوں جس کا قلادہ میری گردن میں ہے میں اس سے انحراف نہیں

اَزُولُ اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنْ اَنْصَارِهِ

کرتا اور کبھی اس سے منہ نہ موڑونگا اے خدا! مجھے ان کے ناصر و انصار

وَاَعْوَانِهِ وَالذَّابِّينَ عَنْهُ وَالْمُسَارِعِينَ

اور ان سے مصیبتوں کو دور کرنے والوں اور اور ان کی آرزوؤں کے پورا کرنے میں انکی

اِلَيْهِ فِي قَضَاءِ حَوَائِجِهِ وَالْمُمْتَثِلِينَ

طرف دوڑ کر جانے والوں میں اور ان کے اوامر پر

لِاَوَامِرِهِ وَالْمُحَامِينَ عَنْهُ وَالسَّابِقِينَ

عمل کرنے والوں اور ان کی نواہی سے بچنے والوں اور ان کی حمایت و نصرت کرنے

اِلٰى اِرَادَتِهِ وَالْمُسْتَشْهَدِينَ بَيْنَ يَدَيْهِ

والوں اور ان کے ارادہ کیساتھ سبقت کرنے والوں اور انکے حضور میں شہادت پانے والوں میں داخل و شامل فرما

اَللّٰهُمَّ اِنْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ الْمَوْتُ

اے اللہ! اگر میرے اور آنحضرت کے ظہور کے درمیان موت حائل ہو جائے

الَّذِي جَعَلْتَهُ عَلٰى عِبَادِكَ حَتْمًا

جس کو تو نے اپنے بندوں پر لازمی اور حتمی

مَقْضِيًّا فَاَخْرِجْنِي مِنْ قَبْرِي مُؤْتَزِرًا

[illegible] دیا ہے میں مجھے قبر سے اس حال میں نکالنا کہ کفن سے میرا جسم

كَفَنِي شَاهِرًا سَيْفِي مُجَرِّدًا قَنَاتِي مُلَبِّيًا

پوشیدہ ہو میری شمشیر میان سے باہر ہو میرا نیزہ تنا ہوا ہو اور

دَعْوَةَ الدَّاعِي فِي الْحَاضِرِ وَالْبَادِي اَللّٰهُمَّ

بلانے والے کی اس آواز پر لبیک کہوں جو جنگل اور آبادی میں بلند ہو بارالہا! مجھے

اَرِنِي الطَّلْعَةَ الرَّشِيْدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِيْدَةَ

امام آخر الزمان کے چہرۂ منور و نورانی پیشانی کی زیارت سے مشرف فرما۔

وَاكْحُلْ نَاظِرِي بِنَظْرَةٍ مِّنِّي اِلَيْهِ وَعَجِّلْ

اور اس نظر سے جو انکی طرف متوجہ ہو میری آنکھوں کو سرگمین فرما انکی کشائش میں

فَرَجَهُ وَسَهِّلْ مَخْرَجَهُ وَاَوْسِعْ مَنْهَجَهُ

عجلت فرما اور ان کے ظہور کو آسان ان کے راستے کو وسیع فرما۔

وَاسْلُكْ بِي مَحَجَّتَهُ وَاَنْفِذْ اَمْرَهُ وَاشْدُدْ

ان کے راستہ پر مجھے چلا ان کے حکم کو جاری فرما اور ان کی پشت

اَزْرَهُ وَاعْمُرِ اللّٰهُمَّ بِهِ بِلَادَكَ وَاَحْيِ بِهِ

کو مضبوط کر بارالہا ان کے واسطے اور طفیل میں اپنے شہروں کو آباد

عِبَادَكَ فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ

فرما۔ اور انکے سبب اپنے بندوں کو نئی زندگی عطا فرما۔ بہ تحقیق تو نے اپنے مقدس کلام میں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ

ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کے اپنے اعمال کے سبب بحر و بر میں فتنہ و

اَيْدِي النَّاسِ فَاَظْهِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِيَّكَ

فساد برپا ہوگیا۔ اے اللہ! تو ہمارے لئے اپنے ولی کو ظاہر فرما

وَابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكَ الْمُسَمّٰى بِاسْمِ رَسُوْلِكَ

جو تیرے نبی مرسل کی دختر معظمہ کا فرزند دلبند ہے۔ اور جو تیرے رسول! محمد مصطفیٰ

حَتّٰى لَا يَظْفَرَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَاطِلِ اِلَّا مَزَّقَهُ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم نام ہے۔ یہاں تک کہ باطل کی کسی چیز کو بغیر پرخچے اڑائے نہ

وَيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُحَقِّقَهُ وَاجْعَلْهُ اَللّٰهُمَّ

چھوڑے۔ اور حق کو حق کر کے نمایاں کرے۔ اے اللہ آنحضرت کو اپنے

مَفْزَعًا لِّمَظْلُوْمِ عِبَادِكَ وَنَاصِرًا لِّمَنْ لَا

مظلوم بندوں کے لیے پناہ بنا اور ان کو اس شخص کا یاور و مددگار بنا جس کا سوائے

يَجِدُ لَهُ نَاصِرًا غَيْرَكَ وَمُجَدِّدًا لِمَا عُطِّلَ

سوا کوئی مددگار نہیں اور تیری کتاب کے جو احکامات بے کار

مِنْ اَحْكَامِ كِتَابِكَ وَمُشَيِّدًا لِمَا وَرَدَ

ہوکر رہ گئے ہیں ان کے ذریعہ سے ان کی تجدید کر اور اپنے دین کی نشانیوں

مِنْ اَعْلَامِ دِيْنِكَ وَسُنَنِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ

اور اپنے نبی کی جن سنتوں کو ضعف پہنچا ہے ان کو

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاجْعَلْهُ اللّٰهُمَّ مِمَّنْ حَصَّنْتَهُ

ان کے واسطے سے مضبوط بنا اے پروردگار عالم! تو ان کو اس جماعت میں سے

مِنْ بَاْسِ الْمُعْتَدِيْنَ اَللّٰهُمَّ وَسُرَّ نَبِيَّكَ

کردے جس کو تو نے ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھا ہے اے خدا اپنے نبی محمد مصطفیٰ

مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِرُؤْيَتِهٖ وَ

صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دعوت کی پیروی کرنے والے کو امام آخرالزمان کے ظہور سے خوش و

مَنْ تَبِعَهُ عَلٰى دَعْوَتِهٖ وَارْحَمِ اسْتِكَانَتَنَا

خرم فرما اور (آپ کی غیبت کی وجہ سے) جو مفلسی و ادبار ہم پر چھا گیا ہے اسکو انکے ظہور سے دور فرما

بَعْدَهُ اَللّٰهُمَّ اكْشِفْ هٰذِهِ الْغُمَّةَ عَنْ

اے اللہ! اس امت کے رنج و غم کو

هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِحُضُوْرِهٖ وَعَجِّلْ لَنَا ظُهُوْرَهٗ

ان کے ظہور سے دور فرما اور ہمارے لئے انکے ظہور میں جلدی فرما۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيْدًا وَنَرَاهُ قَرِيْبًا بِرَحْمَتِكَ

بتحقیق منافقین منکرین ان کو دور دیکھتے ہیں اور ہم ان کو قریب جانتے ہیں۔ سب سے زیادہ

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

رحم کرنے والے مد اپنی رحمت نازل فرما

اسکے بعد اپنا ہاتھ دائیں ران پر تین مرتبہ ماریں اور ہر مرتبہ

یہ پڑھیں

اَلْعَجَلَ اَلْعَجَلَ يَا مَوْلَايَ يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ ۝

(خواص دعائے عہد)

مفاتیح الجنان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ دعائے عہد کو چالیس دن پڑھنے والا قائم آل محمد کے انصار میں ہوگا اور اگر وہ امام آخرالزمان کے ظہور سے پہلے مرجائے تو اس کے ہزار گناہ معاف ہونگے۔ اور ہزار نیکیاں عطا ہونگی ۱۵ شعبان کو بعد نماز صبح پڑھنی چاہئے جو کہ ولادت امام آخرالزمان کا روز ہے۔

زیارتِ آلِ یٰسین کی خصوصیت

یہ معتبر اور اہم زیارت ہے جس کا پڑھنا امامؑ زمانہ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ علمار کا کہنا یہ ہے کہ یہ زیارت ایک عجیب روحانیت کا سماں لیے ہوئے ہے۔ اس زیارت کے بھی وہی فوائد ہیں جو زیارت عاشورہ کے ہیں، یعنی اگر کوئی پابندی سے اسے پڑھتا رہے تو کچھ خاص شرائط کے ساتھ وہ مستجاب الدعار ہو جاتا ہے۔ اگر انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اسے فوری طور پر توبہ کر لینی چاہیے اور اس سے ہٹ جانا چاہیے اور دل میں امامؑ کی سچی محبت رکھنا چاہیے تب ہی وہ اس زیارت کے توسط سے امامؑ سے ایک مضبوط رالطہ برقرار کر سکتا ہے۔

امامِؑ وقت سے ملاقات کی پہلی شرط یہ ہے کہ روح پاک و پاکیزہ ہو اور ملنے والا خلوص رکھتا ہو۔ خلوصِ دل سے زیارت پڑھنے والے افراد کئی مرتبہ اس زیارت کے توسط سے امامِ عصرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہو چکے ہیں۔

یہ زیارت عظیم جلسوں میں پڑھی جاتی تھی۔ زیارت کا صحیح فائدہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے اور انسان امامؑ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کر سکتا ہے جب وہ حیوانی خصلتوں اور بری صفات کو ختم کر دے یا انھیں کم از کم کمزور کر دے۔

مرحوم آقا شہاب الدین مرعشی نجفی جو کہ مرجع تقلید بھی تھے اور عظیم شخصیت بھی، ان کا وصیت نامہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ خاص کر اس وصیت نامہ کا یہ جملہ کہ زیارت آلِ یٰسین میں نے کبھی نہیں پڑھی لیکن

میری امامِؑ وقت سے ملاقات ضرور ہوئی ہے۔ مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس نے یہ زیارت چالیس مرتبہ پڑھی ہو اور اسے امامؑ کی ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا ہو۔

انھوں نے اپنے فرزند کو وصیت کی کہ بیٹا! ہو سکے تو زیارت آلِ یٰسین کو ہر جمعہ پڑھنا ورنہ ہر مہینے۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ ضرور پڑھنا ورنہ کم از کم مرنے سے پہلے ایک مرتبہ ضرور پڑھنا۔

انھوں نے مزید فرمایا کہ تم اس زیارت کو جتنا زیادہ پڑھو گے اتنا ہی زیادہ امامؑ سے تعلق مضبوط ہو گا اس لیے کہ یہ زیارت امامؑ اور مومنوں کے درمیان ایک مضبوط رسی ہے۔

زیارت آلِ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدا اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسٓ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

سلام ہو آلِ یٰسٓ پر سلام آپ پر اے

یَا دَاعِیَ اللّٰهِ وَرَبَّانِیَّ اٰیَاتِهِ اَلسَّلَامُ

اللہ کی طرف اس کی طرف بلانے والے اور اس کی آیتوں کے مظہر سلام

عَلَیْكَ یَا بَابَ اللّٰهِ وَدَیَّانَ دِیْنِهِ

آپ پر اے بابِ خدا اور حافظِ دینِ خدا

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ اللّٰهِ وَنَاصِرَ

سلام آپ پر اے خدا کے خلیفہ اور اس کے حق

حَقِّهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حُجَّةَ اللّٰهِ وَ

کے ناصر سلام آپ پر اے حجتِ خدا اور

دَلِیْلَ اِرَادَتِهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا تَالِیَ

رہنمائے بندگانِ خدا سلام آپ پر اے کتابِ خدا

كِتَابِ اللّٰهِ وَتَرْجُمَانَهُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

کی تلاوت کرنے والے اور اس کے ترجمان سلام آپ پر

فِیْ اٰنَاۗءِ لَیْلِكَ وَاَطْرَافِ نَهَارِكَ

رات کی تمام ساعتوں میں اور دن کے تمام اطراف میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَقِیَّةَ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهِ

سلام آپ پر اے بقیۃ اللہ اس کی زمین میں

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مِیْثَاقَ اللّٰهِ الَّذِیْ

سلام آپ پر اے عہد و پیمانِ خدا۔ خدا نے وہ عہد لیا اور

اَخَذَهٗ وَوَكَّدَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا

محکم و مؤکد کیا سلام آپ پر اے

وَعْدَ اللّٰهِ الَّذِیْ ضَمِنَهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ

وعدۂ خدا جس کی اس نے ضمانت لی۔ سلام آپ پر

اَیُّهَا الْعَلَمُ الْمَنْصُوْبُ وَالْعِلْمُ الْمَصْبُوْبُ

اے عدل کے پرچم کے پھیلانے والے اور علم مستحکم اور

وَالْغَوْثُ وَالرَّحْمَةُ الْوَاسِعَةُ وَعْدًا

پناہ گاہ مخلوق اور رحمت واسعہ اور وعدۂ خدا جس میں

غَیْرَ مَكْذُوْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ حِیْنَ

کوئی کذب نہیں ہے سلام آپ پر جب آپ قیام فرماتے

تَقُوْمُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ حِیْنَ تَقْعُدُ

ہیں۔ سلام آپ پر جب آپ قعود فرماتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تَقْرَءُ وَتُبَيِّنُ

سلام آپ پر جب آپ قرأت و تفسیر کرتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تُصَلِّيْ وَتَقْنُتُ

سلام آپ پر جب آپ نماز و قنوت پڑھتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تَرْكَعُ وَتَسْجُدُ

سلام آپ پر جب آپ رکوع و سجدہ کرتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تُهَلِّلُ وَتُكَبِّرُ

سلام آپ پر جب آپ تہلیل و تکبیر کہتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تَحْمَدُ وَتَسْتَغْفِرُ

سلام آپ پر جب آپ حمد و استغفار کرتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ حِيْنَ تُصْبِحُ وَتُمْسِيْ

سلام آپ پر جب آپ صبح و شام کرتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ فِي اللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَ

سلام آپ پر رات میں جب وہ تاریک ہوتی ہے اور

النَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا

دن میں جب وہ روشن ہوتا ہے سلام آپ پر اے

الْإِمَامُ الْمَأْمُوْنُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا

امام محفوظ سلام آپ پر اے

الْمُقَدَّمُ الْمَأْمُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ بِجَوَامِعِ

تمام عالم سے مقدم اور امید مخلوق سلام آپ پر سلام کی تمام

السَّلَامِ اُشْهِدُكَ يَا مَوْلَايَ اَنِّيْ اَشْهَدُ

قسموں کے ساتھ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں اے میرے مولا کہ میں گواہی دیتا ہوں

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں

لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لَا

ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں کوئی

حَبِيْبَ اِلَّا هُوَ وَاَهْلُهٗ وَاُشْهِدُكَ يَا

حبیب نہیں ہے ان کے اور ان کے اہلبیتؑ کے علاوہ اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں

مَوْلَايَ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ حُجَّتُهٗ

اے میرے مولا کہ علیؑ امیر المومنینؑ اس کی حجت ہیں

وَالْحَسَنَ حُجَّتُهٗ وَالْحُسَيْنَ حُجَّتُهٗ وَ

اور حسنؑ اس کی حجت ہیں اور حسینؑ اس کی حجت ہیں اور

عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حُجَّتُهٗ وَمُحَمَّدَ بْنَ

علیؑ بن الحسینؑ اس کی حجت ہیں اور محمدؑ بن

عَلِيٍّ حُجَّتُهٗ وَجَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ حُجَّتُهٗ

علیؑ اس کی حجت ہیں اور جعفرؑ بن محمدؑ اس کی حجت ہیں

وَمُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ حُجَّتُهُ وَعَلِيَّ بْنَ مُوسَى

اور موسیٰؑ بن جعفرؑ اس کی حجت ہیں اور علیؑ بن موسیٰؑ

حُجَّتُهُ وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ حُجَّتُهُ وَعَلِيَّ

اس کی حجت ہیں اور محمدؑ بن علیؑ اس کی حجت ہیں اور علیؑ

بْنَ مُحَمَّدٍ حُجَّتُهُ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

بن محمدؑ اس کی حجت ہیں اور حسنؑ بن علیؑ اس کی

حُجَّتُهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ حُجَّةُ اللهِ اَنْتُمُ

حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی حجت ہیں آپ

الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَاَنَّ رَجْعَتَكُمْ حَقٌّ لَا

اوّل و آخر ہیں اور آپ کی رجعت حق ہے اس میں

رَيْبَ فِيهَا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيمَانُهَا

کوئی شک نہیں ہے جس دن کسی کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا

لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ

اگر اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو اور اپنے ایمان سے نیکی

فِيٓ اِيمَانِهَا خَيْرًا وَاَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

نہ حاصل نہ کیا ہو اور یہ کہ موت حق ہے

وَاَنَّ نَاكِرًا وَنَكِيرًا حَقٌّ وَاَشْهَدُ

اور منکر و نکیر حق ہیں میں گواہی دیتا ہوں

اَنَّ النَّشْرَ حَقٌّ وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَاَنَّ

کہ روز نشر و قیامت حق ہے اور مُردوں کا اٹھایا جانا حق ہے اور

الصِّرَاطَ حَقٌّ وَالْمِرْصَادَ حَقٌّ وَالْمِيزَانَ

صراط حق ہے اور مرصاد حق ہے اور میزان

حَقٌّ وَالْحَشْرَ حَقٌّ وَالْحِسَابَ حَقٌّ وَالْجَنَّةَ

حق ہے اور حشر حق ہے اور حساب حق ہے اور جنت

وَالنَّارَ حَقٌّ وَالْوَعْدَ وَالْوَعِيدَ

حق ہے اور جہنم حق ہے اور وعد و وعید

بِهِمَا حَقٌّ يَا مَوْلَايَ شَقِيَ مَنْ خَالَفَكُمْ

حق ہے۔ اے میرے مولا وہ بدبخت ہے جس نے آپ سے مخالفت کی

وَسَعِدَ مَنْ اَطَاعَكُمْ فَاشْهَدْ عَلٰى مَا

اور وہ سعید ہے جس نے آپ کی اطاعت کی آپ گواہ ہو جائیں اس پر جس

اَشْهَدْتُكَ عَلَيْهِ وَاَنَا وَلِيٌّ لَكَ بَرِيٓءٌ

پر میں نے آپ کو گواہ بنایا ہے میں آپ کا دوست اور آپ کے

مِّنْ عَدُوِّكَ فَالْحَقُّ مَا رَضِيتُمُوهُ وَ

دشمنوں سے بری ہوں حق وہی ہے جس کو آپ نے پسند کیا ہے

الْبَاطِلُ مَا اَسْخَطْتُمُوهُ وَالْمَعْرُوفُ مَا

اور باطل وہ ہے جس سے آپ ناخوش ہوئے معروف وہ ہے

اَمَرْتُمْ بِهِ وَالْمُنْكَرُ مَانَهَيْتُمْ عَنْهُ

جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور منکر وہ ہے جس سے آپ نے منع کیا ہے

فَنَفْسِيْ مُؤْمِنَةٌ بِاللهِ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ

میرا نفس اس خدا پر ایمان لایا ہے جو اکیلا اور لاشریک

لَهُ وَبِرَسُوْلِهِ وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

ہے اور اس کے رسولؐ اور امیرالمومنینؑ اور

بِكُمْ يَا مَوْلَايَ اَوَّلِكُمْ وَاٰخِرِكُمْ

آپ کے اول و آخر سب پر ایمان لایا ہے

وَنُصْرَتِيْ مُعَدَّةٌ لَكُمْ وَمَوَدَّتِيْ

میرے مولا آپ کے لیے میری مدد حاضر ہے اور میری محبت خالص

خَالِصَةٌ لَكُمْ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ

ہے خدایا ہماری دعا کو قبول فرما قبول فرما

اس کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ

خدایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَبِيِّ رَحْمَتِكَ

[illegible] محمدؐ [illegible] تیرے نبی رحمت [illegible]

وَكَلِمَةِ نُوْرِكَ وَاَنْ تَمْلَاَ قَلْبِيْ

[illegible]

نُوْرَ الْيَقِيْنِ وَصَدْرِيْ نُوْرَ الْاِيْمَانِ وَ

نور یقین سے بھر دے اور میرے سینہ کو نور ایمان سے اور

فِكْرِيْ نُوْرَ النِّيَّاتِ وَعَزْمِيْ نُوْرَ الْعِلْمِ

میری فکر کو نیتوں کے نور سے اور میرے ارادہ کو علم کے نور سے

وَقُوَّتِيْ نُوْرَ الْعَمَلِ وَلِسَانِيْ نُوْرَ الصِّدْقِ

اور میری قوت کو نور عمل سے اور میری زبان کو نور صداقت سے

وَدِيْنِيْ نُوْرَ الْبَصَائِرِ مِنْ عِنْدِكَ وَ

اور میرے دین کو نور بصیرت سے اور میری آنکھ

بَصَرِيْ نُوْرَ الضِّيَاءِ وَسَمْعِيْ نُوْرَ الْحِكْمَةِ

کو نور بصیرت سے اور میرے کان کو نور حکمت سے

وَمَوَدَّتِيْ نُوْرَ الْمُوَالَاةِ لِمُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ

اور میری محبت کو محمدؐ و آل محمدؐ کی ولایت کے نور

عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حَتّٰى اَلْقَاكَ وَقَدْ

سے [illegible] یہاں تک کہ جب میں تجھ سے ملاقات کروں

وَفَيْتُ بِعَهْدِكَ وَمِيْثَاقِكَ فَتُغَشِّيَنِيْ

تو تیرا عہد و میثاق پورا کر چکا ہوں تا کہ تو مجھ کو اپنی

رَحْمَتَكَ يَا وَلِيُّ يَا حَمِيْدُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ

رحمت سے ڈھانک لے اے ولی اور اے ستودہ صفات خدا [illegible] بھیج

عَلٰی مُحَمَّدٍ حُجَّتِكَ فِیْ اَرْضِكَ وَ

محمد پر جو تیری زمین پر تیری حجت ہیں اور

خَلِیْفَتِكَ فِیْ بِلَادِكَ وَالدَّاعِیْ اِلٰی

تیرے شہروں میں تیرے خلیفہ ہیں اور تیری راہ کی طرف

سَبِیْلِكَ وَالْقَآئِمِ بِقِسْطِكَ وَالثَّآئِرِ

بلانے والے ہیں اور تیرے عدل کے ساتھ قیام کرنے والے

بِاَمْرِكَ وَلِیِّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَبَوَارِ الْكَافِرِیْنَ

لوگوں کو ابھارنے والے ہیں مومنوں کے ولی اور کافروں کو ختم کرنے والے

وَمُجَلِّی الظُّلْمَةِ وَمُنِیْرِ الْحَقِّ وَالنَّاطِقِ

ظلمت کو روشنی دینے والے اور حق کو منور کرنے والے حکمت اور

بِالْحِكْمَةِ وَالصِّدْقِ وَكَلِمَتِكَ التَّآمَّةِ

صداقت کے ساتھ کلام کرنے والے اور تیرے کلمۂ تام ہیں تیری زمین میں

فِیْ اَرْضِكَ الْمُرْتَقِبِ الْخَآئِفِ وَالْوَلِیِّ

مراقب فرمان خدا سے خائف ... خالص ہیں

النَّاصِحِ سَفِیْنَةِ النَّجَاةِ وَعَلَمِ الْهُدٰی

ناصح ہیں نجات کا سفینہ ہیں اور ہدایت کی نشانی ہیں

وَنُوْرِ اَبْصَارِ الْوَرٰی وَخَیْرِ مَنْ تَقَمَّصَ

[illegible]

وَارْتَدٰی وَمُجَلِّی الْعَمَی الَّذِیْ یَمْلَاُ

قمیص و ردا پہنی وہ اندھے پن کو روشنی دینے والے جو زمین کو

الْاَرْضَ عَدْلًا وَّقِسْطًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا

عدالت و انصاف سے بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم و جور سے بھری

وَّجَوْرًا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ہوگی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی وَلِیِّكَ وَابْنِ اَوْلِیَآئِكَ

خدایا درود نازل فرما اپنے ولی، فرزند ولی پر

الَّذِیْنَ فَرَضْتَ طَاعَتَهُمْ وَاَوْجَبْتَ

جن کی اطاعت کو تو نے فرض کیا ہے اور جن کے حق

حَقَّهُمْ وَاَذْهَبْتَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ

کو واجب کیا ہے اور جن سے گندگی کو دور رکھا ہے اور

وَطَهَّرْتَهُمْ تَطْهِیْرًا اَللّٰهُمَّ انْصُرْهُ

جن کو پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق تھا۔ خدایا ان کی نصرت فرما

وَانْتَصِرْ بِهٖ لِدِیْنِكَ وَانْصُرْ بِهٖ

اور ان کے ذریعہ اپنے دین کی نصرت کر اور ان کے ذریعہ

اَوْلِیَآئَكَ وَاَوْلِیَآئَهٗ وَشِیْعَتَهٗ وَ

اپنے دوستوں اور اس کے دوستوں اور شیعوں اور مددگاروں کی

اَنْصَارَهٗ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ

مدد فرما اور ہم کو انھیں میں سے قرار دیدے خدایا ان کو

مِنْ شَرِّ كُلِّ بَاغٍ وَّطَاغٍ وَّمِنْ شَرِّ جَمِيْعِ

ہر باغی اور سرکش کے شر سے محفوظ فرما اور تمام مخلوق کے

خَلْقِكَ وَاحْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

شر سے اور ان کی حفاظت فرما داہنے بائیں

خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ

آگے پیچھے اور ہر جانب سے اور ان کو

وَاحْرُسْهُ وَامْنَعْهُ مِنْ اَنْ يُّوْصَلَ اِلَيْهِ

محفوظ رکھ اور روک دے ان سے کہ ان تک کوئی برائی

بِسُوْٓءٍ وَّاحْفَظْ فِيْهِ رَسُوْلَكَ وَاٰلَ رَسُوْلِكَ

پہنچ سکے اور ان کی حفاظت سے اپنے رسولؐ اور آل رسولؐ کی حفاظت کر

وَاَظْهِرْ بِهِ الْعَدْلَ وَاَيِّدْهُ بِالنَّصْرِ وَانْصُرْ

اور ان کے ذریعہ عدل کو غالب کر اور ان کی تائید کر نصرت کے ذریعہ اور ان کے

نَاصِرِيْهِ وَاخْذُلْ خَاذِلِيْهِ وَاقْصِمْ

ناصروں کی مدد کر اور ذلیل کر ان کو رسوا کرنے والوں کو اور ان کے دشمنوں

قَاصِمِيْهِ وَاقْصِمْ بِهٖ جَبَابِرَةَ الْكُفْرِ

کی کمر توڑ دے اور ان کے ذریعہ کافر جابروں کی کمر توڑ دے

وَاقْتُلْ بِهِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَجَمِيْعَ

اور ان کے ذریعہ کفار ومنافقین اور تمام ملحدین کو قتل

الْمُلْحِدِيْنَ حَيْثُ كَانُوْا مِنْ مَّشَارِقِ الْاَرْضِ

کر دے جہاں کہیں بھی ہوں زمین کے مشرق میں یا

وَمَغَارِبِهَا بَرِّهَا وَبَحْرِهَا وَامْلَأْ بِهِ الْاَرْضَ

مغرب میں خشکی میں یا تری میں اور ان کے ذریعہ زمین کو

عَدْلًا وَّاَظْهِرْ بِهٖ دِيْنَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ

عدالت سے بھر دے اور ان کے ذریعہ اپنے نبیؐ کے دین کو غالب بنا اللہ کا درود ہو

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاجْعَلْنِيْ اَللّٰهُمَّ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَ

ان پر اور ان کی آل پر اور مجھ کو خدایا ان کے ناصروں ، مددگاروں

اَعْوَانِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَشِيْعَتِهٖ وَاَرِنِيْ فِيْٓ اٰلِ

اور اتباع کرنے والوں اور شیعوں میں قرار دیدے اور مجھ کو دکھا دے وہ چیز

مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَا يَاْمُلُوْنَ وَفِيْ

آل محمدؐ کے بارے میں جس کی وہ امید رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کے

عَدُوِّهِمْ مَا يَحْذَرُوْنَ اِلٰهَ الْحَقِّ اٰمِيْنَ

بارے میں وہ چیز جس سے وہ ڈرتے ہیں اے خدائے برحق یہ دعا قبول کرے

يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اے صاحب جلالت واکرام اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے

استغاثہ بحضرت امامِ زمان علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتداء اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَلَامُ اللّٰهِ الْكَامِلُ التَّآمُّ الشَّامِلُ

اللہ کا کامل مکمل سب کو شامل اور عام سلام

الْعَامُّ وَصَلَوَاتُهُ الدَّائِمَةُ وَبَرَكَاتُهُ

ہو۔ اور اس کا دائمی درود ہو اور اس کی قائم

الْقَائِمَةُ التَّآمَّةُ عَلٰى حُجَّةِ اللّٰهِ وَ

مکمل برکات ہوں اللہ کی حجت اور اس کی

وَلِيِّهٖ فِيْٓ اَرْضِهٖ وَبِلَادِهٖ وَخَلِيْفَتِهٖ

زمین اور شہر میں اس کے ولی پر اور اس کے خلیفہ پر

عَلٰى خَلْقِهٖ وَعِبَادِهٖ وَسُلَالَةِ النُّبُوَّةِ

اس کی مخلوق پر اور بندوں پر اور فرزند نبوت پر

وَبَقِيَّةِ الْعِتْرَةِ وَالصَّفْوَةِ صَاحِبِ الزَّمَانِ

اور بقیہ عترت پر اور منتخب صاحب الزمان پر

وَمُظْهِرِ الْاِيْمَانِ وَمُلَقِّنِ اَحْكَامِ الْقُرْاٰنِ

اور ایمان کے غالب کرنے والے پر اور قرآن کے احکام کے تعلیم کرنے والے پر

وَمُطَهِّرِ الْاَرْضِ وَنَاشِرِ الْعَدْلِ فِي

اور زمین کے پاک کرنے والے پر اور زمین کے طول و عرض میں

الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ وَالْحُجَّةِ الْقَآئِمِ

عدل کے پھیلانے والے پر اور حجت قائم مہدی

الْمَهْدِيِّ الْاِمَامِ الْمُنْتَظَرِ الْمَرْضِيِّ وَابْنِ

امام منتظر برگزیدہ خدا اور فرزند

الْاَئِمَّةِ الطَّاهِرِيْنَ الْوَصِيِّ بْنِ الْاَوْصِيَآءِ

ائمہ پاکیزگان پر وصی بن اوصیاء پر

الْمَرْضِيِّيْنَ الْهَادِى الْمَعْصُوْمِ ابْنِ الْاَئِمَّةِ

ز پسندیدہ ہیں جو ہادی ہے معصوم ہے ہادی اور

الْهُدَاةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا

معصوم اماموں کا فرزند ہے سلام ہو آپ پر اے

مُعِزَّ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ اَلسَّلَامُ

ان مومنوں کو عزت دینے والے جو مستضعف ہیں سلام ہو

عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْكَافِرِيْنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ

آپ پر اے ان کافروں کو ذلیل کرنے والے جو متکبر اور

الظَّالِمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ يَا

ظالم ہیں سلام ہو آپ پر اے میرے مولا اے

صَاحِبَ الزَّمَانِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ

صاحب الزمان سلام ہو آپ پر اے فرزند

رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ اَمِيْرِ

رسولِ خدا سلام ہو آپ پر اے فرزند

الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ فَاطِمَةَ

امیر المومنینؑ سلام ہو آپ پر اے فرزند فاطمہ

الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ

زہراؑ جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں سلام ہو

عَلَيْكَ يَا ابْنَ الْاَئِمَّةِ الْحُجَجِ الْمَعْصُوْمِيْنَ

آپ پر اے فرزند معصوم اماموں اور حجتوں کے اور جو

وَالْاِمَامِ عَلَى الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ

تمام مخلوق پر خود بھی امام ہے سلام ہو

عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ سَلَامَ مُخْلِصٍ لَكَ فِي

آپ پر اے میرے مولا ایسا سلام جو ولایت کے ایمان کے ساتھ

الْوِلَايَةِ اَشْهَدُ اَنَّكَ الْاِمَامُ الْمَهْدِيُّ

خالص ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امامؑ ہیں اور رفتار و گفتار کے

قَوْلًا وَفِعْلًا وَاَنْتَ الَّذِيْ تَمْلَاُ الْاَرْضَ

ساتھ ہدیت کرنے والے ہیں اور آپ زمین کو عدل و انصاف

قِسْطًا وَعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا

سے بھر دیں گے جب کہ وہ ظلم و جور سے بھری

وَجَوْرًا فَعَجَّلَ اللّٰهُ فَرَجَكَ وَسَهَّلَ

ہو گی اور اللہ جلدی کرے آپ کے ظہور میں اور آسان کرے

مَخْرَجَكَ وَقَرَّبَ زَمَانَكَ وَكَثَّرَ اَنْصَارَكَ

آپ کے ظہور کو اور آپ کے زمانہ کو قریب کرے اور آپ کے انصار و اعوان

وَاَعْوَانَكَ وَاَنْجَزَ لَكَ مَا وَعَدَكَ فَهُوَ

کو زیادہ کرے اور پورا کر دے آپ کے لیے جس کا اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے تو

اَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ (وَنُرِيْدُ اَنْ نَمُنَّ

وہ سب سے سچا ہے اور قرآن میں کہا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں

عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ

ان پر جو زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں اور

نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ)

ان کو امام بنا دیں اور ان کو وارث قرار دے دیں

يَا مَوْلَايَ يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ يَا ابْنَ

اے میرے مولا اے صاحب الزمان اے فرزند رسولؐ

رَسُوْلِ اللّٰهِ حَاجَتِيْ كَذَا وَكَذَا بجائے کذا و کذا

خدا میری حاجت (حاجت ذکر کریں)

اپنی حاجت کا ذکر کریں۔ فَاشْفَعْ لِي فِي نَجَاحِهَا

تو آپ شفاعت کریں میرے لیے حاجتوں کے پورا ہونے میں

فَقَدْ تَوَجَّهْتُ إِلَيْكَ بِحَاجَتِي لِعِلْمِي

میں آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں یہ جاننے کے بعد کہ آپ کے

أَنَّ لَكَ عِنْدَ اللهِ شَفَاعَةً مَقْبُولَةً وَ

لیے اللہ کے نزدیک مقبول شفاعت ہے اور پسندیدہ

مَقَامًا مَحْمُودًا فَبِحَقِّ مَنِ اخْتَصَّكُمْ

مقام ہے تو اس شخص کے حق کا واسطہ جس نے آپ کو اپنے امر

بِأَمْرِهِ وَارْتَضَاكُمْ لِسِرِّهِ وَبِالشَّأْنِ

سے مخصوص کیا ہے اور اپنے راز کے لیے آپ کو منتخب کیا ہے اور اس مرتبہ کے واسطے

الَّذِي لَكُمْ عِنْدَ اللهِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ

سے جو آپ کا خدا کے نزدیک ہے آپ کے اور اس کے درمیان

سَلِ اللهَ تَعَالَى فِي نُجْحِ طَلِبَتِي وَ

اللہ سے سوال کریں میری حاجت براری کے لیے اور میری دعا کی قبولیت

وَإِجَابَةِ دَعْوَتِي وَكَشْفِ كُرْبَتِي

کے لیے اور میرے غم کو دور کرنے کے لیے

زیارت امام زمانؑ روزِ جمعہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

ابتداء اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حُجَّةَ اللهِ فِي أَرْضِهِ

سلام ہو آپ پر اے اللہ کی حجت زمین میں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَيْنَ اللهِ فِي خَلْقِهِ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپ پر اے نمائندہ خدا مخلوق کے درمیان سلام ہو

عَلَيْكَ يَا نُورَ اللهِ الَّذِي يَهْتَدِي بِهِ

آپ پر اے اللہ کے نور جس سے ہدایت والے ہدایت پاتے

الْمُهْتَدُونَ وَيُفَرَّجُ بِهِ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ

ہیں اور اس کے ذریعے مومنین کو کشادگی حاصل ہوگی

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْمُهَذَّبُ الْخَائِفُ

سلام ہو آپ پر اے پاکیزہ اور خوف رکھنے والے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْوَلِيُّ النَّاصِحُ اَلسَّلَامُ

سلام ہو آپ پر اے اللہ کے ولی اور نصیحت کرنے والے سلام ہو

عَلَيْكَ يَا سَفِينَةَ النَّجَاةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

آپ پر اے کشتی نجات سلام ہو آپ پر

يَا عَيْنَ الْحَيٰوةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ صَلَّى

اے سرچشمۂ زندگی سلام ہو آپ پر اللہ کا

اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِيْنَ

درود ہو آپ پر اور آپ کے اہل بیت طیبین و

الطَّاهِرِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ عَجَّلَ اللّٰهُ

طاہرین پر سلام ہو آپ پر خداوند عالم جلدی کرے

لَكَ مَا وَعَدَكَ مِنَ النَّصْرِ وَظُهُوْرِ

سلطنت کے ظہور اور نصرت میں جس کا وعدہ کیا

الْاَمْرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَايَ اَنَا مَوْلَاكَ

ہے سلام ہو آپ پر اے میرے مولا میں آپ کا دوست ہوں

عَارِفٌ بِاُوْلٰيكَ وَ اُخْرٰيكَ اَتَقَرَّبُ اِلَى

میں آپ کے اول وآخر (پیغمبر سے امام زمانہ تک) کا پہچاننے والا ہوں میں آپ کے ذریعہ اور

اللّٰهِ تَعَالٰى بِكَ وَبِاٰلِ بَيْتِكَ وَاَنْتَظِرُ

آپ کے اہل بیتؑ کے ذریعہ اللہ سے قریب ہوتا ہوں اور آپ کے ظہور اور

ظُهُوْرَكَ وَظُهُوْرَ الْحَقِّ عَلٰى يَدَيْكَ

آپ کے ذریعہ سلطنت حق کے ظہور کا انتظار کرتا ہوں اور اللہ سے

وَ اَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

سوال کرتا ہوں کہ وہ درود بھیجے محمدؐ و

وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ

آل محمدؐ پر ، مجھے آپ کے انتظار کرنے والوں آپ کے

لَكَ وَالتَّابِعِيْنَ وَالنَّاصِرِيْنَ لَكَ عَلٰى

تابعین اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں ناصروں

اَعْدَائِكَ وَالْمُسْتَشْهَدِيْنَ بَيْنَ يَدَيْكَ

میں قرار دے اور آپ کے ان دوستوں میں جو شہادت

فِيْ جُمْلَةِ اَوْلِيَائِكَ يَا مَوْلَايَ يَا صَاحِبَ

کے فیض سے فیضیاب ہوئے قرار دے اے میرے مولا اے صاحب

الزَّمَانِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِ

الزمان اللہ کا درود ہو آپ پر اور آپ اہل بیت طاہرین

بَيْتِكَ هٰذَا يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَوْمُكَ

پر یہ جمعہ کا دن جو آپ کا دن ہے جس میں

الْمُتَوَقَّعُ فِيْهِ ظُهُوْرُكَ وَالْفَرَجُ فِيْهِ

آپ کے ظہور کی توقع کی جاتی ہے اور جس میں مومنوں

لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى يَدَيْكَ وَقَتْلُ الْكَافِرِيْنَ

کے لیے آپ کے ہاتھوں پر کامیابی ہے اور کافروں کا قتل ہوگا

بِسَيْفِكَ وَاَنَا يَا مَوْلَايَ فِيْهِ ضَيْفُكَ

آپ کی تلوار سے اور میں اے میرے مولا اس میں آپ کا مہمان ہوں

وَجَارُكَ وَاَنْتَ يَا مَوْلَایَ كَرِيْمٌ مِّنْ

اور آپ کی پناہ میں ہوں اور اے میرے مولا آپ کریم ہیں اور

اَوْلَادِ الْكِرَامِ وَمَامُوْرٌ بِالضِّيَافَةِ

کریم کی اولاد میں ہیں اور مہمان نوازی اور پناہ کے

وَالْاِجَارَةِ فَاَضِفْنِيْ وَاَجِرْنِيْ صَلَوَاتُ

لیے مامور ہیں تو مجھے اپنی مہمانی اور پناہ میں لے لیجیے اللہ کا

اللّٰهِ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ

درود ہو آپ پر اور آپ کے اہل بیتؑ طاہرین پر

سیدبن طاؤس نے کہا ہے کہ میں اس زیارت کے بعد
آنحضرتؑ کی طرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا کرتا ہوں

نَزِيْلُكَ حَيْثُ مَا اتَّجَهَتْ رِكَابِيْ

میں آپ کے پاس اترتا ہوں جہاں بھی میری سواری متوجہ ہو۔

وَضَيْفُكَ حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْبِلَادِ

اور میں آپ کا مہمان ہوں چاہے جس شہر میں بھی ہوں

زیارت امام زمانؑ وقتِ صُبح

جس کے ذریعہ روزانہ امام صاحب الزّمان علیہ السّلام کی
زیارت کی جاتی ہے۔ وہ زیارت یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتداء اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ مَوْلَایَ صَاحِبَ الزَّمَانِ

پروردگار ہمارے صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَنْ جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ

پر درود نازل کر تمام مومنین و

وَالْمُؤْمِنَاتِ فِيْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا

مومنات کی طرف جو زمین کے مشرق و مغرب میں ہیں

وَبَرِّهَا وَبَحْرِهَا وَسَهْلِهَا وَجَبَلِهَا حَيِّهِمْ

اور خشکی میں اور دریا میں پہاڑ میں اور بیابان میں زندہ ہیں

وَمَيِّتِهِمْ وَعَنْ وَالِدَيَّ وَوُلْدِيْ وَعَنِّيْ

یا مردہ اور میرے والدین کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے اور میری

مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّحِيَّاتِ زِنَةَ عَرْشِ

طرف سے ایسی صلوات جو عرش خدا کے وزن کے برابر

اللهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ وَمُنْتَهٰى رِضَاهُ

اور کلمات خدا کی مقدار کے برابر اور خدا کی رضامندی کی انتہا ہو اور

وَعَدَدَ مَا اَحْصَاهُ كِتَابُهٗ وَاَحَاطَ بِهٖ

اس عدد کے برابر جس کا احصا اس کی کتاب نے کیا ہے اور جس کو اس کا علم احاط

عِلْمُهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُجَدِّدُ لَهٗ فِىْ هٰذَا

کیے ہے   خدایا میں پھر تجدید کرتا ہوں   آج کے روز

الْيَوْمِ وَفِىْ كُلِّ يَوْمٍ عَهْدًا وَّعَقْدًا

اور روزانہ عہد و عقد و بیعت کا جو

وَّبَيْعَةً فِىْ رَقَبَتِىْ اَللّٰهُمَّ كَمَا شَرَّفْتَنِىْ

میری گردن میں ہے   خدایا جس طرح تو نے مجھ کو شرف

بِهٰذَا التَّشْرِيْفِ وَفَضَّلْتَنِىْ بِهٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ

زیارت سے نوازا ہے   اور اس فضیلت زیارت سے شرف یاب کیا ہے

وَخَصَصْتَنِىْ بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ فَصَلِّ عَلٰى

اور اس نعمت سے مخصوص کیا ہے   تو تو درود بھیج میرے

مَوْلَاىَ وَسَيِّدِىْ صَاحِبِ الزَّمَانِ وَ

مولا   اور میرے سردار   صاحب الزمانؑ پر   اور

اجْعَلْنِىْ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَ

مجھ کو قرار دے   ان کے دوستوں اور اتباع کرنے والوں

امام زمانہ علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدا اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِىْ نَفْسَكَ فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ

اے اللہ تو مجھے اپنی ذات کو پہچنوا دے کیونکہ اگر تو نے مجھے اپنی ذات

تُعَرِّفْنِىْ نَفْسَكَ لَمْ اَعْرِفْ رَسُوْلَكَ

کو نہیں پہچنوایا تو پھر میں تیرے رسولؐ کو نہیں پہچان سکوں گا

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِىْ رَسُوْلَكَ فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ

اے اللہ تو مجھے اپنے رسولؐ کو پہچنوا دے کیونکہ اگر تو مجھے اپنے رسولؐ کو

تُعَرِّفْنِىْ رَسُوْلَكَ لَمْ اَعْرِفْ حُجَّتَكَ

نہیں پہچنوائے گا   تو میں تیری حجت کو نہیں پہچان سکوں گا

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِىْ حُجَّتَكَ فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ

اے اللہ تو مجھے اپنی حجت کو پہچنوا دے کیونکہ اگر تو مجھے اپنی حجت

تُعَرِّفْنِىْ حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِيْنِىْ

کو نہیں پہچنوائے گا تو پھر میں اپنے دین سے بھٹک جاؤں گا۔

الذَّابِّينَ عَنْهُ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُسْتَشْهَدِينَ

اور مدافعت کرنے والوں میں اور مجھ کو قرار دے ان میں جو ان کی رکاب

بَيْنَ يَدَيْهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فِي الصَّفِّ

میں شہید ہوں اطاعت کرتے ہوئے بغیر کسی جبر کے اس صف میں جس صف

الَّذِي نَعَتَّ أَهْلَهُ فِي كِتَابِكَ فَقُلْتَ

والوں کی تو نے اپنی کتاب میں توصیف کی ہے اور تو نے کہا ہے

صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ عَلَى

کہ وہ صفیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں تیری

طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ وَآلِهِ عَلَيْهِمُ

اطاعت اور تیرے رسولؐ کی اطاعت پر اور اس کی آل کی اطاعت پر

السَّلَامُ اللَّهُمَّ هَذِهِ بَيْعَةٌ لَهُ فِي

ان پر سلام ہو خدایا یہ بیعت ہے ان کی میری گردن

عُنُقِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

میں روز قیامت تک کے لیے

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں فرمایا ہے کہ میں نے بعض قدیم کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس زیارت کے بعد داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ماریں بیعت کرنے کے انداز میں۔

دعا ظہور امام زمان علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدا اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ

اے پروردگار حضرت ولی عصرؑ حجت ابن الحسنؑ جن

الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلَى آبَائِهِ

پر اور جن کے آباؤ اجداد پر تیرا درود و سلام ہو

فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ

کے لیے ہر دور میں اور ہر گھڑی تو ہی

وَلِيًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا

ان کا والی محافظ رہبر مددگار رہنما اور نگہبان

وَدَلِيلًا وَعَيْنًا حَتَّى تُسْكِنَهُ

بن جا اور اس وقت تک جب تک تو ان کو اس کرۂ ارض پر

أَرْضَكَ طَوْعًا وَتُمَتِّعَهُ فِيهَا

سلطنت و قدرت دے تاکہ طویل مدت تک بندگان خدا کو فیضیاب

طَوِيلًا

فرمائیں

دعاء حضرت صاحب الامر علیہ السلام

کفعمی نے بلد الامین میں فرمایا ہے کہ یہ دعا حضرت صاحب الامرؑ ہے جو آپؑ نے اس شخص کو تعلیم فرمائی جو قید میں تھا اور اسے نجات مل گئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتداء اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

اِلٰهِيْ عَظُمَ الْبَلَاۤءُ وَبَرِحَ الْخَفَاۤءُ وَانْكَشَفَ

خداوندا! آزمائشوں کی یورش بے رسوائی کا سامان ہو چکا ہے، پردے ہٹ چکے

الْغِطَاۤءُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاۤءُ وَضَاقَتِ الْاَرْضُ

امیدیں منقطع ہوگئیں۔ زمین تنگ اور آسمان کے

وَمُنِعَتِ السَّمَاۤءُ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَاِلَيْكَ

دروازے بند ہوگئے اب تیرا ہی سہارا ہے اور تو ہی

الْمُشْتَكٰى وَعَلَيْكَ الْمُعَوَّلُ فِي الشِّدَّةِ وَ

فریادرس ہے تمام سختیوں اور آسانیوں میں تیرا ہی

وَالرَّخَاۤءِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ

سہارا ہے، بارالہا! محمدؐ و آل محمدؐ پر درود نازل

مُحَمَّدٍ اُولِي الْاَمْرِ الَّذِيْنَ فَرَضْتَ عَلَيْنَا

فرما یہ وہ صاحبان امر ہیں جن کی اطاعت تو نے ہم پر

طَاعَتَهُمْ وَعَرَّفْتَنَا بِذٰلِكَ مَنْزِلَتَهُمْ

واجب کی ہے [illegible] ان کی منزلت ہم پر واضح فرمائی ہے

فَفَرِّجْ عَنَّا بِحَقِّهِمْ فَرَجًا عَاجِلًا قَرِيْبًا

پس ان کے حق کے طفیل پلک جھپکنے بلکہ اس سے بھی پہلے

كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ يَا مُحَمَّدُ

ہماری مشکل آسان فرما۔ یا محمدؐ!

يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا مُحَمَّدُ اِكْفِيَانِيْ فَاِنَّكُمَا

یا علیؑ! یا علیؑ! یا محمدؐ! ہماری حمایت فرمائیں کہ آپ ہماری

كَافِيَانِ وَانْصُرَانِيْ فَاِنَّكُمَا نَاصِرَانِ يَا

حمایت کے لیے کافی ہیں ہماری مدد کریں کہ آپ ہی ہمارے مددگار ہیں اے

مَوْلَانَا يَا صَاحِبَ الزَّمَانِ الْغَوْثَ الْغَوْثَ

ہمارے مولا یاصاحب الزمان! آپ ہی کو پکارتے ہیں مدد فرمایئے

الْغَوْثَ اَدْرِكْنِيْ اَدْرِكْنِيْ اَدْرِكْنِي السَّاعَةَ

مدد فرمایئے، مدد فرمایئے، ابھی،

السَّاعَةَ السَّاعَةَ الْعَجَلَ الْعَجَلَ الْعَجَلَ

ابھی اور ابھی، بہت جلد، بہت جلد، بہت جلد

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ

یاارحم الراحمین حضرت محمدؐ مصطفیٰ اور ان کی آلِ پاک کا واسطہ

صلوات برائے امام آخر الزمانؑ

اللهم صل على محمد وأهل بيته وصل على ولي الحسن ووصيه

اے معبود رحمت فرما حضرت محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر اور رحمت کر حسن عسکریؑ کے ولی وصی اور

ووارثه القائم بأمرك والغائب في خلقك والمنتظر لإذنك

وارث پر جو تیرے امر پر قیام کرنے والے تیری مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور تیرے حکم کے انتظار میں ہیں

اللهم صل عليه وقرب بعده وأنجز وعده وأوف عهده

اے معبود رحمت فرما ان پر ان کو دوری سے نزدیک کر ان کا وعدہ وفا کر ان کا پیمان پورا کر ان کی

واكشف عن بأسه حجاب الغيبة وأظهر بظهوره صحائف

سختی دور کر غیبت کا پردہ ہٹا دے ان کے ظہور سے مشکلوں کا دور ختم کر دے

المحنة وقدم أمامه الرعب وثبت به القلب وأقم به

دشمنوں پر ان کا رعب بٹھا دے ان کے ذریعے دلوں کو مضبوط کر دے ان کے ہاتھوں

الحرب وأيده بجند من الملائكة مسومين وسلطه على أعداء

جہاد شروع کرا دے ان کو مدد دے ان فرشتوں کی جو ڈھاٹے باندھے ہیں اور ان کو اپنے دین کے دشمنوں

دينك أجمعين وألهمه أن لا يدع منهم ركنا إلا هده ولا هاما

پر غلبہ عطا فرما اور ان کو حکم دے کہ ان کے ہر سردار کو زیر کریں ان کے شر کو دبا دیں

إلا قده ولا كيدا إلا رده ولا فاسقا إلا حده ولا فرعون إلا أهلكه

ان کے مکر کو توڑ دیں ہر بدکار پر حد جاری کریں ہر سرکش کو ہلاک کر ڈالیں

ولا سترا إلا هتكه ولا علما إلا نكسه ولا سلطانا إلا كسبه ولا

ان کے پردے چاک کر دیں ان کے جھنڈے گرا دیں ان کی حکومتیں چھین لیں ان کے

رمحا إلا قصفه ولا مطردا إلا خرقه ولا جندا إلا فرقه ولا

نیزے توڑ ڈالیں ان کے ہتھیار تباہ کر دیں ان کے لشکروں کو پراگندہ کر دیں ان کے

منبرا إلا أحرقه ولا سيفا إلا كسره ولا صنما إلا رضه ولا دما إلا

تخت جلا دیں ان کی تلواریں توڑ ڈالیں ان کے بتوں کو چور کریں ان کا خون بہا دیں

أراقه ولا جورا إلا أباده ولا حصنا إلا هدمه ولا بابا إلا ردمه

ان کا ظلم مٹا دیں ان کے قلعوں کو ڈھا دیں ان کے راستے بند کر دیں

ولا قصرا إلا خربه ولا مسكنا إلا فتشه ولا سهلا إلا أوطأه

ان کے محل تباہ کر دیں ان کے مورچے توڑ دیں ان کے میدانوں پر قابض ہو جائیں

ولا جبلا إلا صعده ولا كنزا إلا أخرجه برحمتك يا أرحم

پہاڑوں پر تسلط جمائیں اور ان کے خزانوں پر قبضہ کر لیں تیری رحمت کے ساتھ اے سب

الراحمين

زیادہ رحم والے

ہر واجب نماز کے بعد اس دعائے شریفہ کا پڑھنا مستحب ہے

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ نَبِيًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ
بِالْقُرْاٰنِ كِتَابًا وَبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَبِعَلِيٍّ
وَلِيًّا وَ اِمَامًا وَبِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيِّ
بْنِ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَجَعْفَرِ
بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَعَلِيِّ بْنِ
مُوسٰى وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ
وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَالْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ
صَلَوٰتُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَئِمَّةً وَّسَادَةً وَّقَادَةً
بِهِمْ اَتَوَلّٰى وَمِنْ اَعْدَائِهِمْ اَتَبَرَّءُ اَللّٰهُمَّ
اِنِّىْ رَضِيْتُ بِهِمْ اَئِمَّةً فَارْضِنِىْ لَهُمْ
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ